نہ تاج و تخت میں نہ دولت و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی اِک نگاہ میں ہے

چشتی خانقاہیں
اور
سربراہانِ برِّصغیر

مؤلفہ:

مورّخ لاہور میاں محمّد دِین کلیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

الحمدللہ یہ ناول بار دوم ۹ رمضان المبارک بمطابق ۱۲ [illegible] مطالعہ کیا ۔ دل چاہتا ہے کہ
اسے متعدد بار [illegible] ۔ یہ وہ کیفیت [illegible]

نہ تاج و تخت میں نہ دولت و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی اِک نگاہ میں ہے

چشتی خانقاہیں
اور
سربراہانِ برِّصغیر

مؤلفہ:

مؤرخ لاہور میاں مُحمّد دین کلیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ◉ لاہور

سال طباعت ۱۹۹۰ء

سُخنِ چند

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

کتاب کے مولف مورخ لاہور میاں محمد دین کلیم مرحوم لاہوری رحلت ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تین ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل سلسلہ چشتیہ کے مقتدر مشائخ پر ایک شاندار تذکرہ ترتیب دیا تھا- ان کی دلی خواہش تھی کہ یہ تذکرہ ان کی زندگی میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل محبت کی نظروں میں آئے- مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی وفات سے چند روز قبل مجھے انھوں نے چشتیہ مشائخ پر اپنی کاوش کا مسودہ نظر ثانی کے لئے دیا- مگر نہ میں نظر ثانی کر سکا نہ ان کی نگائیں اسے طباعت سے مزین دیکھ سکیں-

تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے!

اس بڑے تذکرہ کا ایک حصہ جسے مولف مرحوم نے "چشتی خانقاہوں پر برصغیر کے ارباب اقتدار کی نیازمندانہ آستان بوسی" کے اذکار پر لکھا تھا- قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے- یہ ایک منفرد موضوع ہے- جسے قارئین انشاءاللہ پسند کریں گے اور مورخ لاہور مرحوم کی روح کو تسکین بھی ہو گی- کہ ان کی محنت کا ایک باب اہل نظر تک پہنچ رہا ہے-

مورخ لاہور میاں محمد دین کلیم ہمارے اصحاب تاریخ اور ارباب قلم میں سے تھے- ایک عرصہ تک وہ مکتبہ نبویہ کے جلیس نفیس رہے- انہوں نے آثار لاہور پر بڑا کام کیا- لاہور کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا- مساجد لاہور مزارات لاہور اور بزرگان لاہور پر خصوصی مقالات لکھے- اور تاریخ پر تحقیقی کام کرنے والوں کی بڑی حد تک راہنمائی کی-

زیر نظر کتاب "چشتی خانقاہیں اور سربراہان پاک و ہند" مورخ لاہور میاں محمد دین کلیم مرحوم کی ایک ایسی تحریر ہے جو بزرگان دین سے عقیدت رکھنے والے قارئین کو بڑی معلومات بہم پہنچائے گی- وہ یہ محسوس کریں گے کہ سلسلہ چشتیہ کے مقتدر مشائخ نے اپنی زندگیوں میں بادشاہان وقت کو اپنی خانقاہوں سے دور رکھا- اور ان کی مراعات اور انعامات کو ہمیشہ ٹھکرایا- ان کی دعوتوں کو نظر انداز کیا- ان کی ملاقاتوں سے اجتناب کیا- ان کی قربت کو روح کی موت قرار دیا- پھر ایسے ہی بادشاہوں نے ان حضرات کے مزارات کی مٹی کو سرمئہ چشم عقیدت بنایا- ان کی خانقاہوں کے احاطوں میں آسودہ خاک ہونے کو سعادت جانا

ان کے مزارات پر بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کیں - ان خانقاہوں پر آنے والوں کے آرام و آسائش کے لئے جاگیریں وقف کیں ان پر حاضری کے لئے پیادہ پا چل کر آستان بوس ہوتے رہے -

قلندراں کہ بہ تسخیر آب و گل کوشند
زشاہان تاج ستانند و خرقہ بر دو شندا

دلوں پر حکمرانی - اکڑی ہوئی گردنوں کو جھکانا - بگڑی ہوئی عادات کو سنوارنا - گم گشتہ راہ کو منزل مقصود کی راہنمائی کرنا - درماندہ منازل کو منزل مقصود تک پہنچانا - شیطان کے مکروفریب میں جکڑے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کرنا مشائخ چشتیہ کا معمول رہا ہے - ان کے فیضان کے اثرات آج تک نمایاں ہیں - اور ان کے روحانی انوار دل و جان کو سکون کی دولت بخشتے رہتے ہیں -

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں !

مکتبہ نبویہ لاہور کو بزرگان دین پر بڑی اہم کتابیں شائع کرنے کا شرف حاصل ہے - اور یہ مکتبہ ملک کے ان چند ممتاز اداروں میں سے ہے جنہوں نے تصوف کے موضوعات پر بیش بہا کتابیں شائع کی ہیں آج انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس موضوع پر ایک منفرد اور ممتاز کتاب شائع کر کے ایک اہم کام کیا - اللہ تعالیٰ مولف علام کی روح کو مسرور فرمائے اور ان کی خدمت ان کے ایصال ثواب کا ذریعہ بنے - ہم اس امید کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں کہ یہ کتاب قارئین کو خوشگوار تاثرات دے گی - التوفیق باللہ !

فہرست مضامین

سخن چند	۲	حوض شمسی۔ موتی مسجد	۴۹
یاد یاراں مہرباں آید ہمی	۷	مجرشاہ عالم بہادر شاہ	۴۹
فہرست مضامین	۴	درگاہ حضرت مولانا جمالی	۴۹
دیباچہ	۰	مسجد حضرت مولانا جمالی	۵۰
سلطان الہند حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲	حضرت فریدالدین گنج شکر مسعود پاک پٹن رحمۃ اللہ علیہ	۵۰
بڑی دیگ	۱۹	مزارات و عمارات آستانہ عالیہ روضہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵۴
نورچشم جہانگیری	۲۰	روضہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ	۵۵
چھوٹی دیگ	۲۱	روضہ حضرت گنج علم رحمۃ اللہ علیہ	۵۵
تالاب بسیاہ	۲۲	جامع مسجد۔ سماع خانہ	۵۵
اولیاء مسجد	۲۷	حجرہ اعتکاف حضرت جمال الدین	۵۵
مزارات جو آپ کی درگاہ میں ہیں	۲۹	حجرۂ اعتکاف حضرت سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ	۵۶
درگاہ سے باہر	۴۰	حجرہ اعتکاف حضرت نظام الدین اولیا	۵۶
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۴۱	روضہ حضرت میاں علی محمد خاں چشتی	۵۶
کتبات درگاہ حضرت قطب صاحب	۴۵	پاک پٹن شریف کے مزارات	۵۷
حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے آس پاس مزارات کی تفصیل	۴۶	مزار حضرت بدرالدین اسحاق	۵۷
باؤلی درگاہ حضرت قطب صاحب	۴۸	مزار حضرت عزیز مکی شہید	۵۷
اولیاء مسجد قطب صاحب	۴۸		

زیارت گودڑی حضرت بابا صاحب ۵۷
روضہ حضرت شیخ مودود رحمۃ اللہ علیہ ۵۷
روضہ حضرت عبداللہ شاہ نورنگ نوری ۵۷
آستانہ حضرت حافظ قائم الدین برقنداری ۵۸
روضہ حضرت سید محبوب شاہ ۵۸
مزار حضرت خواجہ منظہر فرید ۵۸
روضہ حضرت پیر زین باتولا ۵۸
روضہ حضرت پیر غوث علی شاہ ۵۹
حضرت علی چشتی دہلوی ۶۰
حضرت شیخ حمید الدین صوفی سوالی ۶۱
حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ۶۳
حضرت قاضی محی الدین کاشانی دہلوی ۶۵
حضرت شیخ علاء الدین اجودھنی ۶۷
حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر ۷۰
حضرت سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۷۱
مرکزی نظام - خدمت خلق ۷۴
سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ملک گیر اشاعت ۷۹
دارالخلافہ دہلی ۷۹
گجرات کاٹھیاواڑ ۸۰
خانقاہ عالیہ جماعت خانہ ۸۵
بادشاہوں سے مراسم ۸۸
مسجد درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء ۹۰
خانقاہ عالیہ ۹۶
بیرونی عمارات اور مزارات ۹۷
شمع برج ۹۷
بارہ کھمبہ - لال محل - چونسٹھ کھمبہ ۹۸
مزار میرزا اسد اللہ خاں غالب ۹۸
مزار خواجہ محمد امام ۹۸
کمرہ میرزا سلیمان جاہ ۹۹
کالی مسجد کوٹلہ نظام الدین اولیاء ۹۹
دیگر مزارات وغیرہ ۹۹
چبوترہ یاراں ۹۹
باؤلی حضرت نظام الدین اولیاء ۱۰۰
حضرت خواجہ مؤید الدین کرانی ۱۰۱
حضرت مولانا فخر الدین مروزی ۱۰۲
حضرت برہان الدین غریب خلد آبادی ۱۰۳
حضرت ضیاء الدین برنی ۱۰۵
حضرت مولانا فخر الدین زرادی ۱۰۶
حضرت شیخ زین الدین دولت آبادی ۱۰۸
امیر سید احمد ابن سید محمد کرمانی ۱۰۹
حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ۱۱۰
درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی ۱۱۵
مقبرہ سلطان بہلول لودھی ۱۱۵
حضرت شیخ قطب الدین منور ہانسوی ۱۱۶

حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹
حضرت سید حسین نہر والہ ۱۲۱
حضرت نور الدین انور ہانسوی ۱۲۲
حضرت شیخ علاء الحق والدین ۱۲۳
حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز گلبرگہ شریف رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴
حضرت خواجہ حسین ناگوری ۱۲۶
حضرت شیخ حسن طاہر ۱۲۸
حضرت شیخ احمد مجد شیبانی چشتی ناگوری ۱۲۹
حضرت میاں قاضی خان ظفر آبادی ۱۳۰
حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ۱۳۱
حضرت شیخ الہند سلیم چشتی فتحپوری ۱۳۳
حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری ۱۳۷
حضرت شیخ نظام نارنولی ۱۳۹
حضرت میراں سید شاہ بھیکہ چشتی صابری کہڑام شریف رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۰
حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی ۱۴۲
حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۱۴۴
حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۷
قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی ۱۵۳
حضرت قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن ۱۵۴
حضرت غلام قطب الدین دہلوی ۱۵۶
حضرت میر محمدی دہلوی ۱۵۷
حضرت مولوی جمال الدین رامپوری ۱۵۸
حضرت نصیر الدین المعروف بہ کالے صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۹
حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی ۱۶۱
حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی ۱۶۸
حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی ۱۷۰
سفر ہندوستان ۱۷۲
حضرت پیر مہر علی شاہ ۱۷۳
گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۴
ماخذ ۱۷۷

یادِ یارِ مہرباں آید ہمی

جناب بشیر حسین صاحب ناظم ایم اے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل وزارت مذہبی امور اسلام آباد

جناب میاں محمد دین کلیم قادری مرحوم جنہیں عام طور پر فنیائے تصوف وادب و تاریخ مؤرخ لاہور کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ ہمہ جہت اور ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ وہ علم و فضل کے پیکر، محقق غواصِ تصوف، دانندہ اسرارِ آثارِ قدیمہ، تاریخ پنجاب و عالم کے مسلّم عالم، کثیر التصانیف مصنف عمدۃ التالیف مؤلف، باحثِ ارضِ فنون اعلیٰ پایہ کے نقاد اور محمودہ خصائل و اخلاق کے حامل افسر تھے۔

میں انہیں یُوں تو ایک عرصے سے جانتا تھا لیکن صورت شناسا نہیں تھا۔ اُن کی علمی و ادبی عظمت کا میں قائل تھا اور اخبارات و رسائل میں اُن کے تحقیقی مضامین پڑھ کر اپنے علم و ادب میں اضافہ کرتا رہا۔ میری اُن سے باقاعدہ اور سرکاری طور پر ملاقات ۱۹۵۳ء میں لاہور کارپوریشن کے دفتر میں ہوئی۔ ان دنوں میں کارپوریشن کے دفتر میں حصول چاکری کیلئے چکر لگایا کرتا تھا۔ میاں محمد دین کلیم مجھے ملے۔ اپنا تعارف کرایا تو اُن کے حلم انسانی دوستی، ایثار اور بنی نوعِ انسان سے محبت کے اظہار نے مجھے اُن کا گرویدہ بنا دیا۔ انہوں نے جناب پیر مولینا محمد لطیف زار قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ جو حقیقتاً سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کے مرد قلندر تھے سے میرا تعارف کرایا۔ میں اُن کے حُسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ میاں محمد دین کلیم رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں اور مولانا محمد لطیف زار مرحوم و مغفور کے توسّل سے مجھے لاہور کارپوریشن کے دفتر میں لوئر ڈویژن کلرک کی نوکری ملی تو اُن سے متواتر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان دو بزرگوں نے کارپوریشن کے کئی ایک دردِ دلِ صفت انسانوں یعنی حضرت قبلہ مولانا محمد بشیر قریشی اور ملک محمد بشیر مرحوم سے مجھے ملایا۔ اور ہم ایک دوسرے کے قریب تر ہوتے گئے۔ حضرت مولانا

محمد لطیف زار مرحوم عاشق رسول مختار صاحب نسبت انسان تھے

۵۶-۱۹۵۵ء تک جناب ایم ڈی کلیم کا ذوقِ تحقیق اور شوق تجسس، کافی ترقی کر چکا تھا۔ وہ صبح دفتر کے لئے اپنی سائیکل پر نکلتے۔ میں پندرہ نمبر بس پر مانگا منڈی قلعہ ستیہ کلس سے آتا۔ اور میاں کلیم کے ساتھ تحقیقی ذوق کی تسکین کے لئے کئی میل پیدل سفر کر کے رات کو گھر واپس جاتا۔ میاں کلیم صاحب کے لئے یہ ایک معمول تھا۔ اور میں اس وادیٔ خارزار میں ایک مبتدی کی حیثیت رکھتا تھا۔ میاں محمد دین کلیم رحمہ اللہ نے تاریخی آثار پر جتنا کام کیا اگر بڑے صاحبان اپنے نام سے نہ چھپواتے تو یہ اُن کی تصانیف میں بے بہا اضافے کا سبب بنتا۔ اور میاں کلیم مرحوم اُردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی کتابوں کے مصنف ہوتے۔ لیکن میاں کلیم صاحب ایک بامروّت اور یارباش انسان تھے۔ اُنہیں جو شخص بھی کسی عنوان پر پندرہ بیس صفحات لکھنے کی فرمائش کرتا وہ انکار نہ کرتے بلکہ بعض اوقات کسی عنوان پر مروّت میں آکر کتاب لکھ دیتے۔ مجھے ایسے کئی لوگوں کے نام یاد ہیں جو میاں محمد دین کلیم کی تحقیق و زورِ کلک و قلم سے محققوں، ادیبوں، مؤرخوں اور مصنفوں کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔

جناب میاں محمد دین کلیم رحمۃ اللہ علیہ کی شوق تحقیق کا یہ عالم تھا کہ وہ حقائق اشیاء کو معلوم کرنے کے لئے جاں سِتاں گرمی میں سائیکل پر کئی کئی میل سفر کرتے۔ جب تک مطلوبہ چیز سے متعلق مکمل اور یقینی معلومات حاصل نہ کر لیتے انہیں چین نہ آتا۔

جناب میاں محمد دین کلیم مرحوم بڑے مضبوط اعصاب کے انسان تھے۔ علمی و تاریخی کام کرتے ہوئے انہیں خوشی و راحت محسوس ہوتی۔ بعض احباب اُنہیں تالیف و تصنیف اور تحقیق کے کاموں سے بددلاتے۔ اُن کی تحریروں میں کیڑے نکالتے۔ لاڈ پیار یا مذاق سے مؤرخِ لاہور کی بجائے مُورکھ لاہور کہتے۔ لیکن یہ سب کچھ برداشت کرتے ہوئے ہنستے۔ اُن کی ہنسی بھی دلکش و دلنواز ہوتی۔ بعض اوقات ابتسام پاش گالیوں پر اُتر آتے۔ سب باتوں سے اُن کے

عزم بالجزم بیقینِ محکم تحقیق سے توغّل اور کام سے تبتّل کا پتا چلتا ہے۔ ایمان داری کی بات ہے میرے اندر جو جذبۂ تحقیق و تصنیف و ترجمہ و شعرگوئی پیدا ہوا۔ وہ دو حضرات کا مرہونِ منت ہے۔ میاں محمد دین کلیم اور مولانا محمد شمس الدین مرحوم تاجر کتب نادرہ۔ میاں محمد دین کلیم کا عزم و ہمت میرے لئے مشعلِ راہ بنا اور مولانا محمد شمس الدین مرحوم کا ذوقِ انتخاب کتب مجھے زندگی میں کام آیا۔ مولانا محمد شمس الدین مرحوم اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ نصیب فرمائے۔ بڑے مردم شناس انسان تھے۔ وہ کتابوں کی بیع و شراء میں حریص لالچی اور طامع نہیں تھے۔ جس کو کسی کتاب کے لائق سمجھتے اُسے ہی کتاب دیتے اور اس ضمن میں اُن کا حُسنِ انتخاب قابلِ داد تھا ——— مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نے ایک دن مجھ سے کہا۔ ناظم صاحب " تہاڈے کول ڈھائی روپے ہون گے" میں نے عرض کی " مولانا تسی دس لوو۔ ڈھائی روپے کی ہویا۔ کہن لگے نہیں نہیں توں ڈھائی ای کڈھ" میں روپے اڑھائی روپے کی نذر کئے۔ تو انہوں نے الماری سے ممبئی کا چھاپ شدہ مطلا اور مُذہّب دیوان حافظ نکالا اور مجھے دے کر فرمانے لگے۔ "لے یار۔ لے جا" میں نے کہا مولانا۔ یہ میرے پاس تے آپ کہیں۔ لیکن مولانا شمس الدین مرحوم نے زبردستی دیوان مجھے دے دیا۔ بعد میں مجھ پر کھلا۔ کہ مولانا نے وہ اڑھائی روپے مجھ سے سنت نگر جانے کے لئے کرائے کے لئے لئے تھے۔ چند ماہ بعد وہی دیوان مولانا مرحوم نے مجھ سے پانصد روپے میں خرید کر رکھ لیا۔

ایک دن میں اور میاں محمد دین کلیم رحمہ اللہ حضرت مولانا کی دکان پر بیٹھے تھے۔ کہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم آ گئے۔ میں مولانا محمد جوہر کے کامریڈ کی فائلیں دیکھ رہا تھا مولانا غلام رسول مہر نے مجھ سے پوچھا۔" ناجم ایہہ کیہ آ" میں نے کہا۔ حضرت! کامریڈ کے فائل ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ بالیوم (VOLUME) ون (ONE) آ کہ ٹو (TWO) اس پر مولانا کی طبیعت اس قدر مکدر ہوئی کہ میرے ہاتھوں سے فائل پکڑ کر الماری بند کر

کے بالیوم بن آ۔ بالیوم بن آ" کہتے ہوئے دکان سے باہر نکل گئے۔ میاں محمد دین کلیم اس قدر ہنسے کہ مولانا غلام رسول مہر کو اپنے غلط لفظ کا احساس ہو گیا اور وہ دکان پر چلے گئے۔

جناب میاں محمد دین کلیم اور مولانا شمس الدین میں بڑی پکی دوستی تھی۔ تاریخ کے موضوع پر میاں کلیم اکثر تاریخی معلومات پر کتابیں مولانا شمس الدین مرحوم سے لیا کرتے یا ان سے راہنمائی حاصل کرتے۔ مولانا کو میاں محمد دین کلیم مرحوم کی درویشانہ زندگی پر بہت ناز بلکہ رشک تھا۔ فرمایا کرتے۔ محمد دین کلیم اس دور کا درویش محقق ہے۔ اسے جان کی پرواہ ہے نہ صحت کی بس ایک ہی لگن ہے۔ کہ وہ "اولیائے لاہور (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے صحیح صحیح حالات و آثار مستقبل کے قاری اور محقق کے لئے محفوظ کر جائیں۔

مولانا کی اس بات کی تصدیق میں من وعن کرتا ہوں اور اس حقیقت سے اوراق و صفحات کو مزین کر کے بصد صدق کہتا ہوں کہ علم و ادب گستری میں مولانا محمد دین کلیم نے سخت کاوشیں کیں ہیں اور ہمارے لئے ایسا تاریخی سرمایہ چھوڑ گئے ہیں جو انشاء اللہ قیامت تک ہمارے لئے روحانی غذا اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کا سامان پیدا کرتا رہے گا

جناب میاں محمد دین کلیم مرحوم کے ہمارے برادر بزرگ جناب علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے ڈائریکٹر مکتبہ نبویہ لاہور سے بڑے مشفقانہ مراسم تھے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے میاں کلیم اکثر ان کے مکتبے پر آتے جاتے تبادلہ خیالات کرتے۔ کچھ سنتے کچھ سناتے۔

جناب علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب میاں کلیم صاحب کو اپنے صائب مشورہ اور عمدہ آراء سے نوازتے اور ترتیب و تنظیم صفحات اور تقدیم و تاخیر تحریر حالات و واقعات میں مدد فرماتے بعض دفعہ محمد دین کلیم مرحوم کی گرفت کرتے تو میاں صاحب فرماتے "تسی سڑدے تسی سڑدیاں مرجاناایں تے اساں اپنا کم کر کے ٹر جانا ایں" وہی بات ہوئی میاں محمد دین کلیم مرحوم اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ اپنا مشن مکمل کر کے ایک

استغنائے ناز سے خراماں خراماں جلوہ گاہِ ربانی اور مرحمت گاہِ یزدانی میں چلے گئے اور ہمارے دلوں پر اپنی مفارقت وجدانی کا ابدی نقش چھوڑ گئے۔

مولانا میاں محمد دین کلیم رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری لمحات میں کتاب المسمّٰی ـــــــ تالیف کی لیکن اُسے اپنی زندگی میں زیورِ طباعت سے مرصّع ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ اُن سے اپنے دیرینہ مشفقانہ تعلقات اور محبت کے اظہار کیلئے جناب میاں محمد دین کلیم کی کتاب مشائخ چشت کی تلخیص بنام چشتیہ خانقاہیں نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔ جو صوری و معنوی ہر لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ مکتبہ نبویہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ قارئین کی روحانی و علمی ضیافت کے لئے کتاب اس اچھوتے انداز میں طبع کراتے ہیں جس پر ہمیشہ "تسرّ الناظرین" کا اطلاق ہوتا ہے۔

میں جناب میاں باغ علی صاحب نسیم مدّظلہٗ اور جناب علامہ اقبال احمد فاروقی مدّظلہٗ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب پوری پوری صلاحیتوں کے ساتھ نذرِ قارئین کی ہے۔

سُلطان الہند حضرت سیّد معین الدین

چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۳۶ء

آنجناب ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۶ء سبجز (سجستان) میں پیدا ہوئے۔ والدگرامی قدر کا نام نامی خواجہ غیاث الدین اور والدہ ماجدہ کا بی بی اُم الورع الموسوم بی بی ماہ نور دبی بی خاص الملکہ ہے۔ آپ نجیب الطرفین سادات کرام سے ہیں برصغیر پاک وہند میں جس قدر اولیائے کرام گذرے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ آپکے القابات ہیں جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔ سلطان الہند، ہند النبی، ہندالولی، نائب رسول فی الہند، غریب نواز، خواجۂ خواجگان، خواجہ اجمیر، خواجہ بزرگ معین الملت والدین۔ معین الحق وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی پرورش اصفہان میں ہوئی۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ ابھی آپ تیرہ چودہ برس کے تھے۔ کہ آپ کے والد ماجد رحلت فرما گئے اور ترکہ میں آپ کو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی جس سے آپ اپنی گذران کرتے تھے۔ ۱۵۳۰ء میں آپ کی ملاقات ابراہیم قندوزی مجذوب سے ہوئی جس نے آپ کی زندگی کی کایا ہی پلٹ دی۔ باغ اور پن چکی فروخت کر دی۔ اور یہ رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کردی اور خود تلاش حق میں مسافرت اختیار فرمائی۔ خراسان، سمرقند، بخارا کے دینی مدارس سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے عراق۔ عرب اور ہارون ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے۔ جہاں حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس شہر کے بزرگان سے

فیوض و برکات حاصل کر کے آپ ہارون قصبہ میں پہنچے۔ اور وہاں حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارجمند حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت فرمایا۔ اڑھائی سال اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر بغداد شریف ۱۱۶۰ھ میں پہنچے۔ جہاں آپ نے حضرت شیخ ضیأ الدین ابو نجیب عبدالقادر سُہروردی سے ملاقات کی۔ چندے قیام کے بعد آپ نے شام کا رخ کیا۔ اور پھر کرمان کا سفر اختیار فرمایا۔ اور پھر بغداد شریف پہنچے۔ بغداد شریف سے آپ ہمدان، تبریز، استر آباد، بخارا، خرقان، سمرقند، میمنہ، چشت، ہرات، سبزوار ہوتے ہوئے سرزمین ہندوستان پہنچے۔ ۱۱۶۵ھ میں ملتان تشریف لائے۔ ملتان سے مدینۃ الاولیا لاہور تشریف لائے۔ اور حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دی۔ اعتکاف کیا۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر واپس غزنی پہنچے۔ استر آباد۔ رے ہوتے ہوئے بغداد شریف تشریف لے گئے۔ ۱۱۶۶ء؍ھ میں حضرت عثمان ہارونی بغداد شریف پہنچے تو اس سے تھوڑا عرصہ بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس طرح آپ بیس سال تک اُن کی خدمت میں رات دن رہے اور سفر و سیاحت کی منازل طے کرتے رہے۔ ۱۱۸۶ھ میں آپ کو شرف خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور جانشین نامزد فرمایا۔ نیز تبرکات نبوی جو حضرت خواجگان چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آ رہے تھے۔ آپ کے سپرد کئے۔ ۱۱۶۶ء؍ھ سے ۱۱۸۶ھ کی مختصر سیاحت کی تفصیل اس طرح ہے کہ ۱۱۶۸ھ میں آپ اپنے مرشد پاک کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے اور زیارت و طواف سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ آئے۔ وہاں سے بخارا، اوش، بدخشاں، بغداد، سیوستان، دمشق، سنجر ہوتے ہوئے بغداد پہنچے۔ یہاں آپ نے دوسری بار حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ اور فیضان حاصل کئے۔ یہاں سے آپ اپنے پیرو مرشد سے جُدا ہوئے۔ اور آپ نے بیس سال میں جو آپ سے

ارشادات سُنے۔ اور اُن کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام "دلیل العارفین" ہے۔ آپ کے پیر و مرشد مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور آپ اوش سے اصفہان پہنچے۔ یہاں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اور انہوں نے آپ سے بیعت کر لی اور اب یہ دونوں حضرات اکٹھے سفر کرنے لگے۔ اصفہان سے حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب الاقطاب ۱۱۸۹ء میں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ یہاں آپ کو اجمیر شریف جانے کا حکم ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی خواب میں آپ کو اجمیر کا تمام شہر، قلعہ و کوہستان دکھایا گیا۔ چنانچہ آپ حضرت قطب الاقطاب کے ہمراہ مدینہ منورہ سے بغداد شریف ۱۱۸۹ء میں ہی پہنچے۔ اور ۱۱۹۰ء میں چشت شریف پہنچے۔ یہاں سے ہرات، سبزوار، قلعہ شادمان، ملتان لاہور، سمانہ میں ہوتے ہوئے ۱۱۹۰ء میں اجمیر شریف پہنچے۔ جہاں کا حکمران راجہ پرتھوی راج تھا۔ پہلے آپ نے انا ساگر کے کنارے قیام کیا۔ پھر لب جھالرہ آ گئے۔ راجہ پرتھوی راج آپ سے اچھا پیش نہ آیا۔ اس لئے آپ نے اس کی سلطنت سلطان شہاب الدین غوری کے حوالے کر دی اور خود لشکر کے ہمراہ پشاور تک آئے۔ پشاور سے آپ لاہور تشریف لائے اور سید حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ لاہور سے دہلی ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچ گئے اور پھر غوری کا لشکر بھی وہاں پہنچ گیا۔ شہاب الدین غوری چند ایام اجمیر شریف میں رہ کر دہلی آیا ..... اور قطب الدین ایبک کو نائب السلطنت مقرر کر کے خود لاہور پہنچا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۲ء میں پھر اجمیر شریف سے بغداد شریف کیلئے روانہ ہوئے۔ چندے قیام کے بعد پھر عازم ہندوستان ہوئے۔ پہلے بلخ پہنچے پھر غزنی۔ لاہور۔ دہلی ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچ گئے۔ کچھ دن اجمیر شریف رہنے کے بعد آپ پھر خراسان کی طرف چلے گئے اور ۱۲۱۵ء کے قریب براستہ دہلی اجمیر شریف

تشریف لے آئے۔

"گنج الاسرار" میں لکھا ہے کہ ۱۲۱۵ء میں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے۔ یہاں آپ کی ملاقات ان سے ہوئی اور پھر سلطان شمس الدین التمش آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بادشاہ کی طلب صادق دیکھ کر ان کو شرف بیعت و خلافت سے سرفراز کیا۔ حضرت خواجہ ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تین سال رہا۔ ان تین سالوں میں سلطان نے مہماتِ مُلکی میں حصّہ نہیں لیا۔ بلکہ عبادات و ریاضات میں مشغول رہا۔ ڈاکٹر ظہور الحق شارب "معین الہند" میں لکھتا ہے کہ شیخ سعدی شیرازی دہلی آکر ہر دو بزرگان سے ملے تھے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف چلے گئے اور حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ جانب عرب روانہ ہوئے۔ ۱۲۲۴ء میں حضرت خواجہ غریب نواز پھر دہلی تشریف لائے۔ اور چند دنوں کے بعد شیخ نجم الدین صُغریٰ کا معاملہ ختم کر کے واپس اجمیر شریف چلے گئے۔

اجمیر شریف میں پھر آپ تا حیات قیام فرما رہے۔ ۱۱۹۴ء میں آپ نے بحکم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بی بی امتہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ایک راجہ کی لڑکی) سے شادی کی جس کے بطن سے حضرت خواجہ فخر الدین، حضرت خواجہ حسام الدین اور حضرت بی بی حافظ جمال تولد ہوئے۔

دوسری شادی آپ نے ۱۲۲۳ء میں بی بی عصمت اللہ سے کی جس کے بطن سے حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ آپ رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زیارت پاک سے متعدد بار سرفراز ہوئے۔ "اکبر نامہ" اور "اقبال نامہ جہانگیری" میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ آپ کے ملفوظات قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلیل العارفین" کے نام سے مرتب کئے۔

آپ کا وصال ۶ رجب المرجب ۶۲۷ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۲۳۶ء

بمطابق اخبار الاخیار مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اجمیر شریف میں ہوا۔ اور سب سے پہلے حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۶۱ھ عہد سکندر لودھی از اولاد حضرت حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی قبر کے اوپر عمارت روضہ کی بنیاد رکھی۔

"لمعات خواجہ" کا مؤلف آپ کی تصانیف اس طرح لکھتا ہے۔

(۱) انیس الارواح۔ ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۲) کشف الاسرار۔ علم تصوف کے موضوع پر ہے۔
(۳) کنز الاسرار یا گنج الاسرار۔ اس کو وضعی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی دہلی میں آمد کا ذکر ہے۔
(۴) رسالہ تصوف منظوم۔
(۵) رسالہ آفاق وانفس۔
(۶) حدیث المعارف۔
(۷) رسالہ موجودیہ۔
(۸) دیوان معین۔

"اخبار الاخیار" میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی قبر پاک اینٹوں سے بنائی گئی۔ بعد میں اس کے اُوپر ایک پتھر کا صندوق بنوا دیا گیا۔ اور پہلی قبر کو بھی اسی طرح بحال رکھا۔ اس لئے اب قبر شریف اُونچی معلوم ہوتی ہے۔

سُلطان شہاب الدین غوری نے خراسان میں ایک خواب دیکھا کہ وہ حضرت سُلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں دست بستہ کھڑا ہے جو فرما رہے ہیں کہ ہندوستان کا تخت تمہارے مقدر میں ہو چکا ہے چنانچہ وہ اپنی افواج کے ساتھ ہندوستان پہنچا۔ پرتھوی راج سے معرکہ ہوا جس میں اس کو شکست فاش ہوئی۔ تو سلطان اجمیر شریف پہنچا۔ اور وہ حضرت،

خواجہ بزرگ کی خدمت میں پہنچ کر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

سلطان محمود خلجی نے اجمیر کو راجپوتوں کے تسلط سے نجات دلوائی تو اس نے روضۂ اقدس کے سرہانے کی طرف مسجد صندل خانہ تعمیر کرائی مجاوروں اور خدام کو انعامات سے نوازا۔ اور خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دے کر والئ اجمیر مقرر کیا۔

سلطان بہادر شاہ گجراتی مرقدِ منور حضرت خواجہ پر حاضر ہوا۔ اور آپ کی دعا و برکت سے گجرات کا بادشاہ بنا۔ اس نے ۱۵۳۷ء تک گجرات پر حکومت کی ہمایوں نے اسی سال اس کو شکست دے کر گجرات پر قبضہ کر لیا۔

سلطان شمس الدین التمش جو آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوا تھا۔ اس نے ایک مسجد "اڑھائی دن کا جھونپڑا" تعمیر کرائی۔ مسجد کی محرابیں ہندوانہ طرزِ تعمیر سے متاثر ہیں ستون ہندوؤں کے فن تعمیر کا مظہر ہیں۔ ان پر ٹوٹے پھوٹے بتوں کے نشانات اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ مسجد کی کرسی براعظم ایشیا میں بلند ترین کرسی ہے جس کی ۲۵ سیڑھیاں ہیں۔ ۱۵۰۰ء کے لگ بھگ تعمیر کرایا تھا۔ یہ کام حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ نیز انہی کی نگرانی میں آپ کے مزار خام پر گنبد اور عمارات روضہ تعمیر کی گئیں

شہنشاہ جلال الدین اکبر متعدد بار دربار حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا۔ اس نے جو مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کے متعلق علامی ابوالفضل نے اپنی تصنیف "اکبر نامہ" میں یوں لکھا ہے۔

عمارات عالی بناز مسجد خانقاہ دراں حوالش لمع   ترجمہ۔ اکبر نے ایک مسجد اور اس کے متصل ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔

"معین الارواح" میں لکھا ہے کہ جب بادشاہ دار الخلافہ آگرہ سے فتح پور سیکری کی طرف شکار کے لئے جا رہا تھا۔ تو موضع منڈھا کے قریب اس نے حضرت خواجۂ خواجگان جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں جانب اجمیر روانہ ہوا۔ وہاں

۱۵۹۶ء

۱۹۶۲ء

پہنچ کر اس نے روضہ انور کی زیارت کی اور فاتحہ خوانی کی

۱۵۶۷ء میں وہ اجمیر شریف حاضر ہوا۔ اور فتح چتوڑ کی خوشی میں اُس نے بڑی دیگ نذر کی جس میں ایک سو من چاول پکتے ہیں چتوڑ سے اجمیر شریف کا سفر بادشاہ نے پیدل کیا تھا۔ اس دفعہ اس کا قیام اجمیر دس یوم کا تھا۔ اس کو بڑی دیگ کہا جاتا ہے۔ یہ بڑی دیگ اس کے بنا کردہ لنگر میں ہے۔" منتخب التواریخ" میں بدایونی نے اس کی تفصیل دی ہے دیگ کا محیط ۳۶ فٹ اور قطر ۱۲½ فٹ ہے۔ ۱۸۵۰ء اور ۱۸۹۰ء میں اسکی مرمت کرائی گئی تھی۔

۱۵۶۹ء میں اکبر نے رنتھمبور فتح کیا۔ تو پھر حضرت سرکار غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوا اور نیاز پیش کی۔ ۱۵۷۰ء میں جب حضرت سلیم چشتی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جہانگیر پیدا ہوا۔ تو بادشاہ ۱۲ شعبان المعظم ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۷۰ء بروز جمعہ آگرہ سے پا پیادہ اجمیر شریف حاضر ہوا چند دن قیام کیا۔ اور مجاوروں کو تحائف دیئے۔ نیز فاتحہ خوانی کی۔ اکبری مسجد تعمیر کرائی محراب مسجد ۵۶ فٹ بلند ہے۔ گنبد کے گوشوں پر مرمرین مینار ہیں۔ صحن مسجد میں ایک ہشت پہلو حوض تھا جو اب مفقود ہے۔ مسجد سے متعلقہ عمارات ۱۴۰ مربع فٹ ہے۔ نیز شہر اجمیر شریف کے گرد چار دیواری تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

۱۵۷۱ء میں جب اس کا دوسرا بیٹا شہزادہ مراد پیدا ہوا۔ تو پھر بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر کیا۔ اور حضرت سلطان الہند کے مرقد منور کا طواف کیا۔ صاحب "منتخب اللباب" لکھتا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ مزار کے گرد گچ اور مشک کا حصار تعمیر کیا جائے۔

۱۵۷۲ء میں اکبر حصار فیروزہ کا تماشا دیکھنے گیا۔ تو وہاں سے واپسی پر اجمیر شریف میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ نیز شہنشاہِ اکبر کا بیٹا دانیال اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے ہی مجاور دانیال کے مکان میں پیدا ہوا تھا۔ اس نسبت سے شہزادہ کا نام دانیال رکھا گیا۔ اس

اس مکان کو دولتکدہ دانیال کہا جاتا ہے

۱۵۷۳ء میں شکار کھیلتا ہوا جب اجمیر شریف پہنچا۔ تو مرقد منور پر فاتحہ خوانی کی۔

۱۵۷۴ء میں اکبر پھر حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر حاضر ہوا۔ تو درگاہ میں حاضر ہوکر شرائط طواف ولوازم استمداد بجالایا اور دو لاکھ روپیہ نقد وجنس مجاوروں اور غرباء ومساکین میں تقسیم کیں۔

۱۵۷۵ء میں پھر اکبر مرقد اقدس حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہٗ پر حاضر ہوا۔ اور نذر ونیاز پیش کی۔ ۱۵۷۶ء میں پھر اجمیر شریف حاضر ہوا۔ تو اس وقت فتح بنگال کے بعد دو نقارے داؤدی درگاہ شریف میں پیش کئے۔ بدایونی لکھتا ہے۔ کہ بادشاہ حسب سابق اجمیر سے سات کوس کے فاصلہ سے آستانہ عالیہ کی طرف پاپیادہ چلا۔ ہر روز درگاہ شریف میں اہل اللہ کے ساتھ بادشاہ کی محفل ہوتی۔

۱۵۷۷ء میں اکبر فتح پور سیکری سے اجمیر شریف گیا۔ روضۂ اقدس کا طواف کیا۔ اس سفر میں اکبر اجمیر شریف سے ادھر تین میل سے پاپیادہ اجمیر شریف پہنچا۔ دس ہزار روپے خدام اور مجاوروں میں تقسیم کئے۔ ۱۵۷۹ء اور ۱۵۸۰ء میں بھی حاضری دی۔

بلند دروازے سے آگے ایک وسیع صحن میں ایک گنبد نما ہشت پہلو خوبصورت چھتری بنی ہوئی ہے۔ جس میں متعدد چراغوں کا حامل ایک چراغ دانی ہے یہ بھی اکبر بادشاہ نے پیش کیا تھا۔

اکبر نامہ جلد دوم مصنفہ علامہ ابو الفضل میں لکھا ہے۔

"عمارات عالی بنا از مسجد وخانقاہ دراں حواشی لمع انداختہ" یعنی اکبر نے ایک مسجد اور اس کے متصل خانقاہ تعمیر کرائی۔

بڑی دیگ

۱۵۶۷ء یہ اکبر نے نذر کی تھی۔ اس کا حال آگے بیان ہو چکا ہے، امیر علاء الدولہ المتخلص بہ کافی نے دیگ کی تیاری کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے۔

شاہِ دیں پرور جمشید سریر خسرو عہد محمد اکبر

ساخت بے شبہ پئے فتح چتوڑ — دیگ رزمین تن اژدر پیکر
بہر تاریخ وے از عالم غیب — دیگ چتوڑ کشا۔ شد یکسر
۹۷۴ھ

بعدازاں اس کی مرمت ۱۸۸۵ء اور ۱۸۹۰ء میں کی گئی۔

شیر شاہ سوری راجہ مال دیو حاکم مارواڑ کو شکست دینے کے بعد ۱۵۴۴ء میں خانقاہ عالیہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اور غرباء و مساکین پر کافی رقم تقسیم کی نیز روضہ منورہ کا طواف کیا۔ اور تمام رسومات بجالایا۔ حاضری کے بعد تارا گڑھ کی پہاڑی پر گیا چونکہ وہاں پانی کی کمی تھی۔ اس لئے اُس نے معمار مقرر کئے۔ کہ چشمہ حافظ جمال سے قلعہ پر پانی پہنچائیں۔ اور اس کا نام شیر چشمہ رکھا۔ شیر شاہ سوری اس سال فوت ہوگیا۔ اور اس کا مقبرہ سہسرام میں بنا۔

نُور چشمہ جہانگیری

سنہ جلوس۔ یہ چشمہ تارا گڑھ کے مشرق میں ہے قبل ازیں اس کے متصل راجہ جے پال کا آباد کردہ شہر اجمیر تھا جب نُورالدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں اجمیر آیا۔ تو اس نے اس چشمہ کے قریب ایک محل تعمیر کیا۔ محراب دروازہ پر سنگ مرمر کی لوح میں یہ قطعہ کندہ ہے۔

بلند اقبال شاہِ ہفت کشور! — کہ وصف او نمی گنجد بہ تقریر
فروغ خاندانِ شاہِ اکبر — شہنشاہِ زماں شاہ جہانگیر
دریں سرچشمہ چوں آمد ز فیضش! — رواں شد آب خاکش کشت اکسیر
شہنشاہ کردنامش چشمۂ نُور — شدہ آب خضر زد چاشنی گیر
دہم سال از جلوس شاہِ غازی — بحکم بادشاہِ نیک تدبیر
بہ طرفِ چشمۂ نوراین عمارت — جہاں آرائے شد از روئے تقدیر

خسرو تاریخ اتمامش رقم کرد
محل شاہ نورالدین "جہانگیر" (۱۰۲۴ھ)

۹ سنہ جلوس ۔ جہانگیر اپنی تورک میں لکھتا ہے کہ "جمعرات ۱۲ ماہ شہر یور (ماہِ رجب) کو میں نے اپنے دونوں کان چھدوا کر ان میں ایک ایک موتی پر مشتمل حلقے ڈال لئے کیونکہ میں نے اپنی بیماری کے ایام میں منت مانی تھی۔ کہ بحالیٔ صحت ہو کر جس طرح اپنے آپ کو باطنی طور پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حلقۂ ارادت میں شمار کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بھی، انہیں کی روحانی برکات کے طفیل سمجھتا ہوں اسی طرح سے ظاہری طور بھی اپنے کان چھدوا کر ان میں عقیدت مندی کے حلقے ڈال لوں گا۔ اور باقاعدہ طور پر انکے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ یہ واقعہ جلوس کے بعد نویں چشتی نوروز کا ہے۔

جہانگیر مزید لکھتا ہے۔

"بہ خواجہ حسین کہ از نبائر خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ است نیم سالہ ہزار روپیہ عنایت نمودم" ترجمہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے خواجہ حسین کو ششماہی ہزار روپیہ میں نے عنایت کئے۔

۱۰ سنہ جلوس۔ "شب یک شنبہ بموقعہ عرس حضرت خواجۂ خواجگان میں حاضر ہوا۔ آدھی رات وہاں رہا۔ خدام و صوفیا کو وجد رہا۔ ان کو میں نے اپنے ہاتھ سے زر تقسیم کیا۔ اس موقعہ پر کل چھ ہزار روپیہ نقد یک صد شوب کرتہ و ہفتاد تسبیح مروارید و مرجان و کہربا تقسیم کی گئیں"۔

چھوٹی دیگ

جہانگیر نے یہ دیگ ۱۶۱۳ء میں پیش کی تھی۔ اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ اس کی مرمت ۱۸۵۰ء اور ۱۸۹۰ء میں ہوئی تھی ملا مداری مدار المہام ریاست گوالیار نے مرمت کرائی۔ جواہر علی پیرزادہ نے حسب ذیل تاریخ مرمت کی۔

زر ملا مداری کرد در تعمیر دیگ | یاد نامش درمیاں روشن بہ مثل آفتاب
بخت در مہتہ بے چندش نمودہ اہتمام | گفت ہاتف سال تاریخش جہاں شد فیض یاب

۱۲۶۶ھ

پھر نواب دلدوز نواز جنگ امیر حیدر آباد دکن نے چھوٹی دیگ ۱۸۹۰ء میں از سر نو تعمیر کرائی۔

تالاب بسیلہ یہ تالاب موجودہ شہر اجمیر کے مشرق میں ریلوے سٹیشن سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ جہانگیر نے اس تالاب کے کنارے محلات تعمیر کرائے تھے۔ اس مقام پر جہانگیر نے شاہِ انگلستان کے سفیر سے ملاقات کی تھی۔ اور سفیر نے ایک چار پہیوں کا چرٹ بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ نیز دولت باغ لگایا۔

شہنشاہ نورالدین جہانگیر متعدد بار حضرت خواجہ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوا تھا۔ ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۴ء میں جب روضہ پر حاضر ہوا۔ تو اس نے جو دیگ آگرہ میں تیار کرائی تھی۔ وہ نذر کی۔ "تو زک جہانگیری" میں لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے والد کی تقلید میں اجمیر شریف سے ادھر تین میل سواری سے اُتر گیا۔ اور بمعہ اُمراء و جرنیلوں کے با پیادہ شہر میں داخل ہوا۔ پھر اُس نے آستانہ عالیہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہو کر اس میں کھانا پکوایا اور پانچ ہزار غرباء و مساکین کو اپنے سامنے کھانا کھلایا۔ نیز ہر ایک درویش کو اشرفیاں دی گئیں۔ دیگ کی تیاری کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

بدنیا باد دائم نعمت دیگ جہانگیری

۱۰۲۲ھ

اس میں تقریباً اسّی من چاول پک سکتے ہیں۔ اس کو چھوٹی دیگ کہا جاتا ہے اس کا محیط ۲۲ ½ فٹ اور قطر ۸ فٹ ۲۔ ۱ انچ ہے۔ اس دیگ کی مرمت ۱۸۵۰ء اور ۱۸۹۰ء میں کرائی گئی تھی۔

"اقبال نامہ جہانگیری" مصنفہ مرزا محمد عرف معتمد خاں بخش میں اسکی تفصیل ملتی ہے۔ "تو زک جہانگیری" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے بعض مرادیں بر آنے پر روضہ عالیہ حضرت خواجہ میں چھپر کھٹ کے بیچ میں سنہری کٹہرہ نصب کرایا تھا۔ (محجر طلائی جالی دار) یہ محجر ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔ آج کل یہ محجر نہیں ہے۔ شہنشاہ مزید لکھتا ہے کہ اجمیر میں قیام کے

دنوں میں نو مرتبہ مزار اقدس حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اس دفعہ اس کا قیام اجمیر شریف ۱۸ نومبر ۱۶۱۳ء سے ۱۰ نومبر ۱۶۱۶ء یعنی تین سال تک رہا۔

شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہان اپنے دورِ حکومت میں پانچ مرتبہ حاضر دربار حضرت خواجہ ہوا تھا۔ پہلی بار وہ اپنے سال جلوس کے پہلے سال حاضر دربار ہوا تھا۔ اور خدام کو انعامات سے نوازا تھا۔

۱۶۳۸ء میں اس نے شاہ جہانی دروازہ (کلمہ دروازہ) تعمیر کرایا۔ محراب دروازہ کی پیشانی پر بخط جلی سنہری حروف میں کلمہ شریف لکھا ہے۔ دروازہ پر آب زر سے یہ شعر مرقوم ہے۔

بعہد شاہ جہاں بادشاہ دیں پرور زدورِ ظلمت بادشاہ دیں پرور

ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جس پر دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ اٹھا مسجد کا طول ۹۰ گز شرعی اور عرض ۲۷ گز شرعی ہے۔ تاریخ تعمیر حسب ذیل ہے۔

قبلۂ اہلِ زماں شد مسجد شاہجہاں

۱۰۴۷ھ

ملک الشعراء ابوطالب حکیم ہمدانی نے تاریخ تعمیر اس طرح بیان کی ہے۔

کعبۂ حاجات دُنیا مسجدِ شاہِ جہاں

۱۰۴۷ھ

یہ مسجد نفیس سنگ مرمر کی تعمیر کردہ ہے۔ اندرون وسط محراب میں سنہری حروف میں کلمہ طیبہ لکھا ہے۔ آنے جانے کے لئے اس کے پانچ دروازے ہیں۔ ۱۸۲۶ء میں تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دہلی سے لاکر اس میں رکھے گئے تھے۔

"معین الارواح" میں لکھا ہے۔ کہ اس وقت کلمہ اور محراب سے آب خنک رسنے لگا تھا۔ جسے بعض لوگ اشک فشانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بادشاہ اناساگر سے آستانہ عالیہ تک پیدل آیا۔ حاضری کے بعد دس ہزار روپیہ خدام میں تقسیم کیا۔

مسجد کی بیرونی محرابوں پر اللہ تعالیٰ کے نود و نہ (۹۹) نام ہیں سب سے اُوپر یہ کتبہ ہے۔

شنیدم ز خاصان فرخندہ فال	کہ بیش جلوس ابد اتصال
شہنشاہِ دیں پرور و دیں پناہ	فلک قدر شاہِ جہاں بادشاہ
پناہِ اُمم صاحبِ تخت و تاج	کہ دارد شریعت بعہدش رواج
پس از فتح رانا بصد عزّ و جاہ	بدولت در اجمیر زد بارگاہ
بطوفِ مزارِ حقائق شعار	معین جہاں خواجۂ روزگار
حقائق پناہ و معارف مآب	کہ دادش فلک قطبِ عالم خطاب
دراں روضۂ پاک مسجد نبود	دلش را تمنائے مسجد فزود
خداوند را با خدا شد قرار	کہ ماند ازو مسجدِ یادگار
بسے بر نیامد ز دور فلک	کہ آں قبلہ گاہِ ملوک و ملک
چو بنشستہ بر تختِ شاہنشہی	ز لطفِ الٰہی بفرمان دہی
کمر بست و چست و قدم بر کشاد	نہ از راہ و رسم از رہ اعتقاد
بہ توفیقِ حق گشت کارش تمام	بنا کرد ایں مسجد و شد تمام
زہے مسجدِ بادشاہِ جہاں	کہ دارد ز بیت المقدس نشاں
خوشا قدر ایں خانہ کز احترام	بود ثانی اثنین بیت الحرام
مقدس حریم چو قدس خلیل	بوصفش زباں وقفِ ذکرِ جمیل
شمارند با کعبہ اش توأماں	کہ دیدہ است مسجد بایں فر و شاں
کند دستہ مژگاں خود آفتاب	کہ جاروب کش یابد اینجا خطاب
نمایاں درو کعبہ وقت نماز	ز محراب در بر حرم کردہ باز
بفرش گذاری چو روئے امید	شود نام چوں سنگِ مرمر سفید
طلبگار حاجات دل بستہ اش	بہار مناجات گلدستہ اش
چو شاہِ جہاں در محل نماز	بہ محرابش آورد روئے نماز
ز توفیقِ محراب کرداند دو شو	بیک قبلہ پشت بیک قبلہ رُو

جہاں را دو چشم اند مردم نشیں | یکے خانۂ کعبہ و دیگر ایں
نشستہ بہ مسجد شہنشاہِ دیں | بود کعبہ پیوستہ مسند نشیں
اجابت زند بر عبادت نیاز | خوش آں کس کہ آنجا گذارد نماز
تواں گز بر ممبرش جاں سپند | کزاں نام شاہ جہاں شد بلند
بہ تکلیف مردم برائے نماز | درش چوں در توبہ پیوستہ باز
بود خطبۂ شاہ نادر خورش | زیاں ملائیک مے سز د ممبرش
لب حوضش از آب زمزم پر است | زمحراب با کعبہ در بر در است
زلالش زہر موجہ بے دریغ | بقطع تعلق کشید است تیغ
زسنگش چناں کار پرداز زنگ | کہ گوئی نباشد زیک پارہ سنگ
بفرمودۂ سایۂ کردگار ! | چو کرد ایں بنا را قضا استوار

نوشتند تاریخش اہلِ یقیں
بنائے شاہنشاہِ روئے زمیں

جب اس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے تو چار توپیں (توپ نما نال) داغی جاتی ہیں۔ ایک بوقت ادائیگی سنت۔ دوسری خطبہ کے وقت تیسری بوقت اقامت اور چوتھی سلام کے بعد داغی جاتی ہے۔

اناساگر کے شمال میں شاہ جہان بادشاہ نے ایک باغ بھی تعمیر کرایا تھا جو شاہ شاہجہان باغ کہلاتا تھا۔ نیز لب اناساگر خوبصورت سنگ مرمر کی بارہ دری تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ آپ کے روضہ منورہ پر موجودہ سنگ مرمر کی عمارت (احاطہ نور) تعمیر کرائی۔ شہر پناہ کی دیوار بھی بڑھائی اور مرمت کرائی۔

۱۶۴۲ء میں شاہ جہان کے ساتھ شہزادی جہاں آرا بیگم بھی ساتھ ہی آگرہ سے آئی تھی۔ محمد صالح کنبوہ "عمل صالح" میں لکھتا ہے۔ کہ شاہجہان نے ۳۱۔ اکتوبر ۱۶۴۳ء اتوار کو دو گھڑی رات گزر نے پر دولت خانہ سے روانہ ہو کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا۔ ۸ رمضان

۲۰۔ نومبر ۱۶۴۳ء کو اجمیر شریف میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر زیارت اور فاتحہ خوانی سے مشرف ہوئے۔ آستانے پر مجاوروں اور درویشوں کو دس ہزار روپے تقسیم کر کے اناساگر کے کنارے والے نشیمن میں آئے شام کے وقت پھر مزار پُرانوار حضرت خواجہ پر حاضر ہوئے اور حکم دیا کہ جہانگیر بادشاہ کی رکھی ہوئی بڑی دیگ جس میں ۳۵ من شاہجہانی چاول پکتے ہیں۔ اس میں مابدولت کی شکار کی ہوئی نیل گایوں کا گوشت اور مصالحے ڈال کر پلاؤ پکائیں اور درویشوں میں تقسیم کریں۔ مؤرخ خافی خاں نے بھی اسی طرح تحریر کیا ہے۔ پھر ۶ نومبر ۱۶۵۴ء کو اجمیر شریف پہنچے۔ شام کے وقت آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ باپ دادا کے دستور کے مطابق روضہ منورہ کے دروازے پر سواری سے اُتر کر پیدل چلے اور سلام کر کے فاتحہ پڑھی۔ خدام اور مجاورین کو انعام واکرام سے نوازا۔ ۸ نومبر کو دوبارہ فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ اپنی تعمیر کردہ سنگِ مرمر والی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ اس روز شکار کردہ نیل گایوں کا ۱۴۰ من گوشت گھی اور مصالحے ڈال کر بڑی دیگ میں پکوا کر تقسیم کیا۔

اجمیر شریف میں ہی بادشاہ نے سُنا کہ چتوڑ کے قلعہ کی رانا مرمت کرا رہا ہے اور یہ بات خلاف معاہدہ تھی۔ اس لئے بادشاہ نے نواب سعد اللہ خاں کو بیس ہزار سواروں کو برائے مسماری قلعہ روانہ کیا۔

جھالرہ کی مضبوط چار دیواری بھی شاہجہان نے تعمیر کرائی تھی۔

جنوبی توشہ خانہ میں شاہ جہان کا فرمان مقفل ہے۔ اس میں سات قفل لگے رہتے ہیں۔ اور ساتوں کنجیاں سات خدام صاحبان کے پاس رہتی ہیں۔

شہزادی جہاں آرا بیگم المتوفی ۱۶۸۱ء نے ایک کتاب "مونس الارواح" لکھی جس میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فریدالدین گنج شکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نصیرالدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حمید الدین

ناگوری کے نہایت عقیدت مندی سے احوال لکھتے ہیں۔

حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر کی ابتدا ان اشعار سے کرتی ہے۔

آں شہنشاہِ جہاں معرفت — ذات او پیراں زادراک و صفت
خسرو ملک فنا بے تخت و تاج — از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحر عشق از صدق و صفا — از خودی بیگانہ با حق آشنا
کرد مرغ ہمتش زادرج کمال — بیضۂ افلاک را در زیر بال
اختر برجِ سپہر لم یزل — گوہر درجِ کمالِ بے بدل
آں معین دین و ملت بے نظیر — فارغ از دنیا بہ ملکِ دیں امیر
در ثنائے او زبانم را چہ حد — فیض او یابد کہ فرماید مدد

شہزادی جہاں آرا بیگم کی قبر پر یہ کتبہ لگا ہے۔

ھو الحی القیوم

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است
الفقیرۃ الفانیۃ جہاں آرا مرید
خواجگانِ چشت بنت شاہ جہاں
بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ

۱۰۹۳ھ

شہزادی جہاں آرا بیگم ۱۶۴۰ء میں پہلی مرتبہ اپنے والد شاہجہان کے ہمراہ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئی۔ اور اناساگر کی عمارت میں قیام کیا۔

روضۂ منورہ کی زریں چھت میں کاشانی مخمل کی زریں چھت گیری لگی ہوئی ہے جس میں طلائی زنجیروں میں سنہری گولے لٹک رہے ہیں۔ ان کی قیمت فی گولہ پانچ ہزار روپیہ ہے۔ اس کا سونا عہد شاہ جہانی کا عمدہ سونا ہے۔

پھر شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں بادشاہ ۱۶۴۴ء میں اپنے والد ماجد

کے ہمراہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوتی ہے اس سفر کا حال وہ اپنی تصنیف "مونس الارواح" میں یوں لکھتی ہے۔

"میں بتاریخ ۱۸ شعبان المعظم اپنے والد کے ہمراہ دارالخلافہ آگرہ سے اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوئی۔ اور ۷ رمضان المبارک کو وہاں پہنچی۔ اس سفر میں یہ میرا معمول رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورہ یٰسین اور سورت فاتحہ بہ صمیم قلب تلاوت کر کے اس کا ثواب حضرت سید معین الدین اجمیری کی رُوح پُرفتوح کی نذر کرتی رہی۔ کچھ ایام تالاب انا ساگر کی عمارت میں قیام رہا۔ یہاں بھی میں بوجہ ادب و احترام کبھی پلنگ پر نہ سوئی اور نہ ہی روضۂ اقدس کی طرف کبھی پشت یا پاؤں کئے۔ سارا دن درختوں کے سایہ میں گزارتی۔ تو آپ کی دعاء برکت سے دل میں ذوق و شوق پیدا ہوا۔ ایک رات میں نے مولو دادر چراغاں کیا۔ روضہ کی زینت اور خدمت کے لئے جو کچھ ملا اور ملے گا۔ اس میں کمی نہ کروں گی۔ الحمدللہ کہ بروز جمعرات ۱۴ رمضان المبارک حضور کے روضۂ منورہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن رہ گیا تھا۔ کہ حاضر دربار عالی مقام ہوئی۔ گنبد شریف میں حاضر ہو کر سات مرتبہ مزار مبارک کا طواف کیا۔ پھر اپنی پلکوں سے جھاڑو دی۔ مزار اقدس کی خاک و خوشبو کو سُرمۂ چشم بنایا۔ اس سے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ جو تحریر میں نہیں آسکتی۔ اس وقت نہایت سراسیمگی تھی۔ کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ آخر کار قبر شریف پر اپنے ہاتھوں سے عطر ملا۔ اور پھولوں کی چادر جو میں اپنے سر پہ رکھ کر لائی تھی۔ مزار شریف پر پیش کی۔ بعدازاں سنگ مرمر کی مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف کر کے والد بزرگوار نے نہایت عقیدت سے تعمیر کرائی تھی۔ پھر گنبد میں بیٹھ کر سورت یٰسین اور سورت فاتحہ حضرت خواجہ خواجگان کی رُوح پُرفتوح پر پڑھی۔ اور مغرب تک وہاں حاضر رہی اور آنجناب کے یہاں شمع روشن کر کے جھالرہ کے پانی سے روزہ افطار کیا۔ اس شام عجیب کیفیت تھی۔ اگرچہ اس مقدس مقام سے گھر آنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر مجبوری تھی۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اگر میں خودمختار ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشۂ عافیت میں بسر کرتی۔ ناچار رخصت ہوئی اس درگاہِ عالیہ سے رخصت ہو کر گھر آئی تمام رات بیقراری میں کٹی۔ صبح کو جمعہ کے روز والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ روانہ ہوگئی۔

اسی سال شاہزادی نے بیگمی دالان تعمیر کرایا۔ اس کی چھت سنگ مرمر کے ستون کی ہے۔ اور فرش سنگ افشاں ابری اور طلائی کا ہے۔

روضۂ عالیہ میں موجود دو کٹہرے بھی جہاں آرا بیگم نے ہی بنوائے تھے۔ دوسرا نقرئی مجر موجود ہے اس کی مرمت راجہ جے سنگھ والئ جے پور نے کرائی تھی۔ اس کا وزن بیالیس ہزار نوسو اکسٹھ تولہ تین ماشہ ہے۔

شہزادی جہاں آرا بیگم اپنی دوسری تصنیف "صاحبیہ" میں لکھتی ہے۔

" میں بیس سال کی عمر سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھتی ہوں۔ اور پیر دستگیر۔ قطب الاولیا۔ سید الاتقیا۔ سند الاصفیا۔ سردار عارفان کامل۔ سرحلقہ کاملان مکمل۔ قدوۃ العارفین۔ زبدۃ الواصلین۔ شیخ المحققین۔ خواجہ راستین معین الحق والدین حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مریدی کا حلقہ اپنی پُرخلوص کے کانوں میں ڈالے ہوئے ہوں۔ چند سال قبل میں اجمیر شریف گئی اور حضرت پیر دستگیر کے روضۂ منورہ کی زیارت کی۔ اسی روز سے اخلاص و عقیدت روز بروز بڑھتے جارہے ہیں"۔

شہزادہ داراشکوہ قادری اپنی تصنیف "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے۔

" یہ خاکسار بھی کئی مرتبہ روضۂ منورہ پر حاضری دے آیا ہے۔ اجمیر شریف نہایت پُرفضا اور پُرنور اچھی آب و ہوا والا شہر ہے۔ اس کے چہار اطراف ایک بڑا تالاب ہے۔ جو دریا کی طرح وسیع ہے۔ جس کا نام ساگر تال ہے اس فقیر (داراشکوہ) کی ولادت بھی اجمیر کے خطہ میں ساگر تال کے اُوپر ہوئی۔ اور تاریخ ولادت اس

فقیر کی ماہ صفر دوشنبہ کی شب ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۶ء ہے والد صاحب (شاہ جہاں) کے گھر میں تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکا تولد نہیں ہوا تھا۔ اور عمر ۲۴ سال ہو چکی تھی تو حضرت نے اس اخلاص و عقیدت کی بنا پر جو آپ سے تھی۔ نذر و نیاز کی اور درخواست کی اللہ کریم نے آپ کی (حضرت سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ) کی دعا برکت سے اس فقیر کو پیدا فرمایا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنی اور اپنے دوستوں کی حمیت نصیب فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)" شہزادہ شجاع پسر شاہجہان بھی آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا رہا ہے۔

۱۶۱۶ء میں شاہ جہان کی لڑکی حُور النسا وفات پا گئی۔ تو اس کی قبر روضہ شریف کی دیوار سے ملحق بنائی گئی۔ صاحب" احسن العیر" نے بحوالہ" توزک جہانگیری" اور" شاہجہان نامہ" اس کی تفصیل دی ہے۔ شہزادی کی وفات بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۹۔ جمادی الاوّل ۲۵ء ہوئی تھی۔

شہزادی حُور النسا عہد جہانگیری میں بھی آستانہ عالیہ اجمیر شریف حاضر ہوئی تھی۔ اس کا چھوٹا سا مقبرہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے کیواڑ بھی سنگ مرمر کے تھے۔ ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے اس وقت اجمیر شریف حاضری دی جب دارا شکوہ نے قلعہ تاراگڑھ پر مورچہ بندی کر کے اورنگ زیب عالمگیر کا مقابلہ کیا تھا۔ بادشاہ ۲۰ جمادی الثانی کو حضور خواجہ غریب نواز کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے بعد مزار پُرانوار کا طواف کیا اور پانچ ہزار روپیہ آستانہ عالیہ کے مجاورین اور متوسلین میں تقسیم کیا۔

اس دوران بادشاہ ایک مزار پر گیا جس پر زرّیں شامیانہ نقرئی شاہانِ مغلیہ کے زمانہ سے آویزاں چلا آ رہا تھا۔ اورنگ زیب نے دریافت کیا کہ یہ کس کا مزار ہے۔ کیونکہ اُس نے سمجھا کہ یہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یہ قبر تو نظام سقہ کی ہے جس نے آپ کے جدِ امجد کی جان دریا میں ڈوبنے سے بچائی تھی۔ یہ سُن کر عالمگیر نے کہا۔" شمع پیش آفتاب پرتو ندارد؟"

جتنی بھی آرائش وزیبائش اس قبر پر تھی۔ اسے لٹوادیا۔

پھر ۱۰۶۸ھ میں ۱۰ محرم الحرام اور ۲۹ شعبان المعظم کو حاضر دربار عالیہ ہوا۔ اور محلاتِ جہانگیری کی طرف سے مبلغ پانچ ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا۔

۱۰۶۸ھ میں یکم ربیع الاول کو پھر روضۂ انور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پہ حاضری دی اور پاپیادہ آستانہ اقدس پر آیا۔

مشہور مؤرخ خافی خان لکھتا ہے۔ کہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد اورنگ زیب عالمگیر آستانہ عالیہ اجمیر شریف حاضر ہوا۔ اور حکم دیا کہ شاہنواز خاں اور شیخ میر جو کہ لڑائی میں مارے گئے تھے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ اقدس میں لے جاکر دفن کریں۔ خود اس نے خدام کو انعام واکرام دیا۔ اور چار روز اناساگر کے کنارے مقیم رہا۔

۱۱۷۰ھ میں نواب مرزا چمن بیگ ابن مرزا عادل بیگ صوبہ دار مالوہ منجانب مہاراجہ مادھوجی سندھیا نے عیدگاہ تعمیر کرائی۔ اس کا طول ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے۔ جانب مشرق پانچ دروازے ہیں۔ وسیع عیدگاہ ہے۔

محراب وسطی میں یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔

شہ ملک توحید خواجہ معین — جبیں بر درش سوئے عرش بریں
زفیض شدہ فروزیبِ جہاں — یگانہ زماں فخرِ دورِ متیں
زلطف وکرم آں ولی اللہ — شد شمس دیں نورِ شمع مبیں
زمونش بنا کرد ایں عیدگاہ — چمن بیگ از روئے صدق و یقیں
بتاریخ سالش خرد ایں بگفت — شد آراستہ مسجدِ اہلِ دیں ۱۱۸۰ھ

فرخ سیر بادشاہ ہندوستان ۱۱۷۰ھ بھی آستانۂ عالیہ حضرت خواجہ غریب نواز پر حاضری کا شرف حاصل کرچکا ہے۔

۱۱۹۳ھ میں نواب والاجاہ رئیس کرناٹک المخاطب بہ امیرالہند نے بعہد شاہ عالم ثانی کرناٹکی دالان تعمیر کرایا تھا۔ دروں کی محرابوں کے اوپر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں۔

در حضورِ خواجۂ ہر دو سرا آں معین الدین شہ شہنشاہ
چوں امیر الہند کان عدل داد بحر جود و آسمانِ اعتقاد
یعنی آں نواب والا مرتبت نام والا جاہ عالی منزلت
کامراں ملک کرناٹک بود بندۂ خاص خدا بیشک بود
آں خلوص نیت صدق عفیف برنہادہ کرسی جائے لطیف
تا بیاسا ئید مردم اندریں موجب برکات باشد بالیقیں
گفت چوں تعمیرِ والا جاہی است ہم نبالیش موقف الٰہی است
سالِ تاریخش ز دل کردم طلب وجد در خود کرد دل والکرد لب
سال تاریخش بجو درایں دعا باد دائم قائم ایں فرخ بنا

۱۲۰۷ھ

۱۸۲۵ء میں نواب فیض اللہ خاں بنگش رئیس فرخ آباد نے توشہ خانہ کے باہر والے دروازے پر کیواڑوں کی جوڑی چڑھائی۔ اس پر حسب ذیل تاریخ کندہ ہے۔

خان فیض اللہ خان بنگش کہ نگاہش عالی است ساخت دروازہ معین جا دید
چونکہ درگاہ معین است چو خورشید بلند سال تاریخ شدہ۔ باب طلوع خورشید

۱۲۴۰ھ

اس دروازہ کے شمال رُخ ایک بڑا عقیق یمنی زرد رنگ دیوار میں جڑا ہوا ہے۔
حضرت شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۳۵ء خلیفہ ارشد حضرت مولانا فخرالدین فخر رحمۃ اللہ علیہ فخر جہاں دہلوی نے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ اُن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خواجۂ خواجگاں معین الدین فخر کون و مکان معین الدین
سرِ حق رابیاں معین الدین بے نشاں رانشاں معین الدین
مرشد رہنمائے اہلِ صفا ہادیِ انس وجاں معین الدین
خواجۂ لامکاں و قدس مکاں آسماں آستاں معین الدین

عاشقاں را دلیل راہ یقین　　سد راہ گمراں معین الدین

قرب حق اے نیاز اگر خواہی

ساز وردِ زبان معین الدین

سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت لکھی جس کے چند شعر اس طرح ہیں۔ اس بادشاہ کو انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں معزول کر کے جلاوطن کر دیا تھا۔

تم ہو یا خواجہ معین سرورانِ حق پرست

تم ہو رمز آگاہ کن اور واقفِ سرِّ الست

تم مددگار ظفر ہو کیوں ظفر کو ہو شکست

پھر فلک کی دیکھ گردش کانپتے ہیں پائے دست

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم است

فلک پر سے جو کہ ہل سکتا نہ ہو جوں نقش پا

تم اٹھاؤ تو وہیں ہو وہ سنبھل کر اٹھ کھڑا

عیسئے جاں بخش تم ہو اور فقیر راہنما

دردمندوں کی دوا ہو ناتواں کے ہو عصا

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم است

نواب میرزا خاں داغ دہلوی بھی آستانہ عالیہ پر پہنچے۔ اور اپنی حاجت اس طرح بیان کی۔

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز

یا واقفِ رازِ خفی و جلی سلطان الہند غریب نواز

لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اور اس در کی قسم

آیا ہوں پئے حاجت طلبی سلطان الہند غریب نواز

منہ عیش و طرب نے موڑ لیا دن رات کے غم نے گھیر لیا

سب دور ہوں میرے رنج دلی سلطان الہند غریب نواز

فریاد تم ہی سے ہے میری تکلیف ہی کیسی کیسی
ہو داد طلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نواز
یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے؟
تم آل نبی اولاد علی سلطان الہند غریب نواز

گورنر جنرل اور وائسرائے ہند لارڈ کرزن ۱۹۰۲ء میں آستانہ حضرت غریب نواز پر حاضر ہوا۔ اُس نے لکھا کہ "میں نے ہندوستان میں ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا"

۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خاں والیٔ افغانستان نے آستانہ عالیہ حضرت غریب نواز پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ درگاہ شریف میں چیف کمشنر اور دیگر حکامانِ برطانیہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا دیوان متولی اور خدام صاحبان نے شاندار استقبال کیا۔ لیکن بادشاہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ بلکہ سیدھا قبر شریف پر حاضر ہوا۔ دروازے بند کر دیئے گئے اور سب کو اندر آنے سے روک دیا گیا۔ آپ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گنبد شریف میں حاضر رہے۔ زاں بعد متولی اور دیوان صاحبان وغیرہم سے مصافحہ کیا اور ہمکلام ہوئے۔

۱۹۱۱ء میں ملکہ میری اہلیہ جارج پنجم بادشاہ برطانیہ نے آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور پانچ سو روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ درگاہ کے خزانے سے مزید رقم ملا کر محفل خانہ کے قریب حوض کی چھتری تعمیر کرائی گئی۔

۱۹۱۲ء میں میر عثمان علی خاں نظام دکن نے ۱۶ اکتوبر کو آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ غربا، مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلوایا۔ اس لنگر عام میں ہزارہا افراد نے شرکت کی۔ ہزارہا روپے تقسیم کیئے۔ اور عظیم الشان صدر دروازہ تعمیر کرنے کے احکامات جاری کیئے۔

۱۳۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو نظام دکن پھر حاضر دربار ہوا۔ اس وقت (عثمانی گیٹ) زیر تعمیر تھا۔ یہ فلک بوس دروازہ پچاس ہزار روپیہ کے اخراجات سے مکمل ہوا۔ اس کی بلندی ۷۰ فٹ۔ محراب دروازہ کی چوڑائی ۱۶ فٹ۔ لمبائی مع دو رویہ دالان ۲۷ فٹ

۲۰ فٹ ہے۔ دروازے کے اوپر نقارخانہ ہے۔ یہاں پنج وقتہ نوبت شہنائی بجائی جاتی ہے۔ اور ہر گھنٹہ گھڑیال بھی بجتا ہے۔ نظام دکن نے اُس وقت ایک منتظم۔ دو چپراسی۔ دو گھڑیال۔ چھ شہنائی نواز اور آٹھ نقارچی وغیرہ مامور کئے تھے جس کا ماہوار خرچ پانچ سو روپیہ سے زائد تھا۔

نظام دکن نے جامع مسجد اور گنبد شریف کے اندرونی حصّے کی بھی مرمت کی۔ سنگِ مرمر کی اگر دانی اور مرمریں چراغ دانی تعمیر کرایا۔ دونوں جھالروں کو ایک کرایا۔ مزار شریف کے بائیں جانب چاندی کی تختی پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا یہ شعر بطور نذرانہ پیش کیا۔

گر بگزرم بخاطر پاک تو باک نیست
خاشاک ہیں کہ بر سرِ دریا گزر کند

علاوہ ازیں گنبد شریف کے اندرونی حصّے میں ہر ایک شمع دان میں ایک ایک موم بتّی بھی آپ کی جانب سے روشن ہوتی تھی۔ روزانہ ایک وقت کا دلیہ کا لنگر اور ایامِ عرس میں دو دیگیں بھی آپ کی طرف سے پکائی جاتی تھیں۔ قیام پاکستان اور ریاست حیدر آباد دکن کے انضمام سے یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء سے بند ہے۔

مزار شریف کے غربی حصّہ میں محراب کے اندر زمانہ قدیم کا خوشخط قلمی قرآن مجید سفید نقرئی صندوق میں نقرئی چوکی کے اُوپر قدِ آدم بلندی پر رکھا ہوا ہے۔ یہ چاندی کا صندوق اور چوکی نظامِ دکن کی نذر کردہ ہے۔ قرآن مجید کے اوپر کعبہ شریف کا سیاہ مخمل کا پردہ لٹکا ہوا ہے۔

دیوان صاحب کی ایک حویلی ایک مہاجن کے پاس رہن تھی۔ قرضہ پر سود زیادہ ہو رہا تھا۔ نظام حیدر آباد نے قرضہ ادا کر کے وہ حویلی وقف کرا دی۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم دولت آصفیہ حیدر آباد دکن ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو بمعہ اہل وعیال آستانہ عالیہ اجمیر شریف میں حاضر ہوئے۔ اور روضۂ اقدس پر مورچھل کی خدمت بجا لائے۔ آپ شاعر بھی تھے اور شاد تخلص تھا۔ حاضری

کے وقت حسب ذیل قطعات بھی کہے۔

جھکتے ہیں شاہوں کے سر خواجہ کی وہ سرکار ہے
ہیں ملک دربان وہ شاہِ چشت کا دربار ہے
شادؔ کیا پرواہ ہو یاں ہما کی تجھ کو اب
خواجۂ اجمیر کا تو مورچھل بردار ہے

مورچھل جھیلنے کی خدمت مل گئی — شادؔ کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہِ خواجۂ اجمیر سے — لو کلیدِ گنجِ قسمت مل گئی

ہند کے سلطان تم ہو مصطفےٰ کا واسطہ
پنج تن کا واسطہ آل عبا کا واسطہ
شادؔ اس در کا ہے سائل دیجئے دل کی داد
یا معین الدین اجمیری خدا کا واسطہ

نواب بشیر الدولہ سر آسماں جاہ مدار المہام دولت آصفیہ نے اپنے فرزند معین الدولہ کی ولادت پر آستانہ عالیہ اجمیر شریف میں محفل خانہ تعمیر کرایا موصوف نے دربار خواجہ رحمۃ اللہ علیہ میں فرزند ہونے کی منت مانگی تھی۔ اللہ کریم نے انہیں اسی سال کی عمر میں فرزند عطا کیا۔ تو مراد پوری ہونے کے بعد نواب موصوف نے اسی ہزار روپیہ کے اخراجات سے یہ رفیع الشان محفل خانہ تعمیر کرایا۔ یہ عمارت ۴۶ فٹ مربع ہے۔ اس کی تعمیر ۱۸۹۱ء میں مکمل ہوئی۔ اور تین سال تعمیر ہوتا رہا۔ اس میں قیمتی جھاڑ فانوس آویزاں ہیں۔ تاریخ تعمیر حسب ذیل ہے۔

"محفل خانہ سر آسماں جاہ دکن"

۱۳۰۹ھ

گنبد شریف کے اندر درج ذیل آبِ اشعار آب زر سے مرقوم ہیں۔

خواجۂ خواجگان معین الدین — اشرف اولیائے روئے زمیں
آفتاب سپہر کون و مکاں — بادشاہ سریر ملک یقیں

در جمال و کمال او چہ سخن | ایں لبس بود بحسن حسین
مطلع در صفات او گفتم | در عبادت بود چو در عین
اے درت قبلہ گاہ اہلِ یقیں | بر درت مہر و ماہ سو جبیں
روئے بر درگہت ہمیں سائید | صد ہزاراں ملک چو خسرو چیں
خادمانِ درت ہمہ رضوان | در صفات روضہ اَت چو خلد بریں
ذرہ خاک او عبیر سرشت | قطرۂ آب او چو ما معین
جانشین معین خواجہ حسین | بہر نقاشیش بگفت چنیں
مئے شود رنگ تازہ کہنہ زنو | قبلۂ خواجۂ معین الدین

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

مزار شریف پر سیپ کا کام چھپر کھٹ صندلی بنا ہوا تھا جس کو بعد ازاں سیٹھ میمن حاجی محمد سوداگر شکر کلکتہ پچاس ہزار روپیہ کے اخراجات سے گنگا جمن طلائی نقرئی پتر چڑھوا دیا ہے۔ اس کے چاروں گوشوں پر چار برجیاں مع کلس کے ہیں۔ مسہری میں رنگین مخمل کی چھت گیری لگی رہتی ہے۔ اس میں سنگ طلائی۔ فیروزہ۔ ابری یشب اور لہینہ وغیرہ کی پچکاری ہے۔ مزار اقدس کے تعویذ میں یاقوت رمانی جڑا ہوا ہے۔ مزار پُر انوار پر ہمیشہ زر لبفت و کمخواب وغیرہ کے غلاف پڑے رہتے ہیں۔ قبر پوش پر پھولوں کی سیج اور بکثرت رنگ برنگ کے خوشبودار پھول رہتے ہیں۔

اولیاء مسجد پہلے اس کو قلندری مسجد کہا جاتا تھا کیونکہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اس مقام نماز ادا کیا کرتے تھے قیام پاکستان کے ساتھ صوبۂ بہار کے ایک عقیدت مند سیٹھ محمد بخش نے اس پر تین در کی مرمرین بیش قیمت عمارت تیار کرائی ہے۔

نواب مشتاق علی خاں والئ رام پور نے ۱۸۸۹ء میں بیگمی دالان کی دیواروں اور کھمبوں پر سنہری کام کرایا تھا۔ روضہ منورہ میں گنبد کے اندرونی حصہ میں لاجوردی

کام بھی آپ نے ہی کرایا تھا۔

۱۹۰۹ء میں نواب حامد علی خاں والئی رام پور نے جاورہ جاتے ہوئے اپنی اسپیشل ٹرین اجمیر شریف کے سٹیشن پر ٹھہروائی اور آستانہ عالیہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ حالانکہ نواب موصوف اہلِ تشیع سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر آپ حضرت خواجہ کے قلبی طور پر عقیدت کیش تھے۔ آپ بیگمی دالان میں دروازے کے سامنے بہت دیر تک کھڑے سر جھکائے روتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ اس طرح آستانہ عالیہ پر رو رو کر منت سماجت کرتے رہے۔ اس موقعہ پر نواب خواجہ محمد خاں جاگیردار دھولپور بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

نواب کلب علی خاں والئی رام پور نے اندرونِ گنبد زردوزی کا شامیانہ بنوایا۔ اور نذرانہ پیش کیا۔ نواب حیدر علی خاں برادر نواب کلب علی خاں والئی رام پور نے سنہری تاج کلس نصب کرایا تھا۔

نواب ابراہیم خاں والئی ریاست ٹونک نے آستانہ عالیہ اجمیر شریف میں اندرونِ گنبد مبارک زردوزی کا شامیانہ بطور نذرانہ پیش کیا۔

۱۹۱۲ء میں مہاراجہ گوبند سنگھ والئی ریاست دیتا نے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر اجمیر شریف میں حاضر ہو کر عطر میں بسی ہوئی پھولوں کی چادر اپنے سر پر رکھ کر مزار شریف پر پیش کی۔ اور اپنی بحالی کی دعا مانگی۔ اور حضرت خواجہ کی فیض بخشی سے کامیاب و بامراد ہوئے۔ آپ تین مرتبہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔

۱۹۲۰ء میں مہاتما گاندھی نے آستانہ عالیہ اجمیر شریف حاضر ہو کر پھولوں کی چادر پیش کی۔ ۱۹۲۰ء میں بمبئی کے مشہور سیٹھ آنریبل سر کریم بھائی ابراہیم نے درگاہ میں بجلی گھر بنوایا۔ جہاں سے درگاہ میں بجلی مہیا ہوتی ہے۔

۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی جوہر حاضر دربار ہوئے۔ یہ حاضری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس لندن سے قبل کی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں سر محمد یعقوب ڈپٹی پریذیڈنٹ کونسل آف سٹیٹ اور فارن منسٹر حیدرآباد دکن حاضر آستانہ عالیہ ہوئے۔

۱۹۴۳ء میں نواب غلام کبریا رئیس جل پائی گوڑی (بنگال) نے بیگمی دالان کی پٹی جو چٹک گئی تھی۔ اور اُس کے ٹوٹ کر گر جانے کا امکان تھا۔ نئی تبدیل کرا دی۔

۱۹۴۳ء میں سید عبدالحمید خادم درگاہِ عالیہ نے زائرین کی آسائش کے لئے حمیدیہ دالان پچاس ہزار روپیہ کے خرچہ سے تعمیر کرایا۔ محفل پنج شنبہ کے موقع پر یہاں مستورات بیٹھتی ہیں۔ حسبِ ذیل تاریخ تعمیر کندہ ہے۔

سَلَامٌ یَا حَیُّ غَنِیٌّ مَجِیْدٌ ۔ ۱۳۶۱ھ

۱۹۴۵ء میں پنڈت جواہرلال نہرو نے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ اور غلام حسین عرف طوطی قوال سے درگاہِ معلیٰ میں قوالی سُنی۔

۱۹۴۷ء میں فسادات اجمیر شریف کے موقع پر پنڈت جواہرلال نہرو وزیرِ اعظم بھارت حاضر آستانہ ہُوا۔ اس موقع پر انہوں نے تقریر کی۔ اور عمارات درگاہ شریف کی حفاظت کا حکم دیا۔

۱۹۴۶ء میں سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب (پاکستان) نے آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری دی۔

۱۹۴۹ء کو شری راج گوپال اچاریہ گورنر جنرل بھارت نے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کی سعادت ۲/۴/۱۹۴۹ کو حاصل کی۔

۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو جنرل کیری آپا کمانڈران چیف افواج بھارت نے آستانہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دی۔

۱۴۔ فروری ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ بھارت نے آستانہ عالیہ سرکار غریب نواز پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

اس کے علاوہ ہندوستان کی وہ کونسی ریاست یا مقتدر ہستی ہے۔ جس نے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ اجمیر پر حاضری کا شرف حاصل نہیں کیا۔

مزارات جو آپ کی درگاہ میں ہیں

حضرت بی بی حافظ جمال دختر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت ضیاء الدین پسر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت شیخ قیام الدین بامر یال رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت خواجہ معین الدین خورد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت فخر الدین گردیزی رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت شیخ صفی الدین ابراہیم رازی۔ آپ وہی طفل ہیں جن کو حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ آگ میں چلے گئے تھے۔ وصال کے بعد حضرت خواجہ کے روضہ کی دیوار سے نیچے جگہ ملی۔
حضرت خواجہ حسین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ (سولہ کھنبہ میں)
حضرت شیخ علاء الدین برادر عم حضرت حسین اجمیری (سولہ کھنبہ میں)
احاطہ چار یاری میں حضرت خواجہ شمس الدین۔ حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی۔
حضرت حافظ شبیر بیگ حضرت مولوی معین الدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حافظ مردان علی۔ حضرت حاجی وزیر علی اور حضرت حاجی برکت علی خادم درگاہ اور دیگر حضرات کے مزارات اسی احاطہ میں ہیں۔ یہ احاطہ شاہ جہانی مسجد کی جنوبی دیوار سے ملحق ہے۔

درگاہ سے باہر۔ مقبرہ حضرت سید حسین رحمۃ اللہ علیہ خنگ سوار
حضرت سید ملک محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ گدڑی شاہ بابا خنجر والے۔ ۱۹۱۰ء
حضرت عبدالرحیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ ۱۹۲۶ء
حضرت جہانگیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کمبل پوش چشتی صابری ۱۹۰۵ء
جدہ نظام سقہ جدید بہ دالان کے قریب ہے۔
مقبرہ نور النساء بیگم دختر شہاب الدین شاہجہان۔ روضہ شریف کی دیوار سے ملحق ہے۔ مقبرہ عبداللہ خاں والد امیر الامراء حسین علی خاں۔
مقبرہ حسین علی خاں وزیر عہد فرخ سیر بادشاہ ۱۷۲۰ء
اپریل ۱۹۰۵ء میں مدینۃ الاولیاء لاہور میں حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین

چشتی اجمیری کے روضۂ منورہ کے لئے نقرئی نقش ونگار والی سیاہ چادر جو دو لاکھ روپے میں تیار ہوتی ہے۔ ۲۴۔ اپریل ۱۹۸۰ء بروز جمعرات کو لاہور سے اجمیر شریف (بھارت) بھیجی گئی۔ جو سالانہ عرس اجمیر پر چڑھائی جائے گی۔ اس چادر میں خالص چاندی کے تاروں سے نقش بنائے گئے ہیں۔ اور اس میں عقیق، لعل، جواہرات اور زمرد ٹانکے گئے ہیں۔ اس چادر کو شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین دیوان بختیار نے کر گئے ہیں۔ لارنس روڈ لاہور کے چشتی ہاؤس میں اس چادر کی نمائش بھی کی گئی۔ قوالی بھی کرائی گئی۔ چادر کو واہگہ تک ان کے چالیس عقیدت مند بھی ساتھ لے گئے۔ جس میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس غلام مجدد مرزا بھی شامل تھے۔ زائرین راستے میں دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسرو، حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضری دی۔ اس قدر قیمتی چادر آج تک دربار اجمیر شریف پر نہیں چڑھائی گئی۔ یہ عرس مبارک مئی ۱۹۸۰ء میں ہوا

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

"سیر الاقطاب" کے مطابق آپ کا شجرہ نسبی حضرت علی کرم وجہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ سن ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ جو کہ ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۴ء بتائی جاتی ہے۔ اسم گرامی قطب الدین۔ خطاب قطب الاقطاب اور لقب کاکی ہے۔ ابھی آپ ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد گرامی اوش میں انتقال کر گئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ تلاش مرشد میں نکلے۔ اور حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری کے دست حق پرست پر ۱۱۸۶ء میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کر لی۔ اور پھر ان کے ساتھ سیر و سیاحت میں مشغول ہوئے۔ اوش۔ فرغانہ۔ اصفہان (یہیں آپ نے بیعت کی تھی) چشت۔ ہرات۔ سبزوار۔ ملتان۔ غزنی۔ لاہور وغیرہ مقامات میں اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ گئے ۱۱۸۶ء میں حج کیا۔ لاہور سے ۱۱۹۱ء میں دہلی اور اجمیر شریف پہنچے اور پھر اپنے پیر و مرشد کے حکم

ہے دہلی کو اپنا مسکن بنایا۔ اور کیلوکرٹری میں مقیم ہوئے جو کہ شہر سے کافی فاصلے پر تھا۔ چنانچہ سلطان شمس الدین التمش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ اگر آپ کیلوکھڑی سے شہر دلی تشریف لے آئیں۔ تو خلقت خدا کو زیادہ مسافت طے کرنی پڑے۔ چنانچہ آپ نے اس کی تجویز مان کر شہر دلی میں اقامت گزینی اختیار کرلی سلطان نے یہ بھی عرض کیا۔ کہ آپ شیخ الاسلامی کا عہدہ قبول کرلیں۔ مگر آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ۹۴ھ بقول حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی۔ اور خلافت حاصل کی۔ آپ کے بے شمار خلفا اور مریدین تھے جن کا شمار محال ہے۔ آپکے ملفوظات حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے "فوائد السالکین" کے نام سے مرتب کیئے۔

آپ کا وصال ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۶ء عہد سلطان شمس الدین التمش شہر دلی (دہلی) میں ہوا۔ اور وہاں ہی آپ ہی نہایت عالی شان مقبرہ بنا جو آج بھی مرجع خلائق عوام و خواص ہے۔ سلطان التمش نے نماز جنازہ پڑھائی اور غسل میں شرکت کی۔ یہ جگہ آپ نے اپنے رزق حلال سے خریدی تھی۔

سلطان شمس الدین التمش قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی بہت عزت کرتا تھا جب آپ دہلی پہنچے تو سلطان نے اس امر کا اظہار کیا کہ آپ میرے ساتھ محل میں قیام فرمائیں۔ مگر آپ نے دربار سے کس طرح کا تعلق رکھنا گوارا نہ کیا۔ اس کے باوجود سلطان مسلسل عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہا۔ اور یہ عقیدت رفتہ رفتہ اس قدر بڑھی۔ کہ سلطان نے قطب مینار اُن کی یادگار میں تعمیر کرایا۔ اور حوض شمسی بنانے کے لئے آپ کے قیمتی مشوروں پر خلوص سے عمل کیا۔ اس عقیدت و ارادت کی وجہ سے کئی لوگ آپکے دشمن ہو گئے۔ انہی ایام میں حضرت سید معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید سے ملنے دہلی آئے۔ تو انہیں یہ دیکھ کر بہت قلق ہوا۔ کہ دہلی کا شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ محض اس لئے قطب صاحب کو پسند نہیں کرتا کہ بادشاہ اور

اور عوام الناس آپ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا اور جانب اجمیر روانہ ہوئے۔ اس سے سارے شہر میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور ہر طرف کہرام مچ گیا۔ میر خورد اپنی تصنیف "سیر الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ اہالیان شہر مع سلطان شمس الدین التمش آپ کے پیچھے نکلے اور جس جگہ حضرت قطب صاحب قدم رکھتے تھے۔ لوگ اس جگہ کی خاک کو تبرکاً اٹھا لیتے تھے۔ جب حضرت خواجہ صاحب نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں ہرگز اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ اتنے لوگ پریشان حال ہوں۔ جاؤ میں نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں چھوڑا۔ چنانچہ سلطان شمس الدین التمش نے قطب صاحب کی سعادت قدم بوسی کی۔ اور آن کے ہمراہ نہایت خوشی کے ساتھ واپس شہر آیا۔ اُدھر حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب آپ ملتان تشریف لائے تھے تو قباچہ بیگ ۶۱۲ھ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ ملتان میں ہی قیام فرما دیں تاکہ لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہو سکیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہر حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی کے ذمہ ہے۔ نیز میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجۂ خواجگان اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے کہیں سکونت اختیار نہیں کر سکتا۔

ایک یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا۔ کہ سلطان شمس الدین التمش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں سرفراز ہوا۔ اس نے دیکھا کہ حضور ختم المرتبت گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک مقام پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے شمس الدین اس مقام پر حوض تیار کرانا۔ کہ مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچے"۔

بادشاہ نے خواب سے بیدار ہو کر حضرت قطب الاقطاب کو خبر کرائی اور خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے جواباً کہلا بھیجا۔

"ماجرائے خواب مجھے معلوم ہے۔ میں اس مقام پر جاتا ہوں رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حوض تیار کرانے کا حکم فرمایا ہے۔ تم جلد میرے ہمراہ آجاؤ۔"
سلطان التمش ایک جگہ پہنچا۔ تو دیکھا کہ حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کر لی تو سلطان آداب بجالایا۔ اس نے جس جگہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس جگہ گھوڑے کے سم کے نشان پائے۔ پانی جاری تھا۔ اسی جگہ حوض شمسی کی تعمیر کرائی۔ سلطان نے یہ حوض ۶۲۹ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ ۱۳۱۱ء میں سلطان علاؤالدین خلجی نے اس حوض کے بیچ میں برجی بنائی۔ آپ تاجدارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مسجد درگاہ حضرت قطب صاحب عہد سلیم شاہ سوری میں ۱۵۵۰ء میں مسجد میں ایزادی کی گئی۔ ۱۷۱۸ء میں فرخ سیر نے اس کو مزید وُسعت دی۔

حضرت قطب صاحب کی درگاہ کے پاس مسجد کے آگے قدیم الدولہ خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے ۱۸۴۶ء میں ایک باؤلی بنائی۔

آپ کی درگاہ میں پہلے عمارت نہ تھی۔ ۱۵۴۱ء عہد شیر شاہ سوری میں نواب خلیل اللہ خاں نے ایک چار دیواری بنوادی۔ اب وہ چار دیواری نہیں ہے۔

۱۵۵۱ء عہد اسلام شاہ سوری میں یوسف خاں نے اس درگاہ میں ایک دروازہ لگایا۔

شاہ عالم بہادر شاہ کے وقت میں ۱۷۰۸ء میں شاکر خاں نے ایک دروازہ جانب غرب بنایا۔ فرخ سیر بادشاہ نے ۱۷۱۷ء میں آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کی بہت نفیس جالیاں بنوادیں۔ اور سنگ مرمر کے نہایت نفیس دروازے نذر کئے۔ اور ان دروازوں پر کتبے لگائے۔ قیام پاکستان کے قریب آپ کے روضۂ اقدس پر سنگِ مرمر کی بارہ دری اور گنبد شریف تعمیر کیا گیا ہے۔

مصنف "سیر الاقطاب" لکھتا ہے کہ جب آپ کا جنازہ تیار ہو گیا تو مولانا ابو سعید نے حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وصیت بیان کی کہ ہمارے خواجہ نے وصیت فرمائی ہے کہ "میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام نہ

کیا ہو اور جس سے سنّت عصر اور تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہ ہوتی ہو" اس پر مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ آخر سلطان شمس الدین التمش آگے بڑھے۔ اور کہا۔
" مجھے ہرگز منظور نہ تھا کہ کسی کو میرے حال سے آگاہی ہو۔ مگر حضرت قطب الاقطاب کی مرضی سے چارہ نہیں۔"

چنانچہ سلطان شمس الدین التمش نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

" سیر الاولیا" میں لکھا ہے۔ کہ آپ ہر شب یہ درود شریف ہزار بار پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَحَبِیْبِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات تحریر کئے ہیں جو "دلیل العارفین" کے نام سے منسوب ہے۔ ایک مثنوی۔ ایک رسالہ اور ایک کتاب "زبدۃ الحقائق" بھی آپ سے منسوب ہے۔ آپکا دیوان فارسی شائع ہو چکا ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ اپنی تالیف "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے۔
" قبر ایشاں در دہلی کہنہ است میزار یتبرک بہ و ایں فقیر نیز بطواف آنجا رسیدہ عجب پُر فیض مکانی است۔"

کتبات درگاہ حضرت قطب صاحب

اللہ محمد ابوبکر عمر عثمان علی اللہ جل شانہ

از حکم بادشاہ جہاں خسرو انام | فرخ سیر شہنشہ نہ آسماں غلام
گرد مزار خواجۂ دیں قطب فلک | گرد دیگر و روضۂ او آدم و ملک
تعمیر شد محجر زیبا و منتظم | مانند قبلہ اشرف و چوں کعبہ محترم

از سعی کمتریں غلامان شہر یار | با اعتقاد معتقد کامل العیار
رفتند قدسیاں بدیار بہشت عدن | تاریخ یافتند حصار بہشت عدن

باہتمام کمتریں غلامان سنہ جلوس فرخ شاہی ۔ ۱۱۳۰ھ

حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے روضۂ اقدس

کے آس پاس مزارات کی تفصیل

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی خلیفہ حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔
حضرت شیخ علی سنجری مرید حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ اطہرابن حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ سعد اور حضرت قاضی عماد مریدین حضرت قطب الاقطاب
حضرت شیخ نجیب الدین فردوس رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی کے پہلو میں ایک چاردیواری کی حدود میں حضرت برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ بلخی کی قبر کے پاس۔
حضرت شیخ نجم الدین صغریٰ حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دوسرے چبوترے پر۔
حضرت سید نورالدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی سے مشرق کی طرف۔
حضرت مولانا مجدالدین حاجی حاجرنی۔
حضرت خواجہ حسن خیاط رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ کے روضہ کے دروازہ کے پاس۔
حضرت خواجہ السبت رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ پرانی عیدگاہ کے پاس۔
حضرت شیخ برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعد بلخی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی قبر حوض شمسی کے جانب مشرق قبور چہل تن کے قریب جس کو "تختۂ نور" کہتے ہیں۔ واقع ہے۔
حضرت شیخ نجیب الدین متوکل برادر شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
مقبرہ حضرت بی بی زلیخا والدہ ماجدہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

بی بی نور۔ بی بی حُور کے مقبرہ کے پاس۔

حضرت شیخ ضیاءالدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ قبرہ حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔

حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز خجندی رحمۃ اللہ علیہ۔ حوض شمسی کے قریب

حضرت شیخ فریدالدین ناگوری۔ حضرت قطب الاقطاب کے راستہ میں۔

حضرت شیخ امام الدین ابدال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد رئیس برادرِ خورد حضرت شیخ امام الدین ابدال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ عاشق خدا۔ خلیفہ حضرت شیخ امام الدین ابدال رحمۃ اللہ علیہ پُرانی عیدگاہ کے قریب ایک چھوٹے سے بُرج میں۔

حضرت شیخ حسن دانا رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ کے روضہ کی دیوار کے نیچے۔

حضرت شیخ اللہ دیا رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی مسجد کے نیچے۔

حضرت شیخ وجیہہ الدین پائیلی رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی کے کنارے اولیاء مسجد کے بالمقابل۔

حضرت شیخ شہاب الدین امام رحمۃ اللہ علیہ لاڈو سرائے میں۔

حضرت شیخ مخدوم حیدر رحمۃ اللہ علیہ۔ لاڈو سرائے کے نزدیک۔

حضرت شیخ رکن الدین دہلوی فرزند حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ لاڈو سرائے میں۔

حضرت مسعود بک رحمۃ اللہ علیہ۔ لاڈو سرائے میں۔

حضرت ملک السید الحجاب۔ مرید حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ لاڈو سرائے کے پاس شیخ حیدر کے مقبرہ کے نزدیک

حضرت شیخ سلیمان اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی کے کنارے پر۔

حضرت قاضی عبدالمقتدر شریحی حوض شمسی سے جنوب کی طرف۔

حضرت شیخ سلیمان منڈوی رحمۃ اللہ علیہ عقب روضہ قطب الاقطاب۔

حضرت مولانا سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی پر۔

حضرت شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ مصنف "سیر العارفین" داؤد سرائے کے قریب حضرت خواجہ کے روضہ منورہ کے راستہ میں۔

حضرت شیخ ادہن رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی سے جانب غرب۔

حضرت مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی سے جانب شمال ملک زین الدین کی خانقاہ کے پاس۔

حضرت مولانا درویش محمد واعظ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ برہان الدین بلخی کے چبوترہ (تختہ توڑ) چہل ابدال کے پاس۔

حضرت سید امجد اور حضرت سید زین الدین رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی کے جانب غرب۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حوض شمسی پر جانب مغرب ایک عالی شان مقبرہ ہے۔

حضرت زین الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت قطب الدین م ۱۸۱۹ء خلف حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ۔

باؤلی درگاہ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب صاحب کی درگاہ کے پاس مسجد کے آگے۔

ندیم الدولہ خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے ۱۸۴۶ء میں یہ باؤلی بنائی جو بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور چونے اور سنگ خارا کا بنا کردہ ہے۔

اولیاء مسجد قطب صاحب۔ سرسید احمد خاں اپنی تالیف "آثار الصنادید" میں لکھتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے خود ٹوکریوں میں مٹی لا لاکر اس کو بنایا تھا۔ اس وجہ سے اس کو اولیاء مسجد کہا جاتا ہے۔ اس مسجد کے

تین درجے ہیں ایک حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنایا تھا۔ دوسرا درجہ عہد سلیم شاہ شوری میں پہلے درجے کے آگے بنا۔ پھر ۱۷۱۵ء میں فرخ سیر نے اس کے آگے تیسرا درجہ بنا دیا۔

حوض شمسی

۱۲۲۹ء میں سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض بہ اشارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوایا تھا جس کی تفصیل اسی کتاب میں بیان کی گئی ہے۔ یہ تالاب پونے تین سو بیگھہ میں تھا۔ اور اب اصل حالت میں نہیں ہے۔ ۱۳۱۱ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اس کو صاف کرایا تھا کیونکہ یہ مٹی سے بھر گیا تھا اور اس کے بیچ ایک بُرجی بنوا دی۔ فیروز شاہ تغلق نے بھی اپنے عہد حکومت میں اس کی مرمت کرائی تھی۔ اس کے اِرد گرد بے شمار اولیائے کرام کے مقابر اور مزارات ہیں۔

موتی مسجد

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے قریب ایک ایک دیوار بیچ مسجد ہے۔ جو تمام کی تمام سنگ مرمر کی ہے فرش بھی سنگِ مرمر کا ہے۔ اور اس میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں لگائی گئیں ہیں۔ اس مسجد کے تین در اور تین گنبد ہیں۔ اور مسجد کے صحن کے کونوں پر دو مینار سنگ مرمر کے ہیں۔ ۱۷۰۹ء میں یہ مسجد شاہ عالم بہادر شاہ پسر اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرائی تھی۔

محجر شاہ عالم بہادر شاہ

شاہ عالم بہادر شاہ پسر اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۲ء تک حکومت کی۔ یہ محجر حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے نزدیک موتی مسجد سے ملا ہوا ہے۔ بادشاہ کی وفات پر یہ محجر بنایا گیا۔ پھر سلطان عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ (۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء) فوت ہوا۔ تو اس کو بھی یہیں دفن کیا گیا۔ پھر محمد اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) وفات پا گیا۔ تو اس کو بھی اسی محجر میں دفن کیا گیا۔

درگاہ حضرت مولانا جمالی

حضرت قطب صاحب کے نواح میں حضرت شیخ فضل اللہ المعروف بہ جلال خاں مصنف "سیر العارفین" کی درگاہ ہے۔ جو

انہوں نے ۵۲۶ھ عہد ظہیر الدین بابر میں اپنی حیات میں تعمیر کرائی تھی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی آپ کی علمیت کے معترف تھے۔ اور ان سے ملاقات بھی کی تھی۔ حجرے کے اندر چونے کی مینا کاری میں دو غزلیں اُنہی کی کہی ہوئی کندہ ہیں۔

مسجد حضرت مولانا جمالی درگاہ کے پاس مسجد ہے جس جگہ یہ مسجد ہے۔ پہلے آبادی قطب صاحب اسی مقام پر تھی۔ مسجد بہت بڑی اور نہایت شاندار ہے چونے اور پتھر کی بنی ہوئی ہے۔

حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مسعود پاکپٹن شریف

۱۲۶۶ء

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ولد حضرت شیخ جمال الدین سلیمان ۵۸۰ھ کہتوال میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ فرخ شاہ بادشاہ کابل کے خاندان سے تھے۔ آپ کے دادا العزت قاضی شعیب فاروقی مع اپنے تین صاحبزادگان اور سامان کے لاہور آئے۔ یہاں سے قصور چلے گئے۔ اور پھر کہتوال میں قاضی مقرر ہو کر وہاں تشریف لے آئے۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور ملتان جا کر علوم دینیہ کی تکمیل مولانا منہاج الدین سے کی۔ یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ کے بیعت و خلافت حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ دہلوی سے کی۔ آپ نے سیوستان شام۔ عراق۔ بخارا۔ غزنی۔ قندھار۔ کشمیر اور پنجاب و سندھ کے بیشتر بلاد کی سیر و سیاحت کی اور وہاں کے بزرگان سے استفادہ و استفاضہ کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ آپ کی چار ازواج تھیں۔ جن سے آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ خلفائے کرام

ہیں حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری، حضرت جمال الدین ہانسوی، حضرت بدرالدین سلیمان (فرزند و جانشین)، حضرت بدرالدین اسحاق (داماد) حضرت شیخ نجیب الدین متوکل (برادر خورد) (رضوان اللہ اجمعین) وغیرہ تھے جن کی تعداد پچاس ہزار بتائی جاتی ہے۔ زہد و ورع میں آپ بے نظیر اور بے مثال تھے۔

"فوائد السالکین" میں آپ نے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات لکھے ہیں۔ آپ کا وصال ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۶ء عہد غیاث الدین بلبن میں اجودھن (پاک پٹن شریف) میں ہوا۔ اور م ۱۲۸۶ء میں آپ کا مقبرہ بنا جو آج تک زیارت گاہ خلائق چلا آتا ہے۔ مدینۃ الاولیاء لاہور حاضر ہو کر حضرت داتا گنج بخش کے مزار پرانوار پہ حاضر ہوئے تھے اور ٹبہ فرید میں قیام کر کے چلہ کشی کی تھی۔ جو کہ آج بھی موجود ہے۔

آپ کی خدمت اقدس میں سلاطین زمانہ حاضری کو فخر خیال کرتے تھے سلطان غیاث الدین کو آپ سے بے حد عقیدت و ارادت تھی اور یہی وجہ تھی کہ اُس نے اپنی دختر نیک اختر ہزبرہ بانو کی شادی آپ سے کر دی تھی۔ اور آپ ہی کی نظر کرم سے اس کو دہلی کی حکومت ملی تھی۔ بعض مؤرخین نے اس واقعہ کی تردید کی ہے آپ کے ملفوظات حضرت شیخ بدرالدین اسحاق نے "اسرار الاولیا" اور حضرت نظام الدین اولیاء نے "راحت القلوب" کے نام سے جمع کئے ہیں

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین م ۱۲۶۶ء میں جب اوچ اور ملتان کی طرف گیا۔ تو اجودھن میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوا۔ واپسی پر اس نے چار گاؤں کا فرمان اور نقد رقم آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے گاؤں کا فرمان واپس کر دیا۔ اور نقدی وصول کر کے درویشوں میں تقسیم کر دی۔ "فوائد الفواد" میں امیر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ میں اُن کی زبانی لکھتے ہیں کہ۔

"جب سلطان الدین کا لشکر اجودھن پہنچا۔ تو سارا لشکر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ آپ اتنا انبوہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ شیخ کی آستین گلی کی طرف

لٹکائی گئی۔ لوگ آکر بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ وہ آستین ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی پھر مسجد میں آکر مریدوں کو حکم دیا کہ میرے گرد اگر د حلقہ باندھو تاکہ کوئی شخص اندر نہ آسکے۔ دُور سے ہی سلام کرکے چلے جائیں"۔

کئی بار آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

شہزادہ داراشکوہ قادری اپنی تالیف "سفینتہ الاولیاء" میں لکھتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے غوث اور قطب مدار تھے۔

مصنف "روضتہ الاقطاب" سیّد محمد بلاق لکھتا ہے کہ آپ کا وصال ۶۶۹ھ میں قصبہ اجودھن میں ہوا۔ حالانکہ آپ کا وصال ۶۶۴ھ میں ہوا تھا۔

تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ جب سیّدی مولائے اجودھن چھوڑ کر دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ سے اجازت چاہی۔ آپ نے نیم دلی سے جواب دیا۔

"کہ میری نصیحت یاد رکھنا۔ بادشاہوں اور اُمراو وُزرا کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔ اور اُن سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اگر وہ تمہارے گھر آئیں۔ تو اُسے وبالِ جان سمجھنا۔ جو درویش بادشاہوں اور اُمرا کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ وہ تباہ ہوجاتا ہے"۔

جب سیّدی مولانے حضرت بابا صاحب کی نصیحت کو نظر انداز کیا تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلا۔ "جواہر فریدی" مصنفہ اصغر علی چشتی میں لکھا ہے کہ

" ایک دفعہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ٹکوں کا ایک تھال بھر کر آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ آپ نے بادلِ نخواستہ قبول تو کرلیا۔ مگر حضرت مولانا بدرالدین اسحاق سے فرمایا۔ کہ ان کو ابھی غربا اور مساکین میں تقسیم کردو۔ اس وقت شام ہوچکی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا۔ مگر حضور نے صبح کا انتظار نہ کیا۔ اور روپیہ تقسیم کردیا گیا۔ جب تقسیم ہوچکا تو چراغ اندر لائے۔ تاکہ دیکھ سکیں۔ کہ کوئی سکہ تقسیم ہونے سے بچ تو نہیں گیا۔ تو حضرت بدرالدین اسحاق کی نگاہ زمین پر پڑے ایک سکہ پر پڑی۔ آپ نے اسے اُٹھا کر اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔ کہ صبح کسی مستحق

کو دے دیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عشا کے لئے تشریف لائے۔ تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور پھر چھوڑ دیا کہ کوئی چیز آپ کے قلب پر بھاری بوجھ بن کر خلل انداز ہو رہی ہے۔ آپ نے حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ کہ کیا ساری رقم تقسیم ہو چکی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ صرف ایک سکہ جو زمین پر بعد میں گرا ملا ہے۔ کے سوا سارا روپیہ تقسیم کر دیا گیا ہے حضرت باباصاحب نے وہ سکہ لے کر دُور پھینک دیا۔ اور پھر بہ اطمینان نماز میں مشغول ہو گئے۔

"سیرالاولیاً" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ایک حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ سلطان کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیں آپ نے اس کو مناسب خیال نہ کیا مگر اس مصیبت زدہ کا دل توڑنا بھی مقصود نہ تھا چنانچہ آپ نے درج ذیل عبارت لکھ دی۔

" رفعت قصة الى الله ثم اليك فان اعطينه شيئًا فالمعطى هو الله وانت المشكور وان لم تعطه شيئا فالمانع هو الله وانت المعذور۔" (ترجمہ) میں اس کا معاملہ پہلے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اور پھر تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تم اسے کچھ دو گے تو دراصل یہ عطیہ خداوندی ہوگا۔ اور اس کا اجر تم کو ملے گا۔ اور اگر تم اس کو کچھ نہ دو گے۔ تو دراصل روکنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تم اس معاملہ میں معذور ہو گے"

صاحب "اخبار الاخیار" نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ "لو اردتم بلوغ درجة الكبار فعليكم بعدم الالتفات الى ابناء الملوك" (ترجمہ) اگر رُوحانی منازل طے کرنا چاہتے ہو تو شہزادوں سے میل جول ختم کر دو"

مزارات و عمارات آستانہ عالیہ وروضہ منورہ حضرت بابا صاحب

آپکا روضہ آستانہ عالیہ کے عین درمیان میں ہے پہلے آپ کا جسدِ اقدس اس جگہ امانتاً دفنا گیا تھا جہاں اب آپ کے صاحبزادے حضرت گنج علم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جائے امانت کا نشان اب بھی مزار حضرت گنج علم کے دائیں طرف برائے زیارت ہے۔ تین روز بعد حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور آپ کا روضہ مبارک تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا چنانچہ روضہ آپ کے حجرہ میں ہی تعمیر کیا گیا۔ لکھا ہے کہ روضہ مبارک کی تعمیر میں استعمال ہونے والی ہر ایک اینٹ پاک وصاف کرنے کے بعد، پر گیارہ گیارہ مرتبہ قرآن مجید تلاوت کیا گیا۔ مکمل ہونے کے بعد جنوبی دروازہ (بہشتی دروازہ) سے جسد مبارک لاکر دفن کیا گیا۔ لحد مبارک کے لئے جو اینٹیں استعمال کی گئیں۔ وہ کم نکلیں۔ تو روضہ پاک کا شرقی پنجرہ توڑ کر اس کی اینٹیں استعمال کی گئیں۔ اس طرح جو دیوار خالی ہوئی۔ وہ ایک دروازہ بن گئی۔ جس کو نوری دروازہ کہا جانے لگا۔ لحد مبارک کو بند کرنے کے لئے سنگِ موسیٰ استعمال کیا گیا۔ نوری دروازہ سے آستانہ عالیہ میں داخل ہوں۔ تو پہلا مزار آپ کے صاحبزادے حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) کا ہے۔ اور دوسرا حضرت شیخ الاسلام کا۔ نوری اور بہشتی دروازوں کے کواڑوں پر چاندی چڑھی ہوئی ہے۔ روضہ پاک کی اندرونی دیواروں پر رنگ برنگ شیشوں سے گلکاری کی گئی ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۶۶۶ھ میں اور حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۷۰۱ھ میں ہوا تھا۔

اولیاء مسجد حضرت شیخ الاسلام اور روضہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے وسط میں ایک چھوٹی سی سفید سنگِ مرمر کی مسجد ہے۔ جہاں آپ کے

خلفاء میں سے جو بھی حاضر ہوتا۔ یہاں ہی عبادت کرتا تھا اور مجاہدات میں مصروف رہتا تھا۔

روضہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ یہ مقبرہ حضرت شیخ الاسلام کے پوتے حضرت علاؤالدین احمد المعروف بہ موج دریا خلف الرشید حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو سلطان محمد تغلق نے تعمیر کرایا تھا۔ سلطان آپ کا مرید تھا۔ یہ سب سے بڑے گنبد والا مقبرہ ہے۔ ایک مزار آپ کے اُستاد کا ہے۔ ایک مزار موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ غلام قطب الدین کے والد حضرت دیوان سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اسی روضہ کے اندر جانب مشرق ایک چار دیواری میں حضرت شیخ الاسلام کی حرم اوّل (شہزادی صاحبہ) اور دو دختران کرام کے مزارات ہیں۔

آپ کا وصال ۱۳۲۳ء عہد غیاث الدین تغلق میں ہوا تھا حضرت دیوان سید محمد کا انتقال ۱۹۳۲ء میں ہوا تھا۔

روضہ حضرت گنج علم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام کے روضہ مبارک کے جانب مغرب ایک کمرہ نما روضہ میں حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم فرزند حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دفن ہیں آپ کے علاوہ دوسرا مزار حضرت دیوان اللہ جوایا کا ہے۔ حضرت دیوان اللہ جوایا رحمۃ اللہ کا انتقال ۱۸۸۵ء میں ہوا تھا۔

جامع مسجد یہ بہت بڑی مسجد ہے جس کو جامع فریدیہ کہا جاتا ہے۔ صحن مسجد میں سنگ مرمر اور چونے کا پلستر لگا ہوا ہے۔

سماع خانہ یہ عمارت نوری دروازہ کے بالمقابل ہے جہاں ایام عرس میں سماع کی محافل اور مجالس منعقد ہوتی ہیں۔

حجرہ اعتکاف حضرت جمال الدین ہانسوی۔ آستانہ عالیہ کی جانب جنوب حجروں کی ایک طویل قطار ہے۔ جانب شرق پہلا حجرہ حضرت

جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس کو برج جمالی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۶۱ء عہد ناصر الدین محمود میں ہانسی میں ہوئی تھی۔ اور وہیں آپ کا روضہ بنا۔

حجرۂ اعتکاف حضرت سید علاء الدین علی احمد صابر۔

اس حجرہ میں آپ لنگر تقسیم فرماتے رہے اور اسی میں آپ کا حجرۂ اعتکاف ہے آپ کا وصال ــــــہ میں ہوا۔ مزار پُر انوار کلیر شریف (بھارت) میں ہے۔

حجرۂ اعتکاف حضرت نظام الدین اولیا

انہیں حجروں کی قطار میں ایک حجرہ حضرت سید نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو بُرج نظامی کہا جاتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۲۵ء میں ہوا۔ اور دہلی میں آپ کا روضۂ اقدس ہے۔

روضہ حضرت میاں علی محمد خاں چشتی

یہ مقبرہ حال ہی میں تعمیر ہوا ہے۔ آپ حضرت میاں محمد شاہ چشتی نظامی بستی رحمۃ اللہ علیہ ضلع ہوشیار پور کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں محمد شاہ کی وفات ۱۹۱۳ء میں اور حضرت میاں علی محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات لاہور میں ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔ جہاں سے آپ کا جسد مبارک پاک پٹن لاکر دفن کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۸۵ء میں پیر محمد شاہ کھگہ رکن پنجاب صوبائی اسمبلی نے بیان دیا ہے۔ کہ دربار حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی سالانہ نقد آمدنی پچاس لاکھ روپیہ سے زائد ہے۔ نیز دربار سے ملحق دوسو ستر (۲۷۰) مربع اراضی بھی ہے جو کہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ۱۹۵۸ء سے ہے۔ میمن برادری نے دربار عالیہ حضرت بابا فرید الدین کو اپنے خرچ سے آراستہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ مگر محکمہ اوقاف نے اجازت نہیں دی۔

پاک پتن شریف کے مزارات کی تفصیل

مزار حضرت بدرالدین اسحاق غزنوی ۔ آپ حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ اور داماد تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہی عقد میں تھی۔ آپ کا مزار آستانہ عالیہ کی شمال مشرقی جانب تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر (درمیان شہر) واقع ہے۔ آپ کا وصال سنہ میں ہوا۔

مزار حضرت عزیز مکی شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے متصرف باطنی آپ کی عظمت معلوم کر کے آپ کا مزار بنوایا۔ آپ کا روضہ مبارک شہر کی مغربی طرف واقع ہے۔

زیارت گودڑی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جب اجودھن تشریف لائے۔ تو آپ نے سب سے پہلے یہاں ہی قیام فرمایا تھا۔ یہ زیارت روضہ حضرت خواجہ عزیز مکی اور شہر کے درمیان واقع ہے۔

روضہ حضرت شیخ مودود رحمۃ اللہ علیہ گودڑی شریف کے مشرق میں چند قدم کے فاصلے پر حضرت شیخ الاسلام کے پوتے حضرت شیخ مودود کا روضہ ہے۔ اس میں چار مزار ہیں (۱) حضرت شیخ مودود (۲) حضرت شیخ محمود (برادر حضرت شیخ مودود) اور بقیہ دو مزارات ان کے صاحبزادوں کے ہیں۔ حضرت شیخ مودود حضرت شیخ علاء الدین موج دریا کے بھائی تھے۔

روضہ حضرت عبداللہ شاہ نورنگ نوری۔ شہر کے جنوبی طرف گول ٹرک سے کچھ فاصلے پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے معصوم فرزند حضرت عبداللہ نورنگ نوری کا روضہ

ہے۔ عبداللہ شاہ گراؤنڈ آپ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ اس کے ساتھ ہی قبرستان ہے۔

آستانہ حضرت حافظ قائم الدین برقندازی یہ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے بزرگ تھے۔ ان کا روضہ حضرت شیخ مودود رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے مشرق میں کچھ فاصلے پر ایک وسیع چار دیواری میں ہے۔ دوسرا مزار آپ کے صاحبزادہ کا ہے۔

آپ کی وفات ۱۱۴۲ھ بعہد محمد شاہ بادشاہ دہلی۔ آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی خلیفہ حضرت نوشاہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

روضہ حضرت سید محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ قادری عبداللہ شاہ گراؤنڈ کے شمال میں گول سڑک سے قریب آپ کا مزار ہے۔ آپ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ یہ چٹی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

مزار حضرت خواجہ مظہر فرید محلہ چاہ دوہٹہ جو عبداللہ شاہ گراؤنڈ کے مغرب اور روضہ حضرت خواجہ عزیز مکیؒ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہاں دو روضے ہیں۔

(۱) مشرقی جانب بارہ دری والا حضرت خواجہ مظہر فرید چشتی کا ہے آپ کے روضہ کے مشرقی دروازے کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حضرت حاجی پیر اختیار علی شاہ چشتی کا مزار ہے۔

(۲) غربی جانب والا روضہ حضرت پیر امیر علی شاہ چشتی کا ہے۔ آپ کے روضہ کے ساتھ جانب جنوب پیر سردار علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ کا مزار ہے۔

یہ سب بزرگ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

روضہ حضرت پیر زین باتولا۔ حضرت پیر زین باتولا رحمۃ اللہ علیہ با

لٹ یا تولا پیر علاء الدین احمد موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا روضہ شہر کی شمال مشرقی گھاٹی (ڈھکی) پر ہے۔

اس روضہ کے شمال میں ایک علیحدہ ٹیلے پر حضرت سبز پیر کا مزار ہے۔ شہر کے جنوب مشرق میں گھاٹی پر ہی حضرت میراں شاہ گیلانی خلیفہ حضرت دیوان محمّد ابراہیم المعروف شیخ فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۵۵۲ء عہد اسلام شاہ کا روضہ ہے۔ آپ سے کچھ فاصلہ پر شمال مغربی طرف حضرت امام صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

اس گھاٹی کے نیچے مشرقی جانب حضرت جلال سیّد فتح دریا اولاد حضرت سملا نہ پیر (خلیفہ حضرت بابا صاحب) رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات ہیں۔

ان مزارات کے شمال میں تھوڑے سے فاصلے پر جانب شمال حضرت ابوالخیر گیلانی اور حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔

روضہ مبارک حضرت خواجہ عزیز مکّی کے شمال میں حضرت سیّد چراغ شاہ اور جنوب میں حضرت پیر سلطان اور حضرت قاضی شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روضے ہیں۔ ان روضوں کے ساتھ وسیع قبرستان ہے۔

روضہ حضرت پیر غوث علی شاہ صابری۔ روضہ حضرت خواجہ عزیز مکّی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغرب میں حضرت پیر غوث علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ٹبہ فرید کوٹ کا روضہ ہے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام کی اولاد سے تھے۔

حضرت علی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

م ۔ ـــــــہ

صاحب" نزہتہ الخواطر" نے لکھا ہے کہ آپ اپنے والد احمد بن مودود بن یوسف الحسینی چشتی اور اپنے چچا ابو محمد سے مروجہ علوم میں فراغت پاکر دہلی چلے آئے۔ آپ کا وصال دہلی میں ہوا

یُوں تو سلطان غیاث الدین بلبن کو حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اور سلطان کی ایک صاحبزادی بھی حضرت گنج شکر کے نکاح میں آئی تھی۔ مگر اس کے علاوہ سلطان کو ایک بزرگ حضرت علی چشتی سے بھی بے پناہ عقیدت تھی۔ جس کا ذکر" سیر الاولیا میں ملتا ہے۔

حضرت شیخ علی چشت کے رہنے والے بزرگ تھے۔ وہ دہلی آکر اقامت گزیں ہوئے۔ چشت کی سجادہ نشینی کے لئے دو بزرگ چشت سے دہلی آئے۔ تاکہ آپ کو وہاں لے جاکر سجادہ نشین کیا جائے جب اس کی خبر سلطان بلبن کو ملی کہ آپ واپس اپنے وطن جانے کے لئے تیار ہیں۔ تو وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور ان کے قدموں میں گر کر قسم کھائی۔ کہ اگر آپ چشت واپس تشریف لے گئے تو میں بھی اپنی حکومت چھوڑ کر آپ کے ہمراہ چشت چلا جاؤں گا۔ حضرت خواجہ علی بابا نے فرمایا۔ کہ تم نے اللہ تعالےٰ کے بندوں کو آرام پہنچانے کا عہد کیا ہے۔ اور مخلوق خدا تمہارے وجود سے آسودہ ہے۔ اگر تم میرے ساتھ چلے گئے۔ تو ایک دُنیا پریشانی کے عالم میں مبتلا ہو جائے گی اور تم سے مواخذہ ہوگا۔ لیکن سلطان اپنی بات پر مصر رہا۔ عرض کیا کہ میں آپ کے قدموں سے دُور نہیں رہنا چاہتا۔ چنانچہ حضرت خواجہ علی چشتی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور دہلی میں قیام کرنا گوارا کرلیا۔

حضرت شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۳ء

نام نامی حمید الدین۔ لقب سلطان التارکین اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کا شمار حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہوتا ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے آپ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ پیر بھائی تھے۔ اور ان دونوں کی آپس میں بہت محبت و الفت تھی حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ آپ سے فرمایا۔

التارک الدنیا والفارغ عن العقبیٰ سلطان التارکین حمیدلدین الصّوفی" اس روز سے آپ کا لقب سلطان التارکین ہوا۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ حضرت سلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری سے بیعت و خلافت یافتہ تھے۔ آپ کی رہائش ناگور میں تھی۔ اور وہاں ایک بیگھہ زمین کاشت کر کے رزقِ حلال کماتے تھے۔ مختصر سا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ جس سے جسم ڈھانپنا مقصود تھا۔ یعنی ایک چادر کمر سے بندھی رہتی اور دوسری جسم کے بقایا حصّہ پر پڑی رہتی۔ اہلیہ محترمہ کا یہ حال تھا۔ کہ سر پر دوپٹہ تک نہ تھا۔ پیراہن کا دامن سر پر ڈال لیا کرتی تھیں۔ غرضیکہ عجیب مستغنی المزاج شخصیات تھیں۔ شہزادہ دارا شکوہ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے۔

"آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور صاحبِ کرامات و تصوّف تھے۔ آپ علم حدیث کو علم تصوّف سے بہتر خیال کرتے تھے۔" مراۃ الاسرار" میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام خدیجہ لکھا ہے۔

آپ کی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی سے بڑی خط و کتابت

رہی ہے۔ جو فقر و غنا پر مبنی تھی

صاحب "اخبار الاخیار" حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ تجرید و تفرید میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں سے تھے۔ حضرت محدث دہلوی نے آپ کے کئی ایک مکتوبات تحریر کئے ہیں۔ آپ کی مدبیے سے مشہور کتاب "اصول الطریقت" ہے۔ شعر بھی کہتے تھے۔

آپ کا وصال ۲۹۔ ربیع الثانی ۶۷۳ھ مطابق ۱۲۷۴ء عہد غیاث الدین بلبن ناگور میں ہوا۔ آپ حضرت سید نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک حیات تھے۔ شاید ان سے آپ کی ملاقات بھی ہوئی ہو۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تصنیفات سے آپ کے کلمات کا انتخاب کر کے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور "سیر الاولیا" کے مؤلف نے حضرت محبوب الٰہی کے اس انتخاب سے نقل کیا ہے

آپ کے فرزند شیخ عزیز آپ کی حیات میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ اس لئے آپ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے حضرت شیخ فریدالدین زیب سجادہ بنے۔

ایک دفعہ حاکم ناگور نے سلطان وقت کی جانب سے کچھ اراضی اور نقد روپیہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے بادشاہوں سے نذرانہ یا جاگیر نہیں لی۔ اس لئے ہم کو بھی اس سے معذور سمجھو۔ ایک بیگھہ جو زمین میرے پاس ہے۔ وہی کافی ہے۔

(سیر الاولیاء)

حضرت خواجہ ضیاء الدین نخشی آپ کی اولاد سے ہیں۔ جو ایک صاحب تصانیف گزرے ہیں۔ مسلک السلوک۔ عشرہ مبشرہ۔ کلیات و جزئیات طوطی نامہ اور دیگر متعدد کتب آپ کی تالیفات میں سے ہیں۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے کثرت سے اقتباسات اپنی تصنیف "اخبار الاخیار" میں دیئے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین تُرک پانی پتی چشتی صابری

م ۷۱۷ھ ۱۳۱۷ء

آپ تُرکی کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور سلسلۂ نسب حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے جا ملتا ہے۔ والد ماجد کا نام سید احمد ہے۔ پیدائش ترکستان کی ہے۔ وہاں ہی آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، منطق ہئیت ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے تلاش حق کے سلسلے میں ترکستان ماورالنہر ہوتے ہوئے ملتان سے اجودھن تشریف لائے اور حضرت فریدالدین گنج شکر کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات لے کر آپ حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری کی خدمت اقدس میں کلیر شریف پہنچے۔ اور آن کی بیعت کی۔ اور خلافت سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سرفراز ہوئے۔ حضرت بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے نہایت مخلصانہ مراسم تھے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی بے انتہا خدمت کی ہے۔ ترک و تجرید ریاضت۔ مجاہدہ اور عبادت میں بے نظیر تھے اور قلندروں کا سا لباس چرمی پہنتے تھے۔

حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء پانی پتی آپ کے مقتدر خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا وصال ۷۱۶ھ مطابق ۱۳۱۷ء عہد قطب الدین مبارک شاہ خلجی پانی پت میں ہوا۔ اور وہیں آنجناب کا مقبرہ مرجع خواص و عوام ہے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کے متعلق فرمایا تھا۔ "شمس ما در اولیاء چوں شمس است"

(یعنی ہمارا شمس اولیاء میں سورج کی طرح ہے)

سلطان غیاث الدین بلبن م ۱۲۸۶ء آپ کا بے حد عقیدت مند ہو گیا تھا ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سلطان نے راجپوتانہ پر لشکر کشی کی اور ایک قلعہ کا محاصرہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ ایک رات آندھی اور بارش کے طوفان سے لشکر والوں کے خیمے گر پڑے اور افراتفری مچ گئی۔ ہر طرف اندھیرا ہو گیا اور آگ بجھ گئی۔ ایک بہشتی لوٹا لے کر سلطان بلبن کے لئے وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی تلاش میں نکلا۔ اس کی نگاہ ایک ایسے خیمے پر پڑی جو اس طوفان باد و باراں کے باوجود اپنی جگہ پر قائم تھا۔ وہ خیمہ میں داخل ہوا۔ تو دیکھا چراغ روشن ہے اور آپ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ وہ بہشتی خیمہ میں جا کر ایک کونہ میں خاموش کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آگ چاہیئے تو لے جاؤ اس بہشتی نے لکڑی سلگائی اور واپس چلا گیا۔

دوسرے روز وہ پھر آیا۔ لیکن آپ کو خیمہ میں موجود نہ پایا۔ وہاں سے وہ تالاب پر پانی بھرنے گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ تالاب پر وضو کر رہے ہیں۔ وہ ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ کے جانے کے بعد اس نے مشک بھری۔ تو پانی کو خوب گرم پایا۔ اگلے روز وہ پھر علی الصبح آپ کے پہنچنے سے تالاب پر پہنچ گیا۔ تو پانی کو سرد پایا۔ وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے۔ اور وضو کر کے واپس چلے گئے بہشتی نے اپنی مشک بھری تو پانی کو گرم پایا۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کی برکت سے ہی ہے۔ واپس جا کر بہشتی نے سلطان سے اس کا ذکر کیا۔ تو سلطان بلبن بہ نفس نفیس اس بہشتی کے ہمراہ اس تالاب پر پہنچا۔ پانی کو سرد پایا تو دونوں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ آپ تالاب پر تشریف لائے۔ وضو کیا اور واپس چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سلطان بلبن نے تالاب پر جا کر دیکھا تو پانی کو گرم پایا۔ اس کو کامل یقین ہو گیا۔ کہ یہ کوئی کامل درویش ہے۔

اس پر سلطان غیاث الدین بلبن آپ کے خیمہ میں گیا۔ آداب بجا لایا اور آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک شرط پر۔ سلطان نے کہا۔ وہ کیا

آپ نے فرمایا کہ میرا احساب کر دو۔ اور میرا استعفٰی قبول کر دو۔ میں یہاں سے فاصلے پر جا کر دعا کروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان آپ کا بے حد عقیدت مند ہو گیا۔ (سیر الاقطاب)

حضرت قاضی محی الدین کاشانی دہلوی

م ۱۳۲۰ء

آپ کے آباؤ اجداد ممالک طبرستان کے حکمران تھے جن کا دارالحکومت، کاشان تھا۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ قطب الدین کاشانی چنگیز خاں کی غارت گری کے وقت ہندوستان آ گئے اور ملتان پہنچے۔ یہاں حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔ ملتان سے آپ دہلی چلے آئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو اودھ کی قضا سپرد کی۔ جو آپ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے ان کے فرزند حضرت قاضی جلال الدین کاشانی اپنے والد کی وفات کے بعد اس عہدے پر متمکن رہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ تک پہنچتا ہے اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت قاضی محی الدین کاشانی بھی قضاء اودھ پر فائز رہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے یہ عہدہ چھوڑ دیا۔ اور حضرت سیّد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں دہلی حاضر ہوئے۔ اور بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے خرقۂ خلافت سے مشرف ہونے کے بعد آپ نے عہدہ قضا چھوڑ دیا۔ اور سندِ قضا اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں لاکر پھاڑ دی۔ "مراۃ الاسرار" میں لکھا ہے کہ آپ جس وقت حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت شیخ کھڑے ہو جاتے تھے اور یہ دولت کسی کو کم میسر تھی۔

ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی تو حضرت محبوب الٰہی

بہ نفسِ نفیس آپ کی عیادت کے لئے آپ کے گھر تشریف لائے۔ آپ تعظیم کے لئے اُٹھے تو اسی وقت سے مرض میں کمی ہونی شروع ہو گئی۔

آپ کے شاگردوں میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی حضرت بی بی مستورہ کے صاحبزادے حضرت شیخ عزیزالدین اور حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی بہت مشہور ہیں۔ ا

آپ کی وفات ۱۵۔ ربیع الاول ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۲۰ء عہد قطب الدین مبارک شاہ میں ہوئی۔ اور دہلی میں دفن ہوئے۔

جس زمانے میں آپ اودھ کی قضا سے مستعفی ہوئے۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ نہایت عُسرت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ آپ کے ایک معتقد نے اس کی سلطان علاء الدین خلجی کو اطلاع دی جس کا آپ کو علم نہ تھا سلطان نے حکم دیا کہ قضاء کا عہدہ جو قاضی صاحب کی میراث ہے۔ ان کو دیا جائے۔

"سیرالاولیا" میں لکھا ہے۔ کہ سلطان نے عہدۂ قضات بمعہ انعام و اکرام وغیرہ آپ کے نام کر دیا۔ چنانچہ اودھ کی قضا کے عہدے کی سند تیار ہو گئی اور آپ کو پیش کی گئی۔ مگر آپ نے قبول نہ کی۔ اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تمام حالات سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے فرمایا کہ "تمہارے دل میں ایسا ضرور خیال ہو گا۔ جو یہ بات ہوئی۔" چنانچہ آپ نے بقایا زندگی فقر و فاقہ میں ہی گزار دی اور اس کو باعثِ سعادت سمجھتے رہے۔ (اخبار الاخیار)

رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ علاء الدین اجودھنی
م ۱۳۲۳ء

حضرت شیخ علاء الدین بن حضرت بدر الدین سلیمان بن شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر رضوان اللہ اجمعین نہایت متبحر عالم اور زہد و اتقا میں مشہور زمانہ تھے۔ آپ کو "موج دریا" بھی کہا جاتا ہے۔ اپنے والد ماجد کی وفات پر آپ مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ آپ عبادت و ریاضت میں اپنے عالی مقام دادا کے عکس جمیل تھے۔ ضیاء الدین برنی "تاریخ فیروز شاہی" میں لکھتا ہے۔

"در تفسیر نوشتہ اند کہ بعضے ملائکہ مقدس بہ عبادت خدائے جل وعلا مجبول اند و از آفرینش جز تعبد ہیچ مشغولی ندارند۔ شیخ علاء الدین نیز ہم ازاں قبیل آفریدہ شدہ بود۔"

ان کے فرزند شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو محمد بن تغلق نے شیخ الاسلام بنادیا تھا۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۷۲۲ھ مطابق ۱۳۲۳ء عہد غیاث الدین تغلق پاک پٹن شریف میں ہوئی۔ آپ کے زہد و اتقا کو دیکھ کر سلطان محمد تغلق م ۱۳۵۱ء آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گیا تھا۔

بحوالہ "حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار" فارسی اور تذکرہ فریدیہ تفصیل سجادگان حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ حضرت بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۹ھ مطابق ۱۲۳۱ء۔
۲۔ حضرت علاء الدین موج دریا ۷۲۲ھ مطابق ۱۳۲۳ء (شوال)۔
۳۔ حضرت دیوان معز الدین رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۹ھ مطابق ۱۳۴۹ء (گجرات میں شہید ہوئے)۔

۴۔ حضرت دیوان محمد فضل رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۶ھ مطابق ۱۳۵۶ء (۲۶ رجب)۔

۵۔ حضرت دیوان منور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۳ صفر ۸۰۶ھ مطابق ۱۴۰۴ء۔

۶۔ حضرت دیوان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ ۸۲۴ھ مطابق ۱۴۲۱ء۔

۷۔ حضرت دیوان بہاءالدین۔ ۷ رجب ۸۴۲ھ مطابق ۱۴۳۹ء (رحمۃ اللہ علیہ)

۸۔ حضرت یونس رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ ربیع الاوّل ۸۵۶ھ مطابق ۱۴۵۲ء

۹۔ حضرت دیوان احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۸ ذی قعد ۸۷۷ھ مطابق ۱۴۷۳ء

۱۰۔ حضرت دیوان پیر عطا راللہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۹۵ھ مطابق ۱۴۹۰ء۔

۱۱۔ حضرت دیوان شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۴ شوال ۹۱۷ھ مطابق ۱۵۱۲ء (بابر آپ کی دعا سے فتح یاب ہوا)۔

۱۲۔ حضرت دیوان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، رجب ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء (ملاقات گورو نانک)۔

۱۳۔ حضرت دیوان تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ ۷ صفر ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۵۹۴ء (اکبر حاضر ہوا)

۱۴۔ حضرت دیوان فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ ذی الحج ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۱۰ء (حیات میں ہی سجادگی ملی)۔

۱۵۔ حضرت ابراہیم اصغر رحمۃ اللہ علیہ ۸ محرم ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۲ء۔

۱۶۔ حضرت دیوان شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۳ء۔

۱۷۔ حضرت دیوان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ ۵ ذی قعد ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۱ء۔

۱۸۔ حضرت دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۸ء۔

۱۹۔ حضرت دیوان عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ ۱ جمادی الثانی ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء۔

۲۰۔ حضرت دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۱۰ء۔

۲۱۔ حضرت دیوان محمد یار رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء۔

۲۲۔ حضرت دیوان شرف دین رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ رمضان ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۶ء۔

۲۳۔ حضرت دیوان اللہ جوایار رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء۔

۲۴۔ حضرت دیوان سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء۔

۲۵۔ حضرت دیوان غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات ۱۵ اگست ۱۶۸۶ء

۲۶۔ حضرت دیوان مودود مسعود رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ جامع مسجد کے سوا کبھی کسی دوسری جگہ تشریف نہ لے جاتے۔ ملوک و امراء سے بالکل بے پرواہ تھے۔ اور ہمیشہ صائم الدہر رہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔

عُلمائے دنیا و دین شیخ و شیخ زادہ | کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید

ز تابِ نورِ تجلی چو کرد رویش عرق | ہزار چشمۂ خورشید از جبیں بچکید

مگر کہ دید ثریا بلندی قدرش | کہ تا قیامت خواہد بر آسمان خندید

مہی بروشنی از بدر زادہ خورشیدی | ز بدر زادن خورشید تابدار کہ دید

چو ساکنان سپہر از حوادث ایمن گشت | کسیکہ در پنہ ذیل عصمت تو خزید

ز بہر سجۂ تو چرخ مہرہ ز انجم کرد | ز مشتری رگ جانش برائے رشتہ کشید

زہی نخفتم شب در سواد مدحت تو | چو پیر در شب قدر و چو طفل در شب عید

حیات بخش جہانی دم مسیحی تست

چو خدِ گفتن خسرو کہ عمر تو بمزید

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

م ۔ ۱۳۲۴ء

آنجناب حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے تھے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ خالہ زاد بھائی تھے والد ماجد کا نام فخر الدین اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا ولادت پانی پت میں ہوئی ۔ اور نام شرف الدین رکھا گیا ۔ آپ نے ریاضات و مجاہدات میں انتہا کر دی تھی ۔ قبل ازیں آپ مسجد قوت الاسلام دہلی میں بارہ سال تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ۔ اور جب تلاش حق کی طرف رجوع کیا ۔ تو دریاؤں پہاڑوں اور بیابانوں میں پھرنے لگے ۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تصنیف ۔ "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل کی تھی ۔ "مناقب فریدی" اور "سیر الاقطاب" میں بھی یہی مرقوم ہے ۔ ایک دفعہ آپ دریا میں مجاہدہ کر رہے تھے ۔ اور وہاں کافی مدت گزر گئی ۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو دریا سے باہر نکالا ۔ تو اسی وقت آپ مست الست ہو گئے اور اسی دن سے آپ کو شرف الدین بو علی قلندر کہا جائے گا ۔ حضرت خضر علیہ السلام سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی تھی ۔

آپ نے تیس سال تک سخت ترین مجاہدات کئے تھے ۔ آپ کی ایک تصنیف "حکم نامہ شرف الدین" اور مکتوبات بھی ہیں ۔ صاحب دیوان بھی تھے ۔

آپ کا وصال ۹ ۔ رمضان ۷۲۴ھ مطابق ۱۳۲۴ء عہد غیاث الدین تغلق میں موضع بڈھا کھیڑہ میں ہوئی ۔ اور مزار پُر انوار پانی پت میں بنا ۔

سلطان علاء الدین خلجی م ۱۳۱۵ء آپ کی کرامات اور رُوحانی تصرفات کا بیحد

معترف تھا۔ اور آپ کا دل و جان سے عقیدت مند تھا۔ وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں تحائف پیش کرنا چاہتا۔ مگر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اُس کے اُمراء میں سے کوئی بھی جرأت نہ کرتا تھا کیونکہ آپ کی شانِ سکندری کا رُعب تھا۔ بالآخر سلطان نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو تحائف دے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں پانی پت بھیجا جب حضرت امیر خسرو تحائف لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ "خسرو ہیڑی گو تجھ کو ہی کہتے ہیں"۔ (خسرو گانے والا تجھ ہی کو کہتے ہیں)۔

حضرت امیر خسرو نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ اس ناچیز کو کہتے ہیں"

آپ نے اس سے اپنا کلام سُنانے کی فرمائش کی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کلام سُنایا جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے خسرو!

"خوش می گوئی۔ خوش خواہی گفت و خوشتر خواہی رفت"۔ اے خسرو خوب کہتے ہو۔ خوب کہو گے۔ اور خوش جاؤ گے) پھر اپنا کلام سُنایا۔ حضرت امیر خسرو کو آپ نے تین روز تک اپنی خانقاہ میں رکھا۔ اور سلطان علاء الدین خلجی کے تحائف یہ کہہ کر کہ اگر مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو قبول نہ کرتا۔ جب حضرت امیر خسرو رخصت ہوئے۔ تو سلطان کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے نام بھی ایک خط دیا۔ سلطان علاء الدین خلجی کے نام جو خط تھا۔ اس میں تحریر فرمایا کہ۔

"علاء الدین خوطہ دار دہلی مقرر داند کہ با بندگانِ خدائے تعالیٰ نیکو کند"

(علاء الدین خوطہ دار کو معلوم ہو۔ کہ بندگانِ خدا کے ساتھ بھلائی کرے)

سلطان کے اُمرا نے چہ میگوئیاں کیں کہ بادشاہ کو خوطہ دار لکھنا ادب کے خلاف ہے۔ سلطان نے کہا کہ غنیمت ہے کہ اس نام سے یاد تو کیا۔ یہی بڑی سعادت ہے۔

لکھا ہے کہ آپ کا مقبرہ سلطان علاءالدین خلجی نے زرِ کثیر خرچ کر کے بنوایا۔ احاطہ مزار وسیع و عریض ہے۔ جانب غرب دو منزلہ بڑے بڑے دالان ہیں۔

خانقاہ میں داخل ہونے کے لئے چار دروازے بنائے گئے۔ تمام عمارت ایک قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ صدر دروازہ نہایت عالی شان ہے۔ کل رقبہ تقریباً چار ایکڑ ہے روضہ مبارک تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے مسجد بھی نہایت عالی شان ہے۔ مزار پر چاندی کے بنے ہوئے کٹہرے اور سونے کے پترے لگے ہوئے تھے۔ جو نادر شاہ درانی لوٹ کر لے گیا۔

حضرت سید نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ محبوب الٰہی دہلوی

م ۱۳۲۵ء

صاحب "سیر الاولیاء" کے مطابق آپ کے آباؤ اجداد بخارا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا سید علی اور آپ کے نانا حضرت سید عرب بخارا سے ہجرت کر کے مع اہل و عیال لاہور چلے آئے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کر کے بدایون چلے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ بدایون میں آپ حضرت خواجہ سید احمد کے گھر تولد ہوئے آپ کی والدہ محترمہ حضرت سید عرب بخاری کی صاحبزادی تھی۔ نسباً آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے تھے۔ ولادت پاک ۲۷۔ صفر المظفر ۶۳۶ھ مطابق ۱۲۳۹ء بروز آخری چہار شنبہ ہوئی۔ اسم گرامی محمد نظام الدین اور خطابات محبوب الٰہی اور سلطان المشائخ ہیں۔ اوائل عمر میں ہی آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، حکمت، ہیئت، فلسفہ، لغت اور ادب میں کمال حاصل کر لیا۔ آپ نے قرآن مجید ساتوں قرأتوں میں یاد کیا تھا۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ نے بیعت و خلافت حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ پیر و مرشد کی طرف سے آپ کو دہلی میں سلوک و ارشاد کی اشاعت کا حکم ملا تھا۔ آپ کئی دفعہ اجودھن میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ قیام دہلی میں آپ نے سخت ریاضات اور مجاہدات کئے۔ بعد از وصال مرشد سات مرتبہ روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے دہلی میں آپ نے

ساری عمر غیاث پور میں ہی بسر کی جہاں ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے ایک شاندار خانقاہ تعمیر کرادی ۔ آپ نے تمام عمر اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق تجرد میں زندگی گزاری ۔ آپ کا لنگر نہایت وسیع تھا ۔ آپ کے پیر و مرشد نے دعا کی تھی کہ "خدا کرے کہ تمہارے باورچی خانے روزانہ ستر من نمک خرچ ہو" لکھا ہے کہ یہ دعا قبول ہوئی ۔ اور ستر اونٹ پیاز و لہسن کے چھلکے روزانہ لے کر آپ کی خانقاہ سے نکلتے تھے ۔ آپ نے "راحت القلوب" کے نام سے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات لکھے ۔ آپ کے ملفوظات حضرت امیر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے "فوائد الفواد" اور حضرت امیر خسرو نے "افضل الفوائد" میں مرتب کئے ۔

آپ کے بے شمار مرید اور خلفا تھے جن میں سے آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو دہلی میں تعین فرمایا اور ان کو خواجگان چشت کے تبرکات عصا مصلیٰ تسبیح نعلین چوبی خرقہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ دیگر تبرکات دیئے ۔ حضرت برہان الدین غریب کو ایک مصلیٰ خاص پیراہن اور دستار دے کر دکن میں مامور فرمایا ۔ ایک پیراہن ۔ دستار اور مصلیٰ حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرما کر گجرات جانے کا حکم دیا ۔ حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ کو بھی ایک دستار ، مصلیٰ اور پیراہن عطا فرمایا ۔

"سیر العارفین" میں اس کی مکمل تفصیل ملتی ہے ۔ حضرت امیر خسرو صاحب "افضل الفوائد" اور حضرت امیر حسن سنجری صاحب "فوائد الفواد" کو آپ کے دربار عالی مقام میں ایک منفرد مقام حاصل ہے ۔ حضرت قطب الدین منور ہانسوی بھی آپ کے خلفا میں شامل ہیں ۔

"کشف المحجوب" جو حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں تصنیف کی تھی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو ۔ اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد کامل مل جائے گا ۔ حضرت نظام الدین اولیا بادشاہوں سے تعلق رکھنا برا خیال کرتے تھے ۔

حالانکہ آپ نے اپنی ولادت سے وصال تک رضیہ سلطانہ معزالدین بہرام شاہ علاءالدین مسعود شاہ ۔ ناصرالدین محمود شاہ غیاث الدین بلبن معزالدین کیقباد شمس الدین کیمورث ۔ جلال الدین خلجی ۔ رکن الدین ابراہیم شاہ ۔ علاءالدین محمد شہاب الدین عمر شاہ ۔ قطب الدین مبارک شاہ ۔ ناصرالدین خسرو شاہ غیاث الدین تغلق اور سلطان محمد تغلق کا زمانہ دیکھا ۔ مگر آپ ان کے بلانے پر بھی ایک دفعہ حاضر دربار نہیں ہوئے ۔ خواجگان چشت کی روایت کو برقرار رکھا ۔

آپ کا وصال ۱۸ ۔ ربیع الثانی ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء بروز بدھ ہوا ۔ نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت رکن الدین رکن عالم ملتانی نے پڑھائی ۔ یہ سلطان محمد تغلق کا عہد حکومت تھا ۔ مزار اقدس غیاث پورہ (دہلی) میں آپ کی خانقاہ معلیٰ میں ہے ۔ دفن کرتے وقت حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کا خرقہ آپ کو اوڑھایا گیا اور اُن کا مصلیٰ قبر میں آپ کے سرہانے رکھا گیا ۔

مرکزی نظام سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ترویج و اشاعت میں آپ نے جو کام کیا وہ بے مثل اور بے نظیر ہے ۔ تین صفات عالیہ کی بنا پر آپ کو خواجگان چشت پر جو فضیلت حاصل ہے ۔ ان جیسا کام جو نہ کوئی پہلا کر سکا اور نہ ہی بعد میں کر سکا ۔ اس کی مختصر تفصیل اس طرح ہے ۔

(۱) خدمت خلق ۔
(۲) سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ملک گیر اشاعت ۔
(۳) خانقاہ عالیہ ۔

خدمتِ خلق "سیرالاولیا" میں حضرت اسید محمد بن مبارک کرمانی لکھتے ہیں کہ آپ کے پیرو مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حق میں دعا کی تھی ۔ کہ تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں بے شمار خلق خدا راحت و آرام سے رہے" اور یہ بھی فرمایا تھا کہ " تمہارے باورچی خانے میں روزانہ ستر من نمک خرچ ہو ۔" دنیا جانتی ہے کہ آپ کی یہ دعا

کتنی مقبول ہوئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایک وقت ایسا آیا کہ ستر اُونٹ پیاز و لہسن وغیرہ کے چھلکے روزانہ آپ کی خانقاہ سے نکلتے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ روزانہ ہزار ہا لوگ آپ کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔

آپ کا دروازہ ہر خاص و عام کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ ہر وقت وہاں وہاں ہجوم سا رہتا تھا۔ امیر و غریب شہری و دیہاتی بوڑھے اور بچے سب ہی اُن کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اور اپنی اپنی حاجت بیان کر کے فیض یاب ہوتے تھے۔ ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "تاریخ فیروز شاہی" میں لکھتے ہیں۔

" اس زمانہ میں حضرت سید نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت عام کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ وہ گنہگاروں سے توبہ کراتے اور ان کو خرقہ پہناتے تھے۔ ہر شخص کو بلا امتیاز خواہ وہ خاص ہو یا عام۔ امیر ہو یا غریب۔ بادشاہ ہو یا متعلم جاہل ہو یا شریف، دیہاتی ہو یا شہری۔ آزاد ہو یا غلام۔ ہر ایک کو خرقہ عطا فرماتے۔ مسواک دیتے اور توبہ کراتے۔ چونکہ سب لوگ آپ کو اپنا پیر اور رہنما سمجھتے تھے۔ اس لئے بہت سی ناکردنی باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ اگر یہاں حاضر ہونے والوں سے کوئی لغزش ہو جاتی تو وہ بیعت کی تجدید کر کے توبہ کا خرقہ لے لیتا تھا۔ لکھا ہے کہ آنجناب سے مرید ہونے کی شرم بہت سے لوگوں کو کھلم کھلا یا چھپے چوری بہت سے منکرات کے ارتکاب سے بچاتی تھی۔ اور خلق خدا عام طور پر تقلیداً یا اعتقاداً اطاعت اور عبادت کی طرف رغبت رکھتی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں نیکوکاری کا خیال استوار ہو چکا تھا۔ مرد و عورت۔ بوڑھے بچے۔ جوان بازاری عامی غلام اور نوکر سب نماز ادا کرتے تھے۔ بلکہ زیادہ تر مرید چاشت اور اشراق کے پابند ہو گئے تھے۔

شہر سے غیاث پور تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے گئے تھے۔ چھپر ڈال گئے تھے۔ کنویں کھدوائے گئے تھے۔ پانی سے بھرے ہوئے مٹکے اور مٹی کے لوٹے رکھے رہتے تھے۔ چٹائیاں بچھی رہتی تھیں۔ ہر چبوترہ اور ہر چھپر میں ایک حافظ اور ایک خادم مقرر کر دیا گیا تھا۔ تاکہ مریدوں۔ توبہ کرنے والوں اور نیک لوگوں کو

حضرت شیخ کے آستانہ تک آنے جانے میں نماز کے وقت وضو کرنے میں تردّد نہ ہو۔"

برنی تو یہاں تک لکھتا ہے " اللہ تعالیٰ نے حضرت نظام الدین اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ کو پچھلی صدیوں میں حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مثل پیدا کیا ہے۔

ہیرے موتی اور جواہرات آپ کی نظر میں پتھر اور کنکر کے برابر تھے۔ اتنی قناعت تھی۔ کہ دونوں جہانوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ہر کسی کی فریاد رسی اس کی حاجت روائی کی حتی الامکان کوشش فرماتے۔ دستور تھا۔ کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ میں حاضری دینے کے لئے جاتے۔ تو متعدد گاڑیوں میں جنس۔ غلہ۔ کپڑے اور نقدی رکھ لیتے۔ خادم ساتھ ہوتے۔ جو راستے میں غربا اور مساکین میں تقسیم کرتے جاتے۔ راستے میں ایک محلہ ایسا پڑتا تھا جس میں طوائفیں آباد تھیں۔ وہ سب حضرت کی آمد کی خبر سن کر حجروں سے باہر آ بیٹھتی تھیں۔ خواجہ اقبال ان کو چاندی کا ایک ایک سکہ دیتے چلے جاتے اور کہتے کہ حضرت صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ تم سب پردے کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ ایک طرح سے ان طوائفوں کا یہ وظیفہ بندھ گیا تھا اور وہ حضرت کے اس راہ سے گزرنے کا انتظار کرتی رہتی تھیں۔

آپ کی یہ مبارک عادت تھی کہ ہر ایک آنے والے سے نہایت التفات سے پیش آتے۔ اس کی بات نہایت توجہ سے سُنتے۔ اس لئے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ سب سے زیادہ اس سے مانوس ہیں۔ اور حاضرین ایسے ایسے مسائل پیش کر کے آپ سے امداد اور دعا کے طالب ہوتے تھے کہ ان معاملات میں کوئی شخص اپنے حد درجہ شفیق کو ہی رازدار بنا سکتا ہے۔ خانقاہ میں اس کثرت سے لوگ آتے تھے کہ اس کا تصور بھی محال ہے۔ روزانہ ہزارہا اشخاص کو یہاں سے کھانا میسر آتا تھا۔ ایک خراسانی کی طرف حساب میں سات سو ٹنکے بقایا تھے اور وہ ادا نہیں کر رہا تھا۔ خواجہ اقبال نے اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر ایک حجرے میں بند کر دیا۔ جب حضرت ادھر سے گزرے۔ تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا۔ آپ نے اُس خراسانی

سے پوچھا کہ تمہارے پاؤں میں بیڑیاں کس نے ڈالیں؟ اُس نے سارا قصّہ سنایا۔ آپ نے فوراً خواجہ اقبال کو بُلایا۔ کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ اُس نے کہا کہ یہ واجب الادا رقم واپس نہیں کر رہا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کیا ہے۔ یہ سب اللہ کا مال ہے۔ اللہ کی ملکیت ہے اور یہ اللہ کے بندے ہیں۔ کچھ میں کھاتا ہوں۔ کچھ تم کھاتے ہو۔ کچھ اس بیچارے نے بھی کھا لئے۔ تو کونسا غضب ہوگیا۔" چنانچہ آپ نے اس کو اپنی موجودگی میں رہا کرایا۔ اور خواجہ اقبال کو سخت سرزنش کی۔ کہ ایسا کام آیندہ سے نہ ہو۔

حضرت کی خدمت میں ہر وقت طرح طرح کے آدمی آتے رہتے تھے۔ اور ان کے لئے خدام کو بار بار کھانا لانا پڑتا تھا۔ کیونکہ آپ عادت مبارکہ تھی کہ ہر آنے والے کو اصرار کر کے کھانا کھلاتے تھے۔ جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ صبح سے شام بلکہ رات گئے تک حاجت مند آتے اور جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔ فتوح کی تقسیم کا یہ اصول بیان فرمایا کہ " دس دس لیتے جاؤ اور ایک ایک دیتے جاؤ۔" یعنے اگر کوئی دس روپے لایا۔ تو دس فقیروں میں ایک ایک روپیہ بانٹ دو۔

خانقاہ میں جماعت خانہ کے قریب لنگر خانہ اور مطبخ تھا۔ جس کے انچارج حضرت برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہاں ہر وقت کھانا پکتا رہتا تھا اور ہر آنے جانے والے کے لئے عام لنگر تھا۔ یہ کھانا بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا دال شوربا۔ کھچڑی۔ ہریسہ اور دیگر مختلف اقسام کے کھانے ہوتے تھے۔ دیگیں مانجھنے کی خدمت حضرت شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ تھی جن کو آپ نے بعدازاں مالوہ کی طرف بھیج دیا تھا۔ متعدد باورچی اور معاون ہر وقت کام میں مصروف رہتے تھے۔ رات ہو یا دن ہر وقت یہاں مصروفیت تھی۔ وفات کے دن خانقاہ کے تمام گودام خالی کرا دیئے۔ اور ایک تنکا بھی خانقاہ میں نہ رہنے دیا۔

آنجناب کے پاس کوئی خزانہ نہ تھا۔ کسی بادشاہ کے پاس آنا جانا نہ تھا اور نہ ہی بادشاہوں سے نذر و نیاز قبول فرماتے تھے۔ کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے دربار میں نہیں گئے اور خانقاہ عالیہ کا لاکھوں روپوں کا سالانہ خرچہ توکل کے ذریعے چلتا تھا۔ صبح سے

شام تک ہزاروں عقیدت مند آتے کچھ نہ کچھ تحفے اور ہدیے لے کر آتے۔ نذرانے پیش کرتے اوران کو تقسیم کرتے رہتے۔ اگر کسی دن فتوح زیادہ آجاتی تھیں۔ اور زیادہ نذرانے پیش ہوتے۔ تو آپ ان کے ڈھیر کو دیکھ کر روتے تھے۔ اور انہیں جلد از جلد تقسیم کرا دیتے تھے بار بار خدام کو حکم دیتے۔ کہ جاؤ فلاں چیز رکھی ہے۔ اس کو بانٹ دو۔ جب آپ کے کان میں یہ آواز پہنچتی کہ سب کچھ تقسیم ہو چکا ہے تو آپ کے چہرۂ اقدس پر اطمینان ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایسا وقت بھی آیا کہ فتوحات اور نذرانوں کی عجب بھرمار تھی۔ دولت کا دریا دروازے کے آگے بہتا تھا۔ ہر وقت نذرانے اور تحائف آتے۔ ادھر اس مرد کامل کے استغنا کا یہ عالم کہ بادشاہوں شہزادوں اور اُمرا و اغنیا سے ان کی وصولی سے التفات ہی نہیں۔ لینے والوں کی تعداد دینے والوں سے زیادہ ہوتی اور جو کوئی کچھ لاتا۔ اُس سے زیادہ پاتا۔ اور سب کچھ تقسیم کرنے کے بعد حجروں اور اشیا کے انبار خانوں میں جھاڑو دے دیا جاتا۔"

ہر روز بالعموم اور جمعہ کی نماز سے قبل بالخصوص نعمت خانہ دستور کا جائزہ لیتے اور جو کچھ ہوتا تقسیم کر کے نماز کے لئے جاتے۔ مہمانوں کے لئے مرغن کھانے رکھے جاتے۔ مگر خود صائم الدہر تھے۔ روٹی اور سادہ ترکاری سے افطار کرتے۔ اگر کسی نے لکھ دیا۔ کہ حضرت بہت کچھ پڑا ہے۔ تو فرماتے کہ مسجدوں۔ بازاروں اور گلیوں میں دکانوں کے سامنے اتنے غریب مسکین اور مفلوک الحال فاقہ مست پڑے ہیں۔ کہ میرے لئے تو نوالہ حلق سے اُتارنا محال ہے۔

تیس سال تک سخت مجاہدے کئے۔ عمر بھر صائم الدہر رہے۔ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے۔ افطار میں قلیل کھانا تناول فرماتے۔ اسی طرح بہت کم سوتے۔ اور رات کا بیشتر حصہ ساری عمر عبادت میں گزارا۔ اور متعدد بار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت پاک سے مشرف ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت اور بالخصوص شہر دہلی میں خلقتِ خدا جس قدر آپ کا احترام کرتی تھی کسی اور کا نہ کرتی تھی جس

سے حکمرانوں کو ہر وقت آپ کی طرف سے اس مقبولیت کا خطرہ ہی رہا۔ حالانکہ آپ اس کے خواہش مند نہ تھے۔

یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے اس عظیم صوفی اور ولی کو علامہ اقبال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے اُونچا مقام دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اُونچا مقام ہے تیرا

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی مُلک گیر اشاعت

محمد غوثی مانڈوی مصنف "گلزار ابرار" لکھتا ہے کہ "ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے۔ ان کی فیض پوشی سے ہند کا ہر مکان اور ہر قطعۂ زمین ہدایت آباد تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مرتبے اور بڑی کرامتوں والے سات سو خلیفہ ایسے روانہ کئے کہ ہر شخص کے سینے سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا۔" جن صوبجات میں آپکے خلفائے کرام نے خانقاہیں قائم کیں اور اس عظیم سلسلہ کی نشر و اشاعت اور ترویج میں حصہ لیا انکی تفصیل اس طرح سے ہے۔

۱۔ **دار الخلافہ دہلی**۔ ہندوستان میں دارالحکومت دہلی کو چشتیہ سلسلہ کی اشاعت کے ضمن میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ جب حضرت سید نظام الدین اولیاؒ رحمتہ اللہ علیہ نے تمام خلفاء کو تبرکات دے کر ہندوستان کے دور دراز صوبوں میں برائے اشاعت سلسلہ روانہ کیا۔ تو سب سے آخر میں حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کو بلا کر خواجگان چشت کے تبرکات دیئے۔ اور فرمایا کہ تم دہلی میں ہی قیام کرو بادشاہوں کے ظلم و ستم برداشت کرو اور خلق خدا کی راہ نمائی میں ہمہ تن مشغول رہو۔ چنانچہ آپ نے انتہائی نامساعد حالات میں سلسلہ کی باگ ڈور سنبھالی اور ایک مضبوط

چٹائی کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے محمد بن تغلق نے آپ کو طرح طرح سے پریشان کیا۔ بادِ مخالف کے کئی تند و تیز جھونکے آئے۔ مگر آپ اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق اس عقیدے پر جمے رہے۔ خانقاہ میں عقیدتمندوں کا اتنا ہجوم تھا کہ آپ کو سونے کا وقت بھی نہیں ملتا تھا۔ آپ کے بعد وہ مرکزی نظام جو حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے شروع ہوا تھا۔ آپ پر ختم ہوگیا۔ اور مرکز صوبوں میں منتقل ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی کو خواجگان کے تبرکات دیئے۔ بلکہ ان کو اپنی قبر میں رکھ لیا۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد کے یہ الفاظ یاد تھے۔ کہ شیخ نصیرالدین سے کہہ دو۔ کہ تمہیں بندگانِ خدا میں رہنا اور ان کے ظلم و جفا کے مصائب و آلام برداشت کرنے چاہئیں اور ان کے بدلے بذل و ایثار اور سخاوت و محسن کرنا چاہیئے" اور اس میں آپ کتنے کامیاب و کامران رہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب ایک قلندر نے آپ کے حجرے میں داخل ہوکر خنجر سے آپ کے جسم پر حالت عبادت میں گیارہ زخم لگا دیئے۔ تو نہ صرف آپ نے اس کو معاف کردیا۔ بلکہ بیس تنکہ انعام میں دیئے کہ شاید خنجر مارتے وقت تمہارے ہاتھوں کو تکلیف پہنچی ہو۔

۲۔ گجرات کاٹھیاواڑ ۔ اس علاقہ میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت حضرت سیّد نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے اِن خلفائے کرام نے انجام دیا۔

۱۔ حضرت شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ ملتانی ۔پٹن۔
۲۔ حضرت شیخ سید حسین رحمتہ اللہ علیہ ۔ دیہوئی۔
۳۔ حضرت شاہ بارک اللہ رحمتہ اللہ علیہ ۔ نہروالہ

حضرت شیخ حسام الدین ملتانی اور حضرت سیّد حسین نے بفرمان اپنے پیر و مرشد نہروالہ (گجرات) میں خانقاہیں قائم کیں۔ اور اس سلسلہ کو عوام الناس میں مقبول فرمایا۔ ان حضرات کے مزارات بھی وہیں ہیں۔

حضرت شاہ بارک اللہ نے حاجی پورہ میں قیام کیا اور لوگوں کو رشد و ہدایت سے نوازا۔

علاوہ بریں اس صوبہ میں حضرت نصیر الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے خلیفہ اور بھانجے حضرت شیخ علامہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے احمدآباد میں ایک خانقاہ قائم کی۔ پھران کے فرزند رشید حضرت شیخ سراج الدین۔ پھران کے صاحبزادے حضرت شیخ علم الحق پھران کے صاحبزادے حضرت شیخ محمود راجن اور پھر علی الترتیب حضرت شیخ جمال الدین جمن حضرت شیخ حسن محمد حضرت شیخ محمد گجراتی اور حضرت یحیٰ مدنی نے کمال استقامت سے اس سلسلہ کی اشاعت کی اور لاکھوں بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم دکھایا حضرت علامہ کمال الدین رضوان اللہ اجمعین، بعدازاں دہلی آکر وصال فرماگئے اس کے علاوہ حضرت شیخ یعقوب۔ حضرت سید کمال الدین قزوینی حضرت شیخ کبیرالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی قابلِ قدر کام سرانجام دیا۔ حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت زین الدین خلدآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کا مزار نہر والہ میں ہے۔

حضرت سید کمال الدین قزوینی حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے متعلق تھے۔ بھڑائچ میں ان کی خانقاہ تھی۔ ان کے ذریعے سے بھی سلسلہ کو یہاں کافی عروج ملا۔

حضرت شیخ کبیرالدین قزوینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ حمیدالدین صوفی سوالی کے پوتے تھے۔ ناگور سے احمدآباد چلے آئے۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت میں نمایاں کام کیا۔

حضرت شیخ رکن الدین مودود رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ سے تھے۔ نے بھی کافی کام کیا۔ ان کے ایک مرید اور خلیفہ حضرت شیخ عزیزاللہ المتوکل علی اللہ اور ان کے فرزند حضرت شیخ رحمت اللہ نے بھی اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے کافی کام کیا۔ سلطان محمود بیگڑہ حضرت شیخ رحمت اللہ کا مرید تھا

اس سلسلہ میں حضرت شیخ علی متقی جو عرب و عجم کے مشائخ میں ایک منفرد شخصیت ہیں۔ اور متبحر عالم تھے۔ اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ اس سلسلہ کی مرکزیت ختم ہونے کے باوجود گجرات میں یہ خانقاہیں کام کرتی رہیں

۳۔ بنگال ۔لکھنوتی سے ایک ارادت مند سراج الدین حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت اقدس میں دہلی حاضر ہوا۔ اس نے حضرت مولانا فخرالدین زراری خلیفہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ اور ایک متبحر عالم بنا۔ اور "آئینہ ہند" کہلایا۔ سرزمین بنگال میں آپ پہلے شخص ہیں جن کو حضرت محبوب الٰہی نے چشتیہ سلسلے کی ترویج و اشاعت کے لئے روانہ فرمایا۔ جو انہوں نے بحسن و خوبی سرانجام دیا۔

"صاحب "سیرالاولیاء" لکھتے ہیں کہ ان کا روضہ قبلۂ ہندوستان ہے۔ ان کے ایک خلیفہ حضرت شیخ علاء الحق والدین بن اسعد بنگالی نے پنڈوہ میں چشتی سلسلہ کی ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کی۔ جہاں دور دراز مقامات سے لوگ فیضان حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔ پھر ان کے خلیفہ حضرت نور قطب عالم فرزند ارجمند حضرت شیخ علاء الحق نے سلسلہ کی اشاعت کے لئے بہت کام کیا۔ انہوں نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ تاکہ راجہ کنس کی اسلام دشمنی کو ختم کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی خلیفہ حضرت شیخ علاء الحق نے بھی تعاون کیا حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا حسام الدین مانکپوری نے بھی نہایت استقامت سے سلسلہ کی اشاعت میں حصہ لیا حضرت نور قطب عالم کا یہ ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے۔ کہ ان کی سعئ بلیغ سے بنگال، بہار، جون پور میں اس سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ جن سے لاکھوں بندگانِ خدا نے فیوض و برکات حاصل کئے۔ حضرت مولانا سراج الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پنڈوہ میں ہے۔

۴ دکن سرزمین دکن میں پہلے چشتی بزرگ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ پہنچے۔ جو حضرت سید نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے اور اُن کو آپ نے تبرکات دے کر دکن میں سلوک و ارشاد کی تلقین کے لئے روانہ فرمایا تھا وہ دیوگیری پہنچے۔ اور وہاں باقاعدہ اپنا کام شروع کیا۔ آپ کی خانقاہ میں عقیدتمندوں کا اس قدر ہجوم ہوا۔ کہ بایدو شاید۔ آپ کے ملفوظات حماد بن عماد کاشانی نے جمع

"احسن الاقوال" کے نام سے مرتب کئے۔ مقبرہ خلد آباد میں ہے۔ علاءالدین حسن جو دکن میں سلطنت بہمنی کا پہلا حکمران تھا۔ نے آپ کے وسیلہ سے حضرت سید نظام الدین اولیاء کی رُوح کو ایصال ثواب کے طور پر پانچ من سونا اور دس من چاندی غربا و مساکین میں تقسیم کی۔ آپ کے ایک خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین خلد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے دستِ حق پرست پر علاءالدین حسین شاہ نے بیعت کر لی ان کے ذریعے بھی اس سلسلہ کو کافی ترقی ہوئی

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک اور نامور بزرگ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی جب دکن پہنچے۔ تو سلطان فیروز شاہ بہمنی نے علماً و مشائخ اور شاہی لشکر کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ آپ نے گلبرگہ میں ایک نہایت عظیم الشان خانقاہ قائم کی۔ جہاں سے ایک جہان نے فیض حاصل کیا۔ آپ خود کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ جن کے ذریعے انہوں نے اس سلسلہ کو عوام الناس سے روشناس کرایا۔ آپ کے خلفا میں حضرت شیخ علاءالدین گوالیاری۔ حضرت شیخ محمد اکبر حسینی۔ حضرت شیخ فخر الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سید یوسف حسینی۔ حضرت سید صدر الدین اودھی رحمۃ اللہ۔ حضرت شیخ ابوالفتح قریشی۔ حضرت قاضی محمد سلیمان۔ حضرت شیخ یداللہ اور شیخ زادہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس سلسلہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

بُرہان پور۔ ذین آباد۔ دولت آباد۔ گلبرگہ اور خلد آباد کی خانقاہیں بہت مشہور ہیں۔

حضرت امیر حسن بن علا سنجری حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اُن کی شہرت اپنے پیرو مرشد کے ملفوظات "فوائد الفواد" مرتب کرنے کی وجہ سے ہے۔ آپ نے تمام عمر اپنے پیرو مرشد کی اقتدا میں مجردانہ زندگی بسر کی بعد از وصال دولت آباد میں دفن ہوئے۔ آپ کا روضہ مبارک زیارت گاہ خلائق ہے

۵۔ مالوہ حضرت سید نظام الدین اولیاء نے اپنے خلفائے کرام میں سے درج ذیل حضرات مالوہ کی طرف روانہ کئے۔

۱۔ حضرت شیخ وجیہہ الدین یوسف رحمۃ اللہ چندیری۔

۲۔ حضرت مولانا مغیث الدین اُجین رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ حضرت شیخ کمالی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ حضرت شیخ وجیہہ الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو چندیری کی طرف روانہ فرمایا۔ جہاں انہوں نے سلسلہ کی اشاعت کے لئے ایک بڑی خانقاہ قائم کی۔

حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی حضرت شیخ علاء الحق بن اسعد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے بھی کافی کام کیا۔ مزار جون پور کے ایک گاؤں کچھوچھہ میں ہے۔

حضرت مولانا مغیث الدین پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق مالوہ آئے اور اُجین میں دریا کے کنارے خانقاہ قائم کی اور بعد از وصال وہاں ہی مقبرہ بنا۔

حضرت شیخ کمال الدین۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھے۔ ان کو حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے چنبیلی کا ایک پھول دے کر مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ اُن کی عظمت کے باعث سلاطین مالوہ ان کے حلقۂ ارادت میں آئے اور سلطان محمود خلجی نے ان کی قبر پر گنبد بنایا۔ نیز خانقاہ بھی بنادی۔ بعد ازاں مالوہ میں حضرت قاضی اسحاق رحمۃ اللہ نے بھی اس کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی بزرگی کی وجہ سے سلطان علاء الدین محمود نے ان سے بیعت کر لی۔

۴۔ **پنجاب** ۔ حضرت سیّد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ حضرت قطب الدین منوّر تھے۔ جو حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ انہوں نے ہانسی تشریف لا کر سلسلہ کے لئے بے پناہ کام کیا۔ آج کل یہ شہر ہریانہ میں واقع ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف "نفحات الانس" میں لکھتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ کے خلیفہ حضرت امیر خسرو دہلوی نے طی ارض (زمین کے لپٹنے کے طور پر یعنی ہوا پر اڑ کر) کے طریق سے

حج کیا ہے۔ آپ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اور التماس کی کہ اپنے مبارک منہ کا لعاب اس کے منہ میں ڈالیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دولت کو سعدی لے گئے ہیں۔ آپ دل برداشتہ ہو کر حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں آئے اور سارا حال بیان کیا۔ آپ نے اپنے منہ کا پانی ان کے منہ میں ڈال دیا جس کی برکات ظاہر ہوئیں۔ حضرت امیر خسرو چالیس سال صائم الدہر رہے۔ اور انہوں نے پانچ مرتبہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ حالانکہ آپ کے بہت سے بادشاہوں سے درباری تعلقات تھے۔ مگر جو تعلق خاطر اپنے پیر و مرشد سے تھا وہ کسی بھی بادشاہ سے نہ تھا۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ اور فارسی کلام تو سوز و گداز سے بھرا ہوا ہے۔ مولانا جامی نے آپ کی تصانیف کی تعداد ۹۹ لکھی ہے اور اشعار کی تعداد پانچ لاکھ تحریر کی ہے۔

خانقاہِ عالیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ دہلی کی ایک آبادی غیاث پورہ میں ہے جس کو اب نظام بستی کہا جاتا ہے۔ آپ کے زمانۂ حیات میں یہ آبادی شہر سے باہر تھی۔ خانقاہ عالیہ عہد غیاث الدین بلبن کے آخر میں ایک امیر ضیاء الدین وکیل نے جو حضرت کے مرید تھے ایک وسیع قطعہ زمین پر بنا دی تھی۔ اس کا آنگن بہت بڑا تھا۔ اور اس میں بڑ اور پاکھر کے درخت تھے۔ اس عمارت میں عماد الملک ضیاء الدین وکیل کا اب بھی مزار ہے۔

جماعت خانہ۔ اس وسیع خانقاہ میں جماعت خانہ بھی تعمیر کیا گیا جس کے ابتداً دو دروازے تھے۔ ایک اندر جانے کے لئے دوسرا باہر آنے کیلئے۔ عمارت بہت سے ستونوں پر قائم تھی۔ اس میں ہر ستون کے ساتھ درویشوں کے بستر لگے رہتے تھے۔ اس جماعت خانہ میں ایک جگہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ دوسری طرف حضرت برہان الدین غریب تیسری طرف

حضرت اجی سراج (آئینۂ ہند) اور دیگر خلفائے کرام عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ عام مسافروں کو ہدایت تھی۔ کہ وہ یہاں دس دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ یہ جماعت خانہ ہر وقت درویشوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا تھا۔ اور لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ جماعت خانہ کا طرزِ تعمیر ایسا تھا جیسا امیر خسرو کے مزار کے سامنے حجرۂ قدیم کی چھت کا انداز ہے۔

"جوامع الکلم" میں لکھا ہے۔ کہ یہ عمارت شیخ ضیاء الدین نے بنوائی تھی۔

لنگر خانہ ۔ لنگر خانہ کے انچارج حضرت برہان الدین غریب تھے یہاں ہر وقت کھانا پکتا رہتا تھا۔ یہ کھانا بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا۔ کھچڑی۔ دال شوربا۔ ہریسہ اور دیگر مختلف اقسام کے کھانے یہاں پکتے تھے۔ متعدد باورچی اور اُن کے معاون یہاں ہر وقت کام کرتے تھے۔ دیگیں مانجھنے کا کام حضرت شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ تھا۔ آپ کے پیر و مرشد نے دعا کی تھی کہ آپ کے لنگر خانہ میں روزانہ ستر من نمک خرچ ہو۔ اس دعا کا یہ اثر تھا۔ کہ روزانہ ستر اونٹ پیاز اور لہسن کے چھلکوں کے لنگر سے باہر نکلتے تھے۔ خواجہ عبدالرحیم کے ذمہ آپ کے لئے سحری کا انتظام تھا۔

توشہ خانہ ۔ مہمان حضرات جو ہندوستان کی ہر اطراف سے خانقاہ عالیہ میں آتے تھے۔ ان کے لئے توشہ خانہ میں چارپائیاں۔ بستر۔ رضائیاں وغیرہ ہوتی تھیں۔ اور جاڑوں میں ان کو دی جاتی تھیں۔ آپ نے بالوں کا ایک ایسا کمبل بنوا رکھا تھا جو کئی گز لمبا اور کئی گز چوڑا تھا۔ جس میں دس بارہ درویش آسانی سے سو سکتے تھے۔ سردیوں کے موسم میں جب مہمان زیادہ ہو جاتے تو آپ یہ کمبل بھیج دیتے تھے۔ تاکہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔

مسجد ۔ جو درویش یا مسافر جماعت خانہ میں قیام کرتے۔ وہ ساری رات اکثر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ تہجد کے وقت اُٹھ کر طہارت کے لئے باہر کھیتوں میں چلے جاتے۔ کچھ دریائے جمنا کے کنارے وضو کرتے اور پھر تمام حاضرین

مسجد میں آکر نماز باجماعت پڑھتے کبھی وسیع وعریض صحن میں نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی۔

کتب خانہ ۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ بھی تھا جس میں تصوف اور اسلامی کتب رکھی رہتی تھیں۔

گودام ۔ جماعت خانہ کے جانب جنوب حجرے تھے جو گوداموں کا کام دیتے تھے۔ ایک حجرے میں کھجوروں کا انبار لگا ہوا تھا۔ ایک میں غلے کی بوریاں تھیں ایک میں خوردنی اشیاء کا ذخیرہ تھا ہر ماہ ضروری اشیا بھاری مقدار میں خریدی جاتی تھیں۔ جو افغانی یا خراسانی تاجر سپلائی کرتے تھے۔ اور یہ گودام خواجہ اقبال کی نگرانی میں تھے۔ دالیں بھی کثیر مقدار میں خرید کر رکھی رہتی تھیں۔ سونے چاندی کے سکّوں کے علاوہ پھل ظروف۔ لباس مٹھائیاں اور دیگر انواع واقسام کا سامان ہوتا تھا۔

ذاتی کمرہ آپ کا ذاتی کمرہ اوپر کی منزل میں تھا۔ جہاں آپ عشا کی نماز کے بعد تشریف لے جاکر نماز فجر تک استراحت فرماتے تھے۔ ۔ ۔ اس کمرہ میں حضرت امیر خسرو اور خواجہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی شخص کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ رات کا بیشتر حصہ آپ عبادت میں گزارتے تھے۔ کمرہ کے آگے صحن تھا جس سے دریائے جمنا کا بخوبی نظارہ ہوسکتا تھا۔ حجرے میں لکھنوتی کے بوریئے بچھے رہتے تھے۔

مکاتیب خانہ ۔ حضرت بعض حاجت مندوں کے کہنے پر اُمرا کو سفارشی خطوط بھی اپنے کمرہ میں بیٹھ کر لکھ دیتے تھے۔ اگر کسی سے تعارف نہ ہوتا تو اسے مخاطب نہ فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت نے امیر خسرو کو سفارشی خط دے کر کیلوکھڑی کے کوتوال کے پاس بھیجا۔ کوتوال اس وقت دریا کے کنارے بیٹھا تھا۔ رقعہ پڑھ کر اس نے اس کو دریا میں ڈال دیا۔ آپ نے یہ بات آکر اپنے شیخ کو بتائی۔ تو فرمایا۔ کہ اُس نے رقعہ کو دریا میں نہیں ڈالا بلکہ اپنے آپ کو دریا

میں ڈالا ہے چند روز کے بعد سنا گیا کہ بادشاہ نے کوتوال سے ناراض ہو کر اسے قلعہ کی فصیل سے دریا میں پھنکوا دیا ہے۔

بادشاہوں سے مراسم

سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔ مگر اجازت نہ ملتی تھی۔ ایک دن بادشاہ نے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے برسبیل تذکرہ کہہ دیا کہ اب میرا ارادہ کسی دن بلا اجازت ہی جانے کا ہے۔ تاکہ آنجناب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شرف زیارت سے مستفیض ہو سکوں۔ اور قدمبوسی سے سرفراز ہوں۔ لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی کہ راز افشا نہ ہو۔ رات کو جب حضرت امیر خسرو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ساری بات اُن کے گوشگذار کر دی۔ یہ سن کر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ عازم پاک پٹن ہو گئے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت امیر خسرو سے اس افشائے راز کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ کی ناراضگی سے جان کا خطرہ تھا۔ اور ان کی ناراضگی سے سلب ایمان کا خوف تھا۔ اس لئے میں نے جان پر ایمان کو ترجیح دی۔ یہ سُنکر بادشاہ خاموش ہو گیا۔

"گلزار ابرار" کا مصنف محمد غوثی شطاری مانڈوی لکھتا ہے کہ۔

"سلطان علاء الدین کے دل میں ہمیشہ یہ خلش رہتی تھی کہ شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سلطنت اور حکمرانی کا خیال اپنے دل میں رکھتے ہیں اور فرصت اور موقع کے انتظار میں ہیں۔ اس واسطے خواہش سلطنت کے امتحان کیلئے ملکی امور کے متعلق چند دقیق سوالات بطور استصواب لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجے۔ اور التماس کیا کہ جواب باصواب سے ان لکھی ہوئی مشکلات کو حل فرمائیں تاکہ اس پر

عمل کرنے سے یہ دقتوں کی تنگی رفع ہو جائے۔ اور حصول مراد نصیب ہو جب یہ امتحانی پرچہ آپ کے رُوبرو پڑھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ بوریا نشین درویشوں کو تخت کی زیب و زینت دینے والے بادشاہوں کے کاروبار کی کیا خبر۔ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کے مقدمات کے متعلق دریافت حال فرمانے سے بیچارہ دل کا وقت غارت نہ کیجئے۔ اور فقراء کے ضمیر کا امتحان نہ فرمایئے۔ القصہ جب سلطان کا اندرونی زخم اس حقیقت جواب کے مرہم سے اندمال پذیر ہوا تو آستانہ بوسی کے لئے التماس کیا۔ شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا۔ درویش کے انس کو ایک پرندہ سمجھنا چاہیئے۔ جس کے لئے وحشت پیدا کرنے والا سلطانی کر و فر شکاری باز ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ صرف دعا اور سلام سے جو بہ توسط پیغام ہو۔ باہم آشنا رہیں۔"

علاء الدین خلجی کے دولڑکے شادی خاں اور فقیر خاں آپ کے مرید تھے۔ اور وہ اکثر و بیشتر آپ کی خانقاہ میں آتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ خلجی مسجد کا وسطی گنبد فقیر خاں نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی تعمیر کرایا تھا۔

سلطان علاء الحق خلجی نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی درخواست کی۔ جو آپ نے قبول نہ فرمائی۔ اور وہ تاحیات آپ سے شرف ملاقات حاصل نہ کر سکا۔ "جوامع الکلم" میں لکھا ہے کہ خسرو خاں نے جب تخت پر قبضہ کیا تو اس موقعہ پر ایک لاکھ تنکے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں بھجوائے اور ان کے خادموں کو فی کس دس ہزار تنکے دیئے۔

ایک دفعہ محمد تغلق عالم شہزادگی میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اُسی روز علاء الدین بہمن شاہ جس نے دکن میں سلطنت بہمنی ۷۴۳ھ میں قائم کی حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ تغلق واپس ہو رہا تھا اور علاء الدین حسن ابھی دروازے پر ہی تھا۔ کہ حضرت شیخ نے ایک ملازم کو اُسے اندر لانے کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا۔ "سلطانے رفت و سلطانے آمد"

پھر علاء الدین حسن پر خاص کرم فرمایا۔ اور ایک روٹی جو اپنے افطار کے لئے رکھی

تھی انگلی پر رکھ کر اس کو اس سلطنت کی بشارت دی۔

"این چیز شاہی ست کہ پس از مدتے دراز و محنت در دکن روزے
نصیب تو خواہد شد"

"گلزار ابراہیمی" المعروف بہ تاریخ فرشتہ میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔

آستانہ عالیہ سلطان محمد تغلق بن سلطان غیاث الدین تغلق نے روضہ منورہ تعمیر کرایا تھا۔ گنبد نہایت عالی شان تھا۔ جب خستہ حالت میں ہوگیا تو ۱۵۶۲ء میں نواب سید فرید خاں المخاطب بہ نواب مرتضیٰ خاں نے بارہ ستونوں پر ایک گنبد تعمیر کرایا۔ اور ستونوں کے دروں میں سنگِ مرمر کی جالیاں لگوائیں۔ نیز سرہانے ایک لوح نصب کرائی جس پر کلمہ طیبہ کے بعد یہ اشعار کندہ کرائے۔

شکر کہ در روضۂ حضرت غوث الانام	از پئے تعمیر شد خان فلک احتشام
مہر نسب را شرف اوج شرف را شہاب	سید عالی نسب میر فلک احترام
بانی او ہاشمی، ساعی او ھاشمی	آں کہ بدوراں شاں ہست سخن را نظام
از پئے تاریخ آں چوں متفکر شدم	کاکِ فرد زد رقم قبلہ گہے خاص و عام
روئے بدرگاہ او را فریدوں بصدق	شاید زالطاف پیر کار تو گردد نظام

(کاتب حسین احمد چشتی)

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ "دہلی میں حضرت نظام الدین ولی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ جوناخان (محمد تغلق) ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا اور ان سے دعا کا خواستگار رہتا تھا۔ ایک روز اُس نے ان کے خادموں سے کہا کہ جس وقت شیخ جذبہ اور وجد کی حالت میں ہوں۔ تو مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ جب ایسا موقع آیا۔ تو اُنہوں نے جوناخاں کو خبر کی۔ وہ حاضر ہوا۔ شیخ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ ہم نے تجھ کو سلطنت بخشی۔ اس عرصہ میں شیخ کا انتقال ہوگیا۔ تو جوناخاں نے ان کے جنازے کو کندھا دیا۔"

مسجد درگاہ حضرت نظام الدین اولیا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے مسجد درگاہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۵۳ھ میں تعمیر کرائی۔ پہلے اس جگہ ایک جماعت خانہ تھا۔ اس مسجد کا وسطی درجہ سنگ سرخ کا ہے۔ گنبد چودہ گز قطر کا ہے۔ اس کے وسط میں سونے کا کٹورہ لٹکتا ہے۔ جاٹوں نے اس میں گولیاں ماریں تھیں مگر ٹوٹا نہیں۔ ساری مسجد میں پانچ برج ہیں۔ مسجد کے دروں پر قرآنی آیات کندہ ہیں بعض جگہ خطِ نسخ میں اور بعض جگہ خطِ کوفی میں۔

فیروز شاہ تغلق نے گنبد پر صندل کا چھپر کھٹ بھی چڑھایا۔ اور برج کے چاروں کونوں میں سونے کے کٹورے سونے کی زنجیروں میں لٹکائے۔

"فتوحات فیروز شاہی" مصنفہ سلطان فیروز شاہ تغلق میں سلطان نے صندل کی لکڑی کے دروازے اور جالیاں اور سونے کی قندیلوں کا ذکر کیا ہے۔

درگاہ شریف سے مغرب کی طرف باؤلی دروازہ ہے۔ جو نہایت شاندار ہے اس کے نزدیک چبوترہ دار دروازہ ہے۔ اس کے ساتھ حجرے بھی ہیں یہ دروازہ اور حجرے خواجہ معروف نے ۷۸۱ھ عہد فیروز شاہ تغلق میں بنوائے تھے تعمیر کی تاریخ دروازے کی پیشانی پر تحریر ہے۔ اس کا پہلا شعر اس طرح ہے۔

بعہدِ دولتِ شاہِ معظم   خجستہ خسروِ اولادِ آدم

کل گیارہ اشعار ہیں۔ آخری شعر یہ ہے۔

ز ہجرت ہفت صد و ہشتاد و یک بود
مرتب شد بنا واللہ اعلم

ظہیر الدین بابر المتوفی ۹۳۵ھ کے دربار میں ایک خطاط مولانا شہاب الدین ہروی م ۹۳۶ھ تھا جس کے ہاتھ سے لکھے ہوئے بعض کتبات درگاہ محبوب الٰہیؒ میں موجود ہیں۔ ۱۵۳۰ء میں سید مہدی نے حضرت امیر خسرو کے مزار پر ایک چوبی کٹہرہ لگوایا مزار کے سرہانے لوح نصب کرائی جس پر کلمہ طیبہ اور اشعار لکھے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

شد عدیم المثل یک تاریخ او   دیگرے شد طوطی شکر مقال
۷۲۵ھ

"حررہ شہاب الدین اطعمائی الہروی"

تین اور اشعار کے بعد یہ عبارت لکھی ہے

۱۵۶۲ء میں نواب مرتضیٰ خاں بخاری نے عہد جلال الدین اکبر گنبد کے گرد سنگ مرمر کی جالیاں لگوائیں تھیں۔

عہد جہانگیری میں ۱۶۰۸ء میں نواب فریدخاں المخاطب بہ سید مرتضیٰ خاں بخاری بانیٔ فرید آباد نے سیپ کے کام کا ایک چوبی چھپر کھٹ مزار پُرانوار پر نصب کرایا اور اس میں پچیکاری سے بارہ اشعار کندہ کرائے

شیخ دہلی نظام را دو خرید — کلہ دُنیا و دیں مہیا کرد

یک خریدش مقام فانی داد — یک خریدش مقام احیا کرد

مرتضیٰ خاں فراز مرقد او — قبہ چوں سپہر برپا کرد

گیارہواں شعر اس طرح ہے۔

سالِ تاریخ ایں بنا جُستم
قبہ شیخ عقل القا کرد

۱۶۰۵ء میں طاہر محمد عماد الدین حسین نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار منور کے گرد مجرادر مرمریں بُرج تعمیر کرایا۔ گنبد کے اندرونی دیوار کے آخر میں گیارہ اشعار کندہ ہیں۔ ایک شعر اس طرح ہے۔

تاریخ بنائش عقل گفتا — یار وضہ بگو کہ جائے راز ست

اور عبارت اس طرح ہے۔

"قائل ایں کلام و بانیٔ ایں مقام طاہر محمد عماد الدین حسین ابن سلطان علی سبزواری سنہ ۱۰۱۶ھ غفر ذنوبہٗ سترہ عیوبہ الکاتب عبدالنبی بن ایوب"

شہاب الدین شاہ جہان کے دورِ حکومت میں نواب خلیل اللہ خاں ابن میر میر میراں حسینی نعمت اللہی حاکم شاہ جہاں آباد نے ۱۶۵۲ء میں گنبد کے گرد غلام گردش بنوائی۔ جسے سبیت دری کہتے ہیں۔ اس کے ستون سنگ سُرخ کے تھے۔

اس کا کتبہ اس طرح ہے۔

"در عہد اعلیٰ حضرت صاحبقراں ثانی احقر العباد خلیل اللہ خاں ابن میر میراں الحسینی نعمت اللّٰہی کہ حاکم شاہ جہان آباد بود ایں فی سنہ ۱۰۶۳ھ روضہ متبرکہ مرتب نمود۔"

شہزادہ دارا شکوہ اپنی تصنیف لطیف "سفینۃ الاولیا" میں لکھتا ہے۔ ناچیز بھی کئی بار آپ کے روضۂ عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ لکھتا ہے۔

"و قبر ایشاں در دہلی کو بموضعی است کہ درآں سکونت داشتند ایں فقیر چندیں بار بر زیارت آں روضہ منورہ رسیدہ۔"

شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں کو خواجگانِ چشت سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ اس لئے وہ اپنی وفات کے بعد حسبِ وصیت حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور کے ٹھیک پائتن میں دفن ہوئی۔ مزار کا کٹہرہ سنگ مرمر کا ہے۔ لیکن تعویذ خام ہے جو ہمیشہ سبزہ سے ڈھکا رہتا ہے۔ یہ سنہ ۱۶۸۱ء میں بنا یہ شعر لکھا ہے۔ ہو الحی القیوم۔

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

الفقیرۃ الفانیہ جہاں آرا مرید خواجگانِ چشت بنت شاہ جہاں بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۰۹۲ھ۔ جہاں آرا بیگم نے یہ زمین صاحبزادگان درگاہ سے قیمتاً حاصل کی تھی۔

لکھا ہے کہ جہاں آرا بیگم نے مرنے سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرا تین کروڑ روپے کا مال و اسباب حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے خدام کو دیدینا۔ مگر اورنگ زیب عالمگیر نے ایک کروڑ روپیہ دیا اور کہا کہ تہائی سے زیادہ میں وصیت نہیں ہوتی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اورنگ زیب عالمگیر نے مجلس خانہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے

قریب ہی نواب مصطفٰے خاں شیفتہ کا خاندانی قبرستان ہے۔

قطب صاحب کی درگاہ کے پاس ایک دیوار بیچ ایک موتی مسجد ہے جو سنگ مرمر کی ہے اور اس میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں لگائی گئیں ہیں۔ یہ ۱۷۰۹ء میں شاہ عالم بہادر شاہ فرزند اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرائی تھی۔

محمد شاہ رنگیلا (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) نے درگاہ شریف میں سنگ مرمر کا مکمل فرش لگوایا جس کے تین طرف خوب چوڑا مرمریں حاشیہ ہے جس پر بآسانی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ مجحُر مرزا جہانگیر اور مرزا بابر سے جانب غرب محمد شاہ بادشاہ کا مجحُر ہے۔ جو سرتا پا مرمریں ہے۔ اور نقاشی کا کام نہایت نفیس ہے۔ کواڑ مرمریں ہیں ۱۷۴۸ء میں بنا۔ پتھر سیپ کی طرح آب دار ہے۔ اس کی زمین محمد شاہ بادشاہ نے صاحبزادگان درگاہ سے ایک لاکھ روپیہ میں خریدی تھی۔ اس کے جانب غرب مجحُر جہاں آرا بیگم ہے۔

مصنف "آثار الصنادید" لکھتا ہے کہ" لطافت اور نفاست اس کی حد سے زیادہ اور خوبصورتی اور خوشنمائی اس کی بے اندازہ ہے۔ سنگ مرمر اس مجحُر کا ایسا آب دار خوش رنگ اور خوش نما ش ہے۔ کہ موتی کی آب اس کے آگے خاک ہے۔ گل بُوٹے بیل پتی منبت کاری کے ایسے ہیں کہ نگارخانہ چین بھی اس کے آگے مات ہے اس مجحُر کے دروازے میں دو پٹ نرے سنگ مرمر کے ڈال ایسے خوبصورت چڑھے ہوئے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ اس مجحُر میں محمد شاہ کی قبر کے علاوہ اس کی بیوی نواب صاحبہ محل اور میرزا جگر و محمد شاہ کے پوتے کی اور میرزا عاشوری کے علاوہ تین قبریں اور بھی بادشاہزادوں کی ہیں۔

عالم گیر ثانی (۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء) شاعر تھا لکھا ہے کہ وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر جا کر اپنی بادشاہت کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو منقبت میں یہ اشعار لکھے۔

جو ہووے خادم نظام الدین کا دل سیں اے غریب
اس کے تئیں ہوتا ہے تاج خسروی جگ میں نصیب

مرض دل انگار میرے کا وہ صحت بخش ہے
بے غذا و بے دعا و بے دوا و بے طبیب
بس پریشاں حال ہے اب خلق میں محبوب حق
فضل کر تقصیر واروں پر ہو تم حق کے حبیب

(با ہتمام غلام ہوشیار علی خاں محلی ۱۱۶۹ھ)

یہ اشعار بادشاہ نے ۱۷۵۵ء میں ایک پتھر پر کھدوا کر گنبد کے اندر لگوائے۔

حضرت امیر خسرو کے مزار کا دروازہ اور کٹہرا عہد عالمگیر ثانی کی یادگار ہے
درگاہ شریف کے کیواڑوں پر چاندی کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ علاوہ بریں اگردان عود سوز، شمع دان، قندیلیں اور دوسرے چاندی سونے کے تھے۔ جو ۱۷۶۱ء میں سدا شیو بھاؤ مرہٹہ نے لوٹ لئے تھے۔

اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) کا لڑکا مرزا جہانگیر تھا اس نے ۱۸۰۸ء میں دلّی کے انگریز ریذیڈنٹ مسٹر سٹین پر گولی چلا دی تھی جس پر اُسے الٰہ آباد میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور نظر بندی کی حالت میں ۱۸۲۱ء میں فوت ہو گیا۔ اس کی والدہ نواب ممتاز محل بیگم نے لاش کو وہاں سے منگوا کر یہاں دفن کر دیا۔ ان کے ساتھ ہی ان کے حقیقی بھائی مرزا بابر کی قبر ہے۔ یہ مجرد درگاہ شریف کے صحن سے پانچ فٹ بلند ہے۔ یہ مجحر خوشنما، نفیس اور سنگ مرمر کے کیواڑوں سے مزیّن ہے۔ یہ مجحر ۱۸۳۲ء میں بنا تھا۔

۱۸۰۸ء میں نواب احمد بخش خاں بہادر رئیس فیروز پور نے غلام گردش کے سنگِ سرخ کے ستون نکلوا کر سنگِ مرمر کے ستون لگوائے۔ یہ کام نواب نے حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی کے ایما پر کروایا تھا۔

۱۸۲۰ء میں فیض اللہ خاں بنگش نے غلام گردش میں تانبے کی چھت نذر کی۔ اور سونے اور لاجورد سے میناکاری کروادی۔ ۱۸۲۳ء میں اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) نے برج کو سنگ مرمر کا بنوا دیا۔ اور اس پر خوشنما سنہرا کلس لگوا دیا۔

۱۸۸۳ء میں نواب خورشید جاہ رئیس حیدر آباد دکن نے مزار اقدس کے گرداگرد ایک سنگ مرمر کا کٹہرا لگوایا جس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

"گنہراشیدہ غلامان غلام فدوی محی الدین بہادر شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بست دیکم ماہ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ"

خانقاہ عالیہ درگاہ شریف کا غربی دروازہ باؤلی دروازہ کہلاتا ہے۔ جو نہایت عالی شان ہے۔ اور اس فصیل میں ہے جو کبھی بستی نظام الدین کے چاروں طرف تھی۔ باہر باؤلی آتی تھی جس کا وسیع چوک ہے اور یہاں دو بلند گنبد ہیں۔ باؤلی کے غربی طرف چینی کا گنبد ہے۔ ایک قدیم مسجد ہے اور کوکلا بائی کا مقبرہ ہے۔ اس کے قریب مرزا معزالدین کا قبرستان ہے۔ نیز "مرادوں کا پیالہ" ہے۔ جو سنگ مرمر کا ہے۔ اور اتنا بڑا ہے کہ اس میں کئی من دودھ آجاتا ہے۔ جس شخص کی مراد پوری ہوتی ہے۔ وہ اس پیالہ کو دودھ۔ شربت یا پھلوں سے بھرتا ہے اور خیرات کر دیتا ہے۔ درگاہ شریف کے مغرب میں ایک بڑی عالی شان مسجد ہے جس کو خلجی مسجد کہا جاتا ہے۔ اس کے پانچ گنبد ہیں۔ تمام عمارت سنگِ سُرخ کی ہے۔ اس میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث کندہ ہیں نیز درمیان میں ایک کٹورا لٹکا ہوا ہے۔ جو سونے کا بتایا جاتا ہے۔

خانقاہ عالیہ میں طوطیٔ ہند حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ کا مزار ہے دروازے پر یہ شعر کندہ ہیں۔

بدور سعد ابوالعدل شاہ عالمگیر — بنائے ساخت جواہر درے برائے نواب

بہ ہوشیار علی خاں چہ مژدہ ہاتف داد — کشاد باب کرم ایں مفتح الابواب

۵۸۸ھ میں سید مہدی نے مجر بنادیا۔ اور ۱۶۰۵ء میں عماد الدین حسن نے سنگ مرمر کی عمارت تعمیر کر کے کتبات (۱۰۱۷ھ) لکھوائے۔ قریب ہی مولانا عمر۔ خواجہ ابوبکر مصلی دار۔ صاحبزادہ عزیز الملت والدین۔ خواجہ رفیع الدین ہارون اور خواجہ صالح رحمۃ اللہ کے مزار ہیں۔

نزدیک ہی جانب شمال و مغرب حضرت خواجہ مبشرؒ کا مزار ہے
ساتھ ہی ان کے صاحبزادے خواجہ نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ کچھ ہی فاصلے پر خواجہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت خواجہ اقبال کے مزار سے جانب جنوب قطبی دروازے پر طرف جانے کے لئے دروازہ ہے۔ اس کے باہر نواب خان دوراں کی مسجد ہے۔ جسے جنوّں کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ اس کے سامنے خواجہ ابوبکر مندہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جو حضرت سلطان المشائخ کے سب سے پہلے مرید تھے۔ حضرت امیر خسرو کے روضے کے سامنے ضیاءالدین برنی مصنف "تاریخ فیروز شاہی" اور شمس سراج عفیف مصنف "تاریخ فیروز شاہی" کے مزارات ہیں۔

مشرقی دروازے کے نزدیک حضرت حاجی لال محمد رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۷ رمضان ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء کا مرمریں مزار ہے۔ یہ لاہور کے بزرگ تھے اس کے ساتھ جانب جنوب قاضی قطب الدین کاشانی کا مزار ہے۔ حضرت حاجی لعل محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے پاس آپ کے خلیفہ حضرت مرزا اللہ بخش م ۱۸۶۱ء کا مزار ہے۔

حضرت مولانا کمال الدین بن شیخ نصیرالدین بن فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ (روضہ منورہ کے پائنتی ہیں)، مزار عماد الملک ضیاءالدین وکیل بھی سوئے ہوئے ہیں۔

بیرونی عمارات اور مزارات

آستانہ عالیہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے قرب و جوار میں بے شمار مقابر عمارات اور مزارات ہیں۔ جن میں سے چند ایک کی تفصیل اس طرح ہے۔

شمع برج یہ برج باؤلی دروازے کے سامنے ایک گنبد کی شکل بر) ہے۔ جو شمع کی صورت ابھرا ہوا ہے۔ صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے مغرب د وازہ

نہیں ہے یعنی تین دروازے ہیں۔ گنبد پر اوپر جانے کے لئے دونوں اطراف میں دو زینے ہیں جس میں پچیس پچیس سیڑھیاں ہیں۔

بارہ کھمبہ یہ عمارت شمع بُرج سے جانب مشرق ہے۔ درمیان میں گنبد ہے جس کے بارہ ستون ہیں۔ گنبد کے چوطرف غلام گردش ہے۔

لال محل بارہ کھمبے سے مشرق کی طرف سڑک کے کنارے سُرخ پتھر کی خوشنما عمارت ہے۔ عہد مغلیہ میں یہ عمارت میر محمد علی عرف میر محمدی بیدار دہلوی کی ملکیت تھی۔ جو عرب سرائے دلّی کے عربوں میں سے تھے۔ اور فخرالدین فخر جہاں کے خلفا میں سے تھے۔ ان کا انتقال آگرہ میں ۱۷۹۳ء کو ہوا۔ اور وہیں مقبرہ بنا اس میں سجادگان حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش ہے۔

چونسٹھ کھمبہ در اصل یہ مرزا عزیز کوکلتاش کا مقبرہ ہے۔ جو شہنشاہ اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ اس کی والدہ کا نام ماہم انگہ تھا یہ عمارت بلند چبوترے پر واقع ہے جو تمام کی تمام سنگ مرمر کی ہے۔ اس میں چونسٹھ کھمبے ہیں۔ ہیں۔ بیرونی دروں میں مرمریں جالیاں لگیں ہیں۔ چاروں اطراف میں دروازے ہیں۔ فرش بھی مرمریں ہے۔

مزار میرزا اسداللہ خاں غالبؔ چونسٹھ کھمبے کی شمالی دیوار نیچے میرزا غالبؔ کا مزار ہے۔ ۱۸۶۹ء میں وفات پاکر یہیں دفن ہوئے۔ چونکہ قبر نہایت خستہ ہو گئی تھی۔ اس لئے رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے اس کی مرتب کرادی تھی۔ ۱۹۵۵ء میں مولانا ابوالکلام آزاد کی توجہ سے قبر کو مرمریں بنوا دیا گیا۔ جو جرمنی کے فلسفی شاعر گوئٹے کے مقبرے جیسا ہے۔

علامہ اقبال بھی جب حضرت نظام الدین اولیا کے مزار پر گئے تھے تو یہاں بھی فاتحہ خوانی کے لئے تھے۔ اب یہ مقبرہ دیدہ زیب اور خوشنما ہو گیا ہے۔ اس کے قریب ہی نواب الٰہی بخش خاں لوہارو کی قبر ہے۔

مرزا خواجہ محمد امام چونسٹھ کھمبے کے مغربی دروازے کے سامنے ایک احاطہ

میں آپ کا مزار ہے۔ حضرت بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے اور حضرت نظام الدین اولیائ کے امام اور خلیفہ تھے۔

کمرہ میرزا سلیمان جاہ ۔ یہ کمرہ اب موجود نہیں ہے۔

کالی مسجد کوٹلہ نظام الدین اولیا متصل درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء یہ مسجد خان جہان فیروز شاہی کی بنائی ہے۔ یہ ۱۳۷۰ء میں بنی۔ وضع قطع اس مسجد کی ایسی ہے کہ کالی مسجد معلوم ہوتی ہے۔

دیگر مزارات وغیرہ

چبوترہ یاراں ۔ کمرہ مرزا سلیمان جاہ کے مغرب میں ایک طویل احاطہ ہے جس میں حضرت مولانا علاءالدین نیلی۔ حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ اور حضرت مولینا فخرالدین مرھذی کے مزارات ہیں۔

پھر مزار حضرت خواجہ تقی الدین نوح۔ مزار حضرت امیر خورد کرمانی۔ خانقاہ مرزا بہرام شاہ پسر شاہ عالم بادشاہ آتے ہیں۔

درگاہ شریف کے مشرق میں شمس الدین خاں اعظم انگہ خاں م ۱۵۶۲ء کا مقبرہ ہے۔ مرزا عزیز کوکلتاش ان کا فرزند تھا۔ اس کی بیوی ماہم انگہ نے شہنشاہ اکبر کو دودھ پلایا تھا۔ انگہ خاں کو ادہم خان نے شہید کر دیا تھا۔ اس کی لاش آگرہ سے لاکر یہاں دفن کی گئی۔ مقبرہ عزیز کوکلتاش نے بنوایا۔ سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا خوبصورت بنا کر دہ ہے جس میں رنگ برنگ پتھروں کی آمیزش ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کو دیکھ کر کہا تھا کہ

"خط نادرات زمانہ ہے۔ ایسا خوشنما کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔"

نواب مغل خاں خان عرب کے مزار سے جانب غرب نواب احمد بخش خاں رئیس لوہارو کی قبر ہے اور ایک چبوترے پر نواب سعیدالدین خان ضیاءالدولہ کی بھی قبر ہے۔ قوالی ہال میں شمس العلما خواجہ حسن نظامی کا مقبرہ تعمیر ہو رہا ہے۔

خان جہاں خاں تلنگی مقبول کا مقبرہ بھی اسی نواح میں ہے۔ یہ عہد محمد تغلق کا امیر تھا۔ اور حضرت نصیر الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہ دہلی کا مرید تھا۔ اس کا لڑکا خان جہاں تلنگی جونانشہ عہد فیروز شاہ تغلق میں وزیر اعظم تھا۔ جس نے باپ کا مقبرہ بنوایا اور مسجد میں ایک عالی شان مسجد بنام جامع فیروز شاہ تعمیر کرائی۔ جو مسجد نبوی کے نمونے کی ہے یہ تقریباً چار بیگھہ میں تعمیر ہوئی ہے۔ اس پر پینتیس گنبدوں کی چھت تھی۔ جو تہتر ستونوں پر قائم تھی۔ اب نو گنبد رہ گئے ہیں۔

اس بستی کے گرد و نواح میں دُور دُور تک تاریخی عمارات اور مزارات ہیں۔ جن میں سے چند ایک مشہور و معروف عمارات کے نام دیئے جاتے ہیں۔

عرب سرائے۔ مقبرہ عیسیٰ خان۔ مقبرہ ہمایوں۔ نیلا بُرج۔ پُرانا قلعہ۔ خانقاہ شیخ ابو بکر طوسی (مٹکے والی درگاہ) لال بنگلہ۔ بارہ کھمبہ۔ لودھیوں کے مقابر۔ لودھیوں کی مساجد۔ درگاہ حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔ مقبرہ عبد الرحیم خان خاناں۔ مقبرہ صفدر جنگ۔ درگاہ بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا۔ درگاہ شیخ نور الدین ملک یار پَران مزار رکن الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہی مسجد۔ مقابر علی گنج۔ نیلی چھتری (مقبرہ نوبت خاں)۔ سید دل کا مقبرہ اور مسجد۔ مقبرہ سید عابد شہید۔ درگاہ مسکین شاہ۔ مقبرہ سنجر۔ درگاہ سید محمود نجار رحمۃ اللہ علیہ۔ درگاہ شمس الدین اوتاد اللہ عظیم گنج (سرائے مغلیہ) وغیرہ وغیرہ

باؤلی حضرت نظام الدین اولیاءؒ

یہ باؤلی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں ۱۳۲۱ء میں بنائی تھی۔ باؤلی بہت اچھی ہے۔ اور پانی کے اندر تہ تک اس میں گول سیڑھیاں نہایت خوشنما بنی ہوئی ہیں۔ بعد کے زمانہ میں باؤلی کے اوپر مکانات اور قبرستان بن گئے۔

حضرت خواجہ مؤید الدین کرؒئی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۲۶ء

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے بادشاہوں اور شاہزادوں سے ملاقات کرنی شروع کر دی۔ جس زمانہ میں سلطان علاء الدین خلجیؒ کے پاس کوہ کی جاگیر تھی اور آپ اس کے مشیر اعلیٰ تھے۔ اور جب حضرت سیّد نظام الدین اولیاءؒ کے حلقۂ ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

وفات سنہ مطابق ۷۲۶ھ عہد ۱۳۲۶ء عہد محمد تغلق میں دہلی میں ہوئی۔ اور حضرت سیّد نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے پائنتی میں قبر بنی۔ یعنے چبوترہ یاران پر۔

جب جلال الدین خلجی کے بعد علاء الدین بادشاہ ہوا۔ تو اُس نے آپ کو یاد کیا۔ مگر جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ آپ تارک الدنیا ہو چکے ہیں۔ تو اُس نے حضرت نظام الدین اولیاء کو پیغام بھیجا۔ کہ خواجہ مؤید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت دیں کہ وہ میرے پاس آکر ملازمت کریں۔ جواباً حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ بھیجا۔ کہ اس کو کوئی اور کام تفویض ہوا ہے۔ جس کی استعداد حاصل کر رہا ہے۔ بادشاہ کے چوبدار کو یہ بات ناگوار گزری۔ اُس نے کہا۔ کہ حضرت چاہتے ہیں کہ سب کو اپنے جیسا کریں۔ فرمایا۔ "فرمایا اپنے جیسا کیا۔ اپنے سے بہتر کرنا چاہتے ہیں۔" جب بادشاہ نے سُنا تو آپ کو بُلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا فخرالدین مروزی

م - ۷۳۶ھ ۱۳۳۶ء

حافظِ قرآن تھے اور زہد و ورع میں بے مثال۔ قرآن مجید کی کتابت کر کے رزقِ حلال کھاتے تھے۔ اور اہلِ دنیا اور امرأ سے سروکار نہ رکھتے تھے۔

"اخبارالاخیار" میں لکھا ہے کہ آپ حضرت سیّد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین اور مریدوں میں سے تھے۔ اور مردانِ غیب سے آپ کی ملاقات تھی۔ نہایت مستغنی المزاج بزرگ تھے۔ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے منقول ہے کہ آپ جو کتابت کرتے تھے اس کے متعلق لوگوں سے دریافت فرماتے کہ اس کتابت کی کیا اُجرت ہے۔ لوگ کہتے۔ فی جُز شش گانی۔ تو آپ فرماتے کہ میں چار جیتل لوں گا۔ اگر کوئی شخص چار جیتل سے زیادہ دیتا تو قبول نہ فرماتے۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ آپ کو خط لکھا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۶ء عہد محمد تغلق میں ہوئی اور مزار اقدس دہلی میں چبوترۂ یاران پر بنا۔

جب آپ کبر سن کو پہنچے۔ تو کتابت نہ کر سکتے تھے۔ تو ملک التجار قاضی حمیدالدین نے سلطان علاءالدین کو کہا۔ کہ یہ بزرگ کتابت نہیں کر سکتے اس لئے بیت المال سے کچھ روزینہ ان کے لئے مقرر ہونا چاہیئے۔

سلطان نے ایک تنکہ یومیہ کا حکم صادر کر دیا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور کہا۔ کہ مجھے وہی شُش گانی دیجئے۔ بہت حیل و حجت کے بعد دو شُش گانی پر رضامند ہوئے۔

حضرت بُرہان الدین غریب خُلد آبادی

م ۱۳۳۱ء

حضرت بُرہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۶ء بعہد سلطان ناصر الدین محمود شاہ ہانسی میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے۔ مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر دہلی میں بیعت کی۔ آپ کے حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی حضرت امیر خسرو حضرت امیر حسن سنجری علائی وغیرہ سے بہترین مراسم تھے۔ آپ کے پیر و مرشد نے دکن میں اشاعت اسلام کے لئے اپنے ایک خلیفہ حضرت شیخ منتخب الدین زری زربخش ہانسوی کو بھیجا تھا۔ ان کی وفات کے بعد انھوں نے آپ کو اپنی دستار خاص پیراہن مصلیٰ اور شال خلافت دے کر سرزمین دکن کی طرف روانہ کیا۔

آپ کے ایک مرید عماد کاشانی نے آپ کے ملفوظات بنام " نفائس الانفاس " مرتب کئے ہیں۔ " احسن الاقوال " بھی آپ کے ہی ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

آپ کا وصال ۸ ستمبر ۱۳۳۷ء کو ہوا۔ اور خلد آباد میں دفن ہوئے۔ ان احاطہ مزار میں نظام الملک آصف جاہ اول اور ناصر جنگ شہید کی قبریں ہیں۔ آپ کی درگاہ کے بالمقابل ان کے خلیفہ خاص حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ ہے۔ اس درگاہ کے احاطہ کے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ محمد اعظم اور حضرت امیر حسن سنجری علائی جامع " فوائد الفواد " اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کے مزارات ہیں۔ دکن میں آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کے ایک عقیدتمند سلطان ناصر خاں فاروقی والئ خاندیس نے ان کے نام پر ایک شہر برہان پور آباد

گیا۔ جو دکن میں اسلامی علوم و فنون اور ثقافت کا اہم مرکز سمجھا جاتا ہے۔

سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے آپ کی خدمت اقدس میں برائے ایصال ثواب حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو پانچ من سونا اور دس من چاندی بھیجی تھی۔ مصنف "تاریخ فرشتہ" لکھتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ فقرا ومساکین میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سلطان علاء الدین حسن جب حضرت نظام الدین اولیا کی خدمتِ اقدس میں خانقاہ محبوب الٰہی میں حاضر ہوا۔ تھا۔ تو اس کو تختِ دکن کی بشارت ملی تھی۔ گویا سلطنت بہمنی کا قیام خواجگان چشت کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

شہزادہ داراشکوہ پسر شاہ جہاں صاحبقراں لکھتا ہے کہ۔

"یہ عاجز بھی آپ کے مزار پر کئی بار حاضر ہوا ہے"۔ مزید لکھتا ہے۔

"وقبر ایشان (شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ) در دولت آباد دکن است وایں فقیر بآنجا رسیدہ"۔

حضرت شیخ منتخب الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھائی تھے جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت برہان الدین دلوگیر (دولت آباد) چلے گئے۔ بعد از وصال دونوں بھائیوں کے مزارات خلد آباد بنے۔

حضرت ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ

م - ۱۳۳۸ء

آپ کی ولادت برن مضافات بلند شہر میں ہوئی۔ آپ کا خاندان علما و فضلاء کا تھا۔ ابتدائی عمر میں ہی علم کے حصول کے شوق میں تمام علوم کی تحصیل کی حضرت امیر خسرو اور حضرت امیر حسن علاء سنجری سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اور اُن کی محبت سے مستفیض و مستفید ہوا کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے حلقۂ ارادت میں آکر ان کے مرید بنے۔ اور غیاث پورہ میں رہائش اختیار کر لی۔ ساری عمر غیاث پورہ میں ہی گزار دی۔ اپنی لطافت طبع اور تاریخ دانی میں لاثانی ہونے کی وجہ سے سلطان محمد تغلق کے دربار میں بھی بڑی عزت پائی۔ اور مال و دولت اور جاہ و منزلت کی کوئی حد نہ رہی۔

تصنیفات میں "تاریخ فیروز شاہی" اور "حسرت نامہ" یادگار زمانہ ہیں محمدی، صلوۃ کبیر، عنایت نامہ الٰہی۔ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

بمطابق "حدیقۃ الاسرار فی اخبار ابرار" (فارسی) آپ کی وفات ۷۳۸ھ مطابق ۱۳۳۸ء عہد محمد تغلق میں ہوئی۔ اور حضرت سید نظام الدین اولیا کے روضہ منورہ کے جوار میں اپنی والدۂ بزرگوار پائین مدفون ہوئے۔

آخری عمر میں سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خلوت نشین ہو گئے اور دنیا سے مکمل طور پر کنارہ کش ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جنازہ پر بوریا کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور "مراۃ الاسرار" میں لکھا ہے۔ وفات کے وقت آپ کے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا۔ بلکہ اپنے بدن کی پوشاک تک خیرات کر دی۔

حضرت مولانا فخر الدین زرادی

م ۱۳۴۸ء

ابتدائے عمر میں مولانا فخر الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دہلی میں تحصیل علم کی۔ آخر حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر ان کے ممتاز خلفا میں شامل ہوئے۔ اور غیاث پورہ میں امامت اختیار کر لی۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد دریائے جمنا کے کنارے فیروز آباد میں یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے چندان حرص علائی پر بھی رہے۔ پھر اجمیر شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر اجودھن شریف میں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ اکثر سفر میں رہتے۔ اور جنگلوں اور بیابانوں میں عبادت کرتے۔ نیز ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ساری عمر تجرد میں گزار دی۔

جس زمانے میں محمد تغلق نے دیوگیر کو دار الخلافہ بنایا تھا۔ تو آپ بھی وہاں چلے گئے۔ وہاں سے حج کے لئے چلے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد بغداد شریف چلے گئے جہاں آپ نے علم حدیث پر عبور حاصل کیا۔ اور واپس دہلی آنے کے لئے ایک جگہ کشتی پر سوار ہوئے۔ کہ قضائے الٰہی سے وہ کشتی ڈوب گئی اور آپ شہادت پا گئے۔

"حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار" (فارسی) میں آپ کی وفات ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۸ء عہد محمد تغلق لکھی ہے۔

جس زمانہ میں محمد تغلق نے اہالیان دہلی کو دیوگیر جانے کا حکم دیا تھا۔ تو اس نے شہر سے باہر ایک بڑا شاہی خیمہ لگوایا۔ اور اس کے نیچے ایک میز رکھوایا تاکہ علماء منبر پر چڑھ کر کفار کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دیں۔ اس روز اس اس نے حضرت مولانا فخر الدین زرادی حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ اور حضرت شیخ نصیر الدین

چراغ دہلی کو بھی طلب کیا۔ خواجہ قطب الدین دبیر جو حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت مولانا فخرالدین زرادی کے شاگرد تھے۔ مولانا موصوف کو بیعت سے پہلے درگاہ سلطانی میں لے گئے۔ مولانا بار بار فرماتے تھے کہ میں اپنے سر کو اس محل کے سامنے غلطان دیکھ رہا ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہرگز صلح نہ کروں گا۔ جب مولانا بادشاہ سے ملاقی ہوئے۔ تو خواجہ قطب الدین دبیر نے مولانا کی جوتیاں اٹھا کر بغل میں لے لیں اور کھڑے ہو گئے۔ سلطان محمد تغلق نے یہ حرکت دیکھ لی۔ مگر نہ بولا۔ اور مولانا فخرالدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرتا رہا۔

بادشاہ نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ چنگیز خاں کی اولاد کا تختہ الٹ دیں آپ نے فرمایا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ یہ شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے جواباً فرمایا۔ کہ ایسا ہی کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے پیچ و تاب کھایا۔ اور کہا کہ کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ غصہ نہ کیا کرو۔ بادشاہ نے کہا۔ غصہ کیا۔ فرمایا تو درندہ ہے۔ اس پر بادشاہ غضبناک ہوا۔ اور حکم دیا۔ کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ کھانا چنا گیا۔ تو مولانا نے کرامت کے ساتھ تھوڑا سا کھایا۔ فراغت کے بعد بادشاہ نے پارچات اور نقدی سب حاضرین کو دیئے۔ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی۔ اور حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں قبول کر لئے۔ لیکن آپ کے کپڑے اور نقدی خواجہ قطب الدین دبیر نے لے کر اپنے پاس رکھ لی۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ اس کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔

بادشاہ اس پر بہت جز بز ہوا۔ اور اس نے خواجہ قطب الدین دبیر سے کہا۔ کہ تم نے اس کو میری تلوار کے وار سے بچا لیا۔

حضرت شیخ زین الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ کو خلافت حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۳۷ء سے حاصل تھی۔ سلطان علاء الدین حسین شاہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت شیخ زین الدین شیراز سے پاپیادہ چل کر حضرت برہان الدین غریب کی شہرت سن کر آئے تھے۔

سرزمین دکن میں آپ کے ذریعے چشتیہ سلسلہ کو بے حد ترقی ہوئی۔

خلفا میں حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ء جو مولانا خواجگی کے فرزند تھے۔ آپ کے خلیفہ تھے۔ ان کو "فصوص الحکم" پر کافی عبور تھا آپ کی وفات مطابق میں ہوئی۔ مزار پُرانوار خلد آباد میں بنا آپ کی درگاہ عالیہ کے احاطہ میں اورنگ زیب عالمگیر شہزادہ محمد اعظم پسر اورنگ زیب، عالمگیر اور حضرت امیر حسن علائی سنجری رحمۃ اللہ علیہ مصنف "فوائد الفواد" کی بھی قبورہ ہیں۔

"تاریخ فرشتہ" میں لکھا ہے۔ کہ برہان پور کے فاروقی سلاطین میں ملک راجہ فاروقی حاکم خاندیش حضرت شیخ زین الدین دولت آبادی کا مرید تھا نیز اس نے ان سے خرقۂ ارادت بھی حاصل کیا تھا۔ یہی خرقہ اس نے اپنے ولیعہد نصیر خاں فاروقی کو عطا کر دیا تھا۔ دو سو سال تک اسی طرح یہ خرقہ ہر بادشاہ اپنے ولی عہد کو دیتا رہا۔ جو اس خاندان کے آخری حکمران بہادر خاں فاروقی تک پہنچا۔ جب نصیر خاں نے قلعہ اسیر فتح کیا۔ تو اس فتح کے جشن میں حضرت شیخ زین الدین دولت آباد سے خاندیش آئے۔ نصیر خاں اپنے امراء اور وزراء کے ساتھ آپ کے استقبال کے

واسطے قلعے سے باہر آیا۔ اور حضرت شیخ سے درخواست کی کہ قلعہ اسیر میں چلیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ مجھے دریائے "تاپتی عبور کرنے کا حکم نہیں ہے چنانچہ بادشاہ نے دریائے تاپتی کے کنارے قصبہ زین آباد میں ہی ملاقات کی پھر وہ بُرہان پور جو دریائے تاپتی کے دوسرے کنارے واقع ہے۔ آیا اور روزانہ حضرت شیخ سے پانچ بار دن میں ملاقات کرتا۔ اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتا چنانچہ دو ہفتے کے بعد حضرت شیخ دولت آباد واپس آئے۔ اس دوران بادشاہ نے آپ سے درخواست کی۔ کہ خانقاہ کے مصارف کے لئے جاگیر قبول کی جائے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ جب نصیر خاں نے اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس دریائے تاپتی کے کنارے ایک شہر آباد کرو۔ جس کا حضرت شیخ بُرہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر برہان پور رکھو۔ اس میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرو۔ اور اس شہر کو اپنا پایۂ تخت قرار دو۔ اور دریا کے کنارے کنارے جہاں میری رہائش ہے۔ وہاں بھی ایک قصبہ آباد کرو۔ جس کا نام زین آباد رکھو۔ چنانچہ نصیر خاں نے دونوں شہروں کو آباد کر دیا۔ عصامی نے "فتوح السلاطین" میں لکھا ہے۔ کہ سلطان علاء الدین حسین شاہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی وہ لکھتا ہے۔

شہِ شیر دل خسروِ نیک نام   ازاں خرقہ دارد نصیبے تمام

امیر سید احمد ابن سید محمد کرمانی

م۔ ۱۳۵۲ء

آپ بڑے عالم فاضل اور نیکوکار بزرگ تھے۔ علمی کمالات حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے اور پھر بیعت کے بعد انہیں سے شرفِ خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔ آپ کو یہ شرف بھی

حاصل تھا کہ آپ حضرت سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کے اجازت نامے لکھا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۲۱ رمضان المبارک ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۲ء بروز پنج شنبہ عہد فیروز شاہ تغلق ہوئی۔

مصنف "گلزار ابرار" نے لکھا ہے کہ۔" سلطان محمد تغلق شاہ نے بزعم سلطنت ایک روز آپ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ مگر وہ بدون ہاتھ لگانے کے فوراً کھل پڑیں۔ جب یہ ماجرا سلطان نے سنا تو آپ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور استحکام کے ساتھ پیدا ہوئی۔ اور از سرِ نو مصاحبت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی

م ۱۳۵۶ء

آپ کے دادا کا اسم گرامی عبد اللطیف تھا جو خراسان سے نقل مکانی کر کے لاہور تشریف لے آئے تھے۔ یہیں ان کے والد شیخ یحییٰ تولد ہوئے تھے۔ شیخ یحییٰ پشمینہ کے تاجر تھے۔ پھر وہ مدینۃ الاولیا لاہور سے ترک سکونت کر کے اودھ چلے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ آپ کی ولادت پاک ۶۷۵ھ مطابق ۱۲۷۷ء عہد غیاث الدین بلبن اودھ میں ہوئی۔ نو سال کی عمر میں آپ کے والد وفات پا گئے تعلیم آپ نے مولانا عبد الکریم شروانی اور دوسرے علما سے حاصل کی۔ پھر مجاہدہ و ریاضت میں مصروف ہوئے۔ اور اس شہر کے ویرانوں اور بیابانوں میں پھرتے۔ روزہ سے رہتے اور سنبھالو کے پتوں سے روزہ افطار کرتے۔ ۴۳ سال کی عمر میں دہلی چلے آئے قیام دہلی میں حضرت سید نظام الدین اولیا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ

چشتیہ میں بیعت کر لی اور مدت مزید تک ان کی خدمت میں رہے۔ رہائش جماعت خانہ میں تھی۔ جو کیلو کری میں دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے جماعت خانہ میں ایک کمرہ آپ کی عبادت کے لئے مخصوص تھا۔

آپ کے بے شمار خلفا تھے۔ جن میں حضرت کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ علامہ المتوفی ۱۳۵۶ء کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ آپ کے بھانجے تھے۔ یہ دہلی سے احمد آباد گجرات چلے گئے تھے۔ وہاں کئی سال رہ کر واپس چلے آئے۔ اور یہاں ہی وفات پائی۔ آپ کی اولاد احمد آباد گجرات میں ہی رہی جن میں بے شمار بزرگان کرام گزرے ہیں، جنہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت میں بے پناہ کام کیا۔

آپ کے ملفوظات کی دو کتابیں ہیں۔

(۱) "خیر المجالس" جو آپ کے پیر بھائی خواجہ حمید شاعر قلندر نے لکھی۔ اس میں ایک سو مجالس کا ذکر ہے۔

(۲) "مفتاح العاشقین" یہ کتاب محب اللہ نے لکھی جس میں دس مجالس کا تذکرہ ہے۔

آپ کے سماع میں مزامیر ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ صرف آواز اور تالی کا سماع سنتے تھے، مصنف "سیر العارفین" لکھتا ہے۔ کہ ایک دن آپ کو اس شعر پر وجد طاری ہوا۔

نظر در دیدہا ناقص خیالے ست
وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست

آپ کے پیر و مرشد نے سات سو چھپن خلفا کو خرقہ خلافت عطا فرما کر ہندوستان کے تمام صوبوں اور اضلاع میں روانہ کیا تھا۔ مگر آپ کو قیام دہلی کے لئے حکم دیا تھا کہ یہاں ہی رہ کر خلق خدا کی رہنمائی کرو۔ اور بادشاہوں کے ظلم و جفا سہو۔

لکھا ہے کہ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ بندہ نواز نے آپ کی وفات پر آپ کو غسل دیا۔ اور انہوں نے اس کھاٹ کی رسی کو کہ جس پر حضرت کو غسل دیا گیا تھا۔ نکال لیا۔ اور اس رسی کو اپنی گردن میں لپیٹ لیا۔ اور کہا کہ ہمارے لئے یہی خرقہ کافی ہے۔ اور گلبرگہ (دکن) چلے گئے۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری مصنف "سفینۃ الاولیا" لکھتا ہے کہ خاکسار بھی آپ کے مزارِ پرانوار پر حاضر ہوا ہے۔

ایک دن آپ جماعت خانے میں اپنے خاص عبادت کے حجرہ میں مصروفِ عبادت تھے۔ کہ ایک ناپاک قلندر تراب نامی نے چھری سے آپ پر گیارہ وار کئے چونکہ حضرت استغراق میں تھے۔ اس لئے کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ اس حجرے میں ایک نالی تھی۔ اس نالی سے ہو کر خونِ مبارک حجرے سے باہر آیا۔ مریدوں نے دیکھا تو فوراً کمرہ کی طرف دوڑے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ نابکار قلندر چھری سے زخم لگا رہا ہے۔ اس کو پکڑ لیا گیا۔ حضرت قاضی عبدالمقتدر تھانیسری رحمۃ اللہ نے حضرت شیخ صدرالدین طبیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ زین الدین علی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ اس قلندر کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ پھر آپ نے اس قلندر کو بیس ٹنکے عطا کئے کہ شاید چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ تین سال تک حیات رہے۔

آپ کا وصال ۱۸۔ رمضان المبارک ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۶ء عہد فیروز شاہ تغلق دہلی میں ہوا۔ اور وصیت فرمائی کہ خواجگانِ چشت کے تبرکات جو میرے پیر و مرشد نے میری تحویل میں دیئے تھے۔ میرے ساتھ دفن کئے جائیں۔ چنانچہ خرقہ آپ کے سینہ پر۔ عصا آپ کے برابر، تسبیح انگشت شہادت میں۔ اور کاسہ چوبیں آپ کے سر مبارک کے نیچے رکھ دیا گیا۔ اور نعلین چوبی آپ کے آغوش میں رکھ دی گئیں غسل حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ اعظم نے دیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تالیف "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں۔ سلطان محمد تغلق آپ کے عالی مرتبت ہونے کے باوجود آپ کو بہت تکالیف دیتے تھے اور آپ کو سفر میں اپنے ساتھ لئے پھرتا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نے آپ کو اپنا جامہ دار مقرر کیا۔ مگر آپ ان تمام مصائب اور تکالیف کو اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے بموجب صبر و شکر سے برداشت کرتے رہے۔

ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق نے آپ کے لئے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا بھیجا جس کا مقصد آپ کو تکلیف پہنچانا تھا۔ کہ اگر آپ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھالیں گے۔ تو پوچھا جائے گا۔ کہ آپ نے خلافِ شریعت ان برتنوں میں کیوں کھانا کھایا۔ اور اگر کھانا کھانے سے انکار کریں گے۔ تو ایذا رسانی کی وجہ بنا لیا جائے گا۔ جب کھانا حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ بالکل نہیں بولے۔ بلکہ آپ نے سونے کے پیالے سے تھوڑی سی یخنی نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھی۔ اور پھر اس کو چکھا۔

محمد غوثی مانڈوی اپنی تصنیف "گلزار ابرار" میں لکھتا ہے۔

" سلطان محمد تغلق شاہ کا مزاج کج واقع ہوا تھا۔ بے وقت آرزوئیں اور کام پیش کر کے آپ کو ناحق خفت پہنچایا کرتا تھا۔ رازداروں نے چراغ دہلی کی خدمت میں عرض کیا۔ جس دعا سے کیفر کردار ملے ایسی دعا سے بدکردار کو کیوں گوشمالی نہیں دی جاتی ہے۔ فرمایا۔ نصیر کا معاملہ اپنے علیم بصیر کے ساتھ ایسا ہے۔ کہ وہ بدوں کسی لغزش کے ایسی آزمائش پر گوشمالی نہیں دیتا ہے۔ اس بنیاد پر سلطان سے دل میں کدورت پیدا کرنا درویش کے واسطے زیبا نہیں ہے۔ بلکہ احسان مند ہونا مناسب ہے۔"

مگر "سیر العارفین" مؤلفہ مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی اور "سیر الاولیا" میں اس کی مزید تفصیل ملتی ہے۔ مولانا جمالی لکھتے ہیں۔

" ایک دن سلطان محمد تغلق (کہ جو اپنی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں پاک اعتقاد اور نیک نہاد تھا۔ اور بالآخر دو تین خلیفوں مثلاً عبید سمرقندی۔ مولانا علی منتقی قندری اور پیرا دنتام سنامی کی صحبت میں فسق و فجور میں پڑ گیا۔ اور کفر کی طرف مائل ہو گیا تھا) اس نے ایک بار حضرت شیخ نصیر الدین کو اپنے یہاں بلوایا۔ اور اپنے قریب بٹھایا اور کہا کہ خراسان کی جانب سفر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی میرے ہمراہ چلیں۔ حضرت نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سلطان نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ سے تبعید کا اظہار ہوتا ہے۔ آنجناب نے فرمایا۔ کہ اس کلمہ کے ہرگز کوئی کام پورا نہیں

اور انجام کو نہیں پہنچتا۔ پس یہ تو خاص تاکید کے لئے ہے۔ نہ کہ تبعید کے لئے۔

اسی وقت سلطان نے کھانا طلب کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کھانا نہ کھائیں تو کوئی بات پیدا کرے اور فساد برپا کرے جب کھانے کا خوان حضرت کے سامنے رکھا گیا۔ تو حضرت نہایت کراہت سے کھانے میں ہاتھ ڈالتے اس دوران سلطان نے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ کہ جس پر میں عمل کروں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ درندوں کا غصّہ جو تمہاری طبیعت میں قائم ہو گیا ہے اسے دُور کردو۔ اس کے بعد محمد تغلق نے حکم دیا کہ سفید تنکوں کی ایک تھیلی اور سبز و سیاہ صوف کے دو ٹکڑے حضرت شیخ کے سامنے رکھے جائیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت شیخ ان چیزوں کو خود اُٹھائیں۔ حضرت مطلق متوجہ نہیں ہوئے اس دوران خواجہ نظام دبیر خاص جو سلطان کے مقرب اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ دوڑے اور حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے سامنے سے وہ سامان اٹھالیا۔ اور حضرت شیخ کے جوتے سیدھے کر دیئے اور سامنے رکھ دیئے جب حضرت شیخ سلطان کی مجلس سے باہر چلے آئے تو انہوں نے وہ رقم اور کپڑے حضرت کے خادم کے سپرد کر دیئے اور اپنی پیشانی حضرت کے قدموں سے ملی۔ پھر سلطان کے پاس گئے۔ سلطان نے جب ان کو دیکھا تو بہت ناراض ہوا۔ یہاں تک کہ تلوار کھینچ لی۔ اور کہا کہ اے دبیر کوتاہ تجھے کیا پڑی تھی۔ کہ تو نے تھیلی اور کپڑا شیخ کے سامنے سے اٹھالیا اور حضرت شیخ کا جوتا میرے سامنے لایا۔ اور دیکھا۔ انہوں نے فوراً سلطان سے کہا کہ اگر میں اس تھیلی اور کپڑے کو نہ اٹھاتا۔ تو شیخ اپنا دست مبارک ہرگز اس کو نہ لگاتے اور وہ یہاں پڑا رہتا۔ یہ کیا عزت ہوتی۔ اور میں نے جو اُن کا جوتا اٹھایا۔ اس میں میرا شرف تھا۔ اگر مجھ کو قتل کرو۔ تو میں رضامند ہوں تاکہ تمہاری صحبت کے ننگ سے آزاد ہو جاؤں۔ مگر حضرت شیخ کی عظمت و برکت سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"صاحبِ سیرالاولیاء" اور صاحب "اخبار الاخیار" نے اس واقعہ کو حضرت فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا ہے۔

درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی

حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۷۳ء میں بنوائی۔ درگاہ کے گنبد کے بارہ در ہیں۔ اور سنگِ خارا کے ستون لگے ہوئے ہیں۔ سب دروازوں میں سنگِ سُرخ کی جالیاں ہیں جنوب کے ایک در میں دروازہ ہے۔ گنبد چونے اور پتھر سے بنا ہوا ہے۔ جس پر سنہرا کلس ہے۔ اور گنبد کے اندر سنہرا کٹورہ لٹکتا ہے۔ درگاہ کے صحن میں دو گنبد اور ہیں۔

پہلے گنبد میں حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی کی قبر ہے ۔۔۔۔۔

اور دوسرے گنبد میں حضرت مخدوم زین الدین دفن ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ ان کے نزدیک ہی حضرت مخدوم کمال الدین علامہ م۔ ۱۳۵۶ء کی قبر ہے۔ اور نواب فیض طلب خاں بنگش کی قبر بھی اسی نواح میں ہے۔

بس درگاہ کا دروازہ گنبد نما ہے۔ اور اس پر فیروز شاہ کے نام کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

۱۷۲۹ء میں محمد شاہ بادشاہ نے اس درگاہ کے گرد پونے چار لاکھ روپیہ کے خرچہ سے شہر پناہ بنوا دی جس میں چار دروازے اور ایک کھڑکی ہے۔

عہد اورنگ زیب میں خواجہ محمد خاں نے گنبد میں سنگین چھجہ بنوا دیا۔

مقبرہ سلطان بہلول لودھی

۱۴۴۸ء تا ۱۴۸۹ء تک حکمران رہا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان سکندر لودھی نے اس کی لاش کو حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کی درگاہ کے پاس دفن کیا۔

اور اسی نے اس کا مقبرہ بنوایا۔ یہ مقبرہ عجیب قطع کا ہے کمرہ ہے نیچے بارہ در ہیں۔ اور اوپر پانچ بُرج۔ قبرستان بھی ہے۔ یہاں سے حضرت روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی فصیل جو محمد شاہ نے بنوائی تھی۔ اور ایک دروازہ فصیل کا بہت خوشنمائی سے دکھائی دیتا ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین منوّر ہانسوی

م۔ ۱۳۵۹ء

آپ حضرت بُرہان الدین بن جمال الدین نعمانی ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ المشہور بہ منوّر کے فرزند ارجمند تھے۔ ہانسی میں ولادت ۱۳۰۰ء میں ہوئی۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت سید نظام الدین اولیاء سے مستفیض ہوتے اور پھر ۱۳۲۲ء میں انہیں خلافت عطا ہوئی۔

"تاریخ فیروز شاہی" مصنف شمس سراج عفیف آپ کا مرید تھا۔

بڑے زاہد اور عابد بزرگ تھے۔ دن میں روزہ اور رات کو قیام انکا شعار تھا۔ ذکر و فکر کسی وقت ترک نہ کرتے۔ تمام عمر ریاضت اور مجاہدہ میں گزاری۔

فرزندوں میں حضرت خواجہ نورالدین انور رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ نورجہاں مغل کش بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔

آپ کی وفات ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء عہد فیروز شاہ تغلق ہانسی میں ہوئی اور اپنے آباؤ اجداد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

مصنف "نزہۃ الخواطر" نے سراج عفیف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ آپ کو دنیا کی کسی شئے سے واسطہ نہ تھا۔ اور اُمرا سے بھی بے تعلق رہتے تھے۔ ایک دفعہ محمد تغلق نے دو عدد مواضع جاگیر میں پیش کئے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمائے۔ اور

پائے استغنا سے ٹھکرا دیئے۔ یہ فرمان بادشاہ نے کمال الدین صدر جہاں کی معرفت بھیجا تھا۔ "گلزار ابرار" میں بھی اس کی تفصیل ملتی ہے۔ اہلِ دنیا کی طرف زیادہ راغب نہیں تھے۔ غیب سے جو میسّر آتا۔ اسی پر اکتفا کرتے۔

ایک دفعہ سلطان محمد تغلق ہانسی گیا۔ وہاں کے تمام لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ تشریف نہ لے گئے۔ فرستادہ بندہ حسن سربرہنہ نے آپ کو ہمراہ چلنے کے لئے کہا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ میرا وہاں جانا بادشاہ کی مرضی سے ہے۔ یا میری مرضی سے۔ اس نے کہا۔ کہ بادشاہ کے حکم سے۔ آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ۔ کہ میں اپنی مرضی سے نہیں جا رہا۔ چنانچہ آپ نے اپنا مصلّٰی کاندھے پر رکھا۔ عصا ہاتھ میں لیا۔ اور پا پیادہ فرودگاہ بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے حسن سربرہنہ نے سواری کی پیشکش کی۔ مگر آپ نے منظور نہ کی۔ جب آپ بادشاہ کے پاس پہنچے۔ تو اس نے کہا۔ کہ دہلی آؤ۔ وہاں ملیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو بادشاہ تعظیم نہ بجالانے کے خیال سے تیراندازی میں مشغول ہو گیا۔ پھر کہا۔ کہ میں آپ کے شہر میں گیا۔ مگر آپ ملاقات کے لئے نہ آئے۔ اور نہ ہی آپ نے تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم درویش لوگ رعایا اور بادشاہ کے لیئے دعائیں کرتے رہتے ہیں ہمیں ملاقات سے محروم ہی رکھا جائے۔ تو بہتر ہے۔ اس پر بادشاہ نے فیروز شاہ کو حکم دیا۔ کہ شیخ کی تمام حاجات پوری کی جائیں۔ مگر آپ نے کچھ قبول نہ فرمایا۔ اور واپس چلے آئے بعد ازاں بادشاہ نے ملک اعظم کبیر سے کہا۔ کہ میں نے بہت سے مشائخ سے مصافحہ کیا ہے اُن کا ہاتھ میرے ہاتھ میں کانپ جاتا تھا۔ لیکن اس شیخ کے رُعب سے میرا دل ہی کانپ رہا ہے پھر ایک لاکھ ٹنکے بطور نذر ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی اور مرید حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمائے۔ دوبارہ پچاس ہزار بھجوائے وہ بھی قبول نہ فرمائے اس پر ضیاء الدین برنی نے کہا۔ کہ اب ہم بادشاہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بہت اصرار کے بعد دو ہزار قبول فرمائے۔ اور اس رقم کو درگاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (مہرولی دہلی)

آستانہ عالیہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (غیاث پورہ) اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھجوایا۔ اور تھوڑی سی رقم جو بچی وہ تمام کی تمام خیرات کر کے ہانسی واپس تشریف لے آئے۔ (اخبار الاخیار)

" تاریخ فیروز شاہی " میں شمس سراج عفیف لکھتا ہے۔

" جس زمانہ میں فیروز شاہ تغلق دہلی سے ٹھٹھہ (سندھ) فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی اس کے ہمراہ تھے۔ جب ہانسی کے نزدیک پہنچے۔ تو حضرت چراغ دہلی نے فرمایا۔ کہ یہاں تک میری حد تھی تمہارے لشکر کو امن وامان سے پہنچا دیا۔ اب یہاں سے سرحد قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کی خدمت میں عریضہ بھیج دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر آپ نے جواباً لکھا۔ کہ تم دہلی کے بادشاہ ہو گے چنانچہ جب فیروز شاہ تغلق بادشاہ بنا۔ تو ہانسی گیا اور جمعہ کے دن حضرت قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آپ کی درگاہ میں پہنچا۔ آپ نے بادشاہ کو سلام اور دعا کے بعد فرمایا۔ کہ میں نماز جمعہ کے لئے جا رہا ہوں تفصیلی ملاقات کسی اور وقت ہو گی۔ پھر فرمایا۔ کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ شراب پیتے ہیں۔ اس کا گناہ بادشاہ کے لئے زیادہ ہے۔ فیروز شاہ نے توبہ کی۔ پھر فرمایا۔ کہ تم کو جانور شکار کرنے کا از حد شوق ہے۔ آپ کے اس شوق سے مخلوقِ خدا کو تکلیف ہوتی ہے یہ صرف بقدر ضرورت جائز ہے۔ فیروز شاہ تغلق نے کہا۔ کہ آپ میرے حق میں دعا کریں۔ فرمایا۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں نے توبہ کی۔ پھر آپ نے بادشاہ کو مختلف نصیحتیں کیں اور نمازِ جمعہ کے لئے تشریف لے گئے۔

لکھا ہے کہ اس وقت آپ نے اپنے جد امجد حضرت جمال الدین ہانسوی کا جُبّہ مبارک زیبِ تن فرمایا ہوا تھا۔ اور جدِ بزرگوار کی شانِ فقر میں جلوہ فرما تھے۔ اس وقت خانِ اعظم تاتار خاں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔

(حوالہ سراج النسب۔ گلزار خلیل۔ کرشمۂ جمال۔ جلوۂ جمال اور شجرہ جمالیہ)

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء

پانی پتی چشتی صابری

م ۱۳۶۴ء

آپ کے والد ماجد شیخ محمود اُمرائے پانی پت میں سے تھے نسب نامہ امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ولادت پانی پت میں ہوئی۔ اور نام مبارک خواجہ محمد رکھا گیا "جلال الدین" پیر و مرشد کا عطا کردہ لقب ہے۔ بچپن میں آپ حضرت بو علی قلندر کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ تو انہوں نے ہی آپ کے حق میں دعائے خیر کی۔ آپ نے چالیس سال سیر و سیاحت میں گزارے اور بہت سے بزرگان سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ واپس آنے کے بعد آپ نے حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں خلافت پائی۔ آپ سماع کے رسیا تھے۔ عام لنگر کا یہ حال تھا کہ روزانہ ایک ہزار آدمی آپ کے یہاں کھانا کھاتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات و صاحب مقامات جلیلہ بزرگ تھے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت سید علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی کمائی حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیا نے لٹائی۔ آپ کی تصنیف "زاد الابرار" بہت مشہور ہے۔ اولاد میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کے بعد خواجہ شبلی آپ کے سجادہ نشین مقرر مقرر ہوئے خلفاء بہت زیادہ تھے۔

آپ کی وفات ۱۳۔ ربیع الاول ۷۶۵ھ مطابق ۱۳۶۴ء عہد فیروز شاہ تغلق پانی پت میں ہوئی۔ جہاں آپ کا روضۂ انور زیارت گاہ خواص و عام ہے۔ آپ کے بیشمار خلفاء تھے۔ جن میں حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ بہت معروف گزرے ہیں۔

سلطان فیروز شاہ تغلق م ۱۳۸۸ء آپ کا بے حد معتقد اور عقیدت مند تھا۔ اس کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ اپنی روحانی قوت کے ذریعے پانی پت سے دہلی آئے۔ اور حضرت مخدوم کی بیماری کے لئے دعا کی جس سے ان کو صحتِ کُلی عطا ہوئی۔ نیز انہوں نے اپنی زندگی کے چند سال ان کو عطا فرمائے جس پر سلطان فیروز شاہ کو آپ کی قدم بوسی کا اشتیاق ہوا۔ اور وہ دہلی سے پانی پت پہنچ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور تحائف پیش کئے۔ آپ نے اس کے پیش کردہ تحائف قبول نہ فرمائے۔

اس موقعہ پر سلطان فیروز شاہ تغلق نے آپ سے دریافت کیا۔

"یا شیخ! شما خدائے عزّ و جل را دیدہ اید" (اے شیخ! کیا تم نے خدائے عز و جل کو دیکھا ہے)۔ آپ نے جواباً فرمایا۔

"دیدارِ حق سبحانہٗ تعالیٰ بدیں چشم سر بہ امر شرع شریعت کالست ولیکن سایۂ حق تعالیٰ را دیدہ ام" (دیکھنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اس چشم سر بہ امر شرع شریف محال ہے۔ لیکن میں نے سایۂ حق تعالیٰ کو دیکھا ہے)

"سیر الاقطاب" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے کافی نقد و جنس طشت میں رکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے اس کو لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہمارے خواجگان کی تعلیمات کے خلاف امر ہے چنانچہ اُس نے حکم دیا۔ کہ اس کو آستانہ سے باہر غرباء میں تقسیم کر دیا جائے۔

ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ تغلق اور اس کے خالہ زاد بھائی فتح خاں میں یہ بات طے ہوئی۔ کہ جو پہلے فوت ہو۔ اس کے سینے پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان جو محفوظ رکھا تھا۔ رکھ دیا جائے گا۔

چنانچہ فتح خاں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور فتح خاں پہلے وفات پا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ اور وہ اس بنا پر آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت سیّد حسین نہروالہ

م ۱۳۶۶ء

ولادت آپ کی ۶۶۸ھ مطابق ۱۲۷۰ء عہد غیاث الدین بلبن میں ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں تلاشِ حق کے لئے نکلے۔ آپ بہ فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت سیّد نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور اُسی وقت حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سر سے کلاہ اُتار کر آپ کو دے دی۔ پھر آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا گیا۔ اور سرزمین گجرات کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور کیا گیا۔

آپ متبحر عالم تھے "ہدایہ" پر آپ نے حاشیہ لکھا ہے۔

آپ کی وفات ۷۹۸ھ مطابق ۱۳۹۶ء عہد نصرت شاہ تغلق بعمر ۱۱۲ سال میں ہوئی۔ اور مزار اقدس نہروالہ شہر میں تالاب سہسلنگ کے کنارے پر مرجع خلائق ہے۔ حضرت شیخ یعقوب اور حضرت شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اسی شہر میں ہیں۔

محمد غوثی شطاری مانڈوی اپنی تصنیف "گلزار ابرار" میں لکھتا ہے۔

" سلطان وقت رعایا کے اُوپر ظلم کیا کرتا تھا۔ آپ نے بہت کچھ پند و نصیحت فرمائی۔ سلطان کے کان خوش آمد کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ لہذا یہ بات اُس کو پسند نہ آئی۔ آپ نے غصّہ ہو کر پیغام بھیجا۔ کہ تو بس شحنہ سے زیادہ نہیں ہے عزل اور نصب ہمارے اختیار میں ہے۔ ظلم کرنے سے باز آ۔ یا واپسین سفر کے واسطے کمر باندھ لے۔ اس نے بدمستی سے اس تنبیہ کو بادِ ہوائی سمجھا۔ اُس روز غول کے غول سانپ اور بچھّو آٹھوں طرف سے اُس کے گرد فراہم ہوئے۔ جب

سلطان نے یہ صورت خراب دیکھی تو ظلم سے باز آکر توبہ کی۔ اور چند گاؤں معاش کے لئے سیّد کی آل و عیال کے نام پر مقرر کر دیئے۔ اور مریدانہ سلوک سے پیش آیا۔"

حضرت نورالدین انور ہانسوی

م۔ ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء

آپ حضرت قطب الدین منوّر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ ولادت ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں ہانسی میں ہوئی۔ نہایت حسین و جمیل ہونے کی وجہ سے یوسف ثانی تھے۔ اسی لئے لقب نور جہاں مشہور ہوا۔ آپ کا دوسرا لقب 'مغل کش' تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ نے ہندوستان پر بار بار حملہ کرنے اور ظلم و غارت گری کا بازار گرم کرنے والے مغل لشکریوں کا استیصال فرمایا۔ اور آپ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے عوام الناس کو سکون نصیب ہوا۔

مخدوم برہان الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فرزند تھے۔ جو آپ کے وصال کے بعد سجادہ نشین بنے۔ آپ کی وفات ۶ محرم ۷۹۹ھ مطابق ۱۳۹۷ء عہد نصرت شاہ تغلق ہانسی میں ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق کو آپ سے بے حد ارادت تھی۔ جب اُس نے حصار نامی شہر آباد کرنا چاہا۔ تو آپ کی خدمت اقدس میں ہانسی پہنچا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں ایک نیا شہر آباد کر رہا ہوں۔ آپ حصار جا کر آباد ہو جائیں۔ تو بڑا کرم ہو وہاں ہی آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کرا دُوں گا۔ اور مصارف خانقاہ بھی مقرر کر دوں گا۔ آپ نے اس سے معذوری کا اظہار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں ہانسی سے باہر نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ یہاں میرے آباؤ اجداد دفن ہیں۔ اور آپ کی دعا و برکت سے حصار کا شہر آج تک آباد ہے۔

حضرت شیخ علاءالحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۳۹۸ء

والد کا نام عمر بن اسعد لاہوری ہے مصنف "مراۃ الاسرار" لکھتا ہے کہ آپ کا والد بادشاہ بنگال کا وزیر تھا۔ یہ لوگ لاہور سے بنگال آ کر آباد ہوئے تھے۔ آپ کا نسب صاحب "لطائفِ اشرفی" نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملایا ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ حضرت شیخ سراج الدین عثمان الملقب بہ اخی سراج خلیفہ حضرت سید نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اعاظم میں سے تھے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی بہت خدمت کی۔ اکثر سوار ہوتے تھے۔ لوگ پکے ہوئے کھانے آپ کے ہمراہ کر دیتے تھے۔ شیخ کے خادم آش گرم کی پتیلی حضرت شیخ علاءالدین کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سر کے بال اڑ گئے تھے حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف "اخبارالاخیار" میں لکھتے ہیں۔ کہ اکثر کا گذر اپنے عزیز و اقارب کے گھروں کے سامنے سے ہوتا تھا۔ جو بادشاہ کے وزراء تھے۔ مگر آپ اس صورت حال سے کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے آپ کے متعلق تھا۔" ایں آئینہ ہندوستان است۔"

آپ بے دریغ روپیہ غرباء اور مساکین پر خرچ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بادشاہ وقت کو شبہ گزرا۔ اور کہنا شروع کر دیا۔ کہ میرا خزانہ حضرت شیخ کے والد کے پاس ہے۔ وہ ان کو شاہی خزانہ سے رقم دیتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ حضرت شیخ میرے شہر سے نکل جائے۔ اور سنارہ گاؤں میں قیام کرے۔ آپ دو سال تک سنارہ گاؤں میں رہے۔ اور خدام کو حکم دیا۔ کہ روزانہ خرچ پہلے سے دگنا کر دیا جائے

حضرت شیخ کا خرچ بہت زیادہ تھا۔ مگر معاش کی کوئی مستقل صورت نہ تھی۔ آپ کے بزرگوں کے دو باغ تھے جن کی آمدنی آٹھ ہزار نقرئی ٹنکے تھی۔ وہ کسی نے لے لئے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے بہت نام پایا۔ اور آپ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کو حضرت نور قطب عالم بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت شہرت حاصل کی۔

آپ نے یکم رجب ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۸ء عہد نصرت شاہ تغلق پنڈوہ (بنگال) میں وفات پائی اور مزار پر انوار میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز

گلبرگہ شریف

م ۱۴۲۲ء ۱۴۲۲ء

حضرت سید محمد گیسو دراز ولد حضرت سید یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ دہلی میں آپ کی ولادت با سعادت ۱۳۲۱ء عہد مبارک شاہ قطب الدین خلجی میں دہلی میں ہوئی۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے کی۔ اور انہیں سے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی پالکی کندھے پر اٹھائی اور اس کو لے کر چلے۔ ان کے چند اور مرید بھی پالکی اٹھانے میں شامل تھے۔ آپ کے گیسو پالکی میں الجھ گئے۔ آپ نے گیسوؤں کو نکالنے کی کوشش نہ کی اور اسی طرح پالکی کو کندھے پر رکھے رہے۔ جب حضرت چراغ دہلی کو پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے اور یہ شعر اسی وقت پڑھا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد ۔۔۔ واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اور پھر اسی دن سے "گیسو دراز" مشہور ہوئے۔

سلطان محمد تغلق نے دہلی کی بجائے دولت آباد (دکن) کو دارالخلافہ قرار دے کر دہلی کے باشندوں کو وہاں جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اپنے والد ماجد و اہل عیال کے ساتھ ۱۳۲۹ء میں دولت آباد پہنچ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ مگر والد کے انتقال کے بعد دہلی واپس آ گئے آپ کے پیر و مرشد نے آپ کے حق میں دعا کی تھی۔ کہ بادشاہ تمہاری پالکی اٹھائیں گے۔ چنانچہ آپ پھر دہلی سے گوالیار۔ بہاندیر۔ ایرچہ چندیری۔ بڑودہ۔ کھمبائت سلطانپور ہوتے ہوئے خلد آباد سکونت پذیر ہو گئے۔ اور عظیم الشان خانقاہ بنائی۔ آپ کے بے شمار خلفائے کرام تھے۔ آپ کا وصال ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ مطابق ۱۴۲۲ء عہد مبارک شاہ سادات دہلی میں بعمر ۱۰۵ سال گلبرگہ شریف میں ہوا۔ جہاں آپ کا مزار فیض آثار قبلہ حاجات خلائق ہے۔

سلطان فیروز شاہ بہمنی کو جب آپ کی سرزمین دکن میں آنے کی اطلاع ملی تو وہ آپ سے گلبرگہ تشریف لانے کا ملتجی ہوا۔ آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور گلبرگہ بمعہ اہل وعیال تشریف لے گئے۔ جہاں سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ چنانچہ سلطان نے وہاں آپ کی خانقاہ تعمیر کرا دی۔ جہاں آپ نے رشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دینا شروع کر دیا۔

سرزمین دکن میں یہ ایک نہایت عظیم الشان خانقاہ تھی۔

مصنف "گلزار ابرار" محمد غوثی شطاری مانڈوی لکھتا ہے۔ کہ آپ سلطان احمد بہمنی کے زمانہ میں دکن پہنچے۔ اس نے نہایت تعظیم سے آپ کو مسند سلطنت پر بٹھایا۔ تاج۔ تخت۔ چتر اور علم پیش کئے۔ نیز کئی مواضعات و باغ خانقاہ کے نام وقف کئے۔ جہاں ہزار ہا آدمی صبح و شام کھانا کھاتے تھے۔

سلطان فیروز شاہ بہمنی کا برادر خورد سلطان احمد جو اپنے بھائی کی وفات کے تخت نشین ہوا۔ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ اس کی عقیدت و محبت کا یہ ثبوت ہے کہ اس نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے مرقد منور پر ایک عالی شان روضہ تعمیر کرایا۔

احمد خاں کو آپ کی ہی دعا سے تخت ملا تھا۔ اور آپ نے ہی اس کو سلطنت کی بشارت دی تھی۔

قیام گلبرگہ میں اورنگ زیب کئی مرتبہ آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ اور درگاہ کے خدام کو بیس ہزار روپیہ نذر کیا۔

آپ کی تصانیف ۱۰۵ کے قریب بتائی جاتی ہیں جن میں شرح فصوص الحکم۔ شرح رسالہ قشیریہ۔ شرح مشارق الانوار۔ تفسیر قرآن مجید کے پہلے پانچ پاروں کی معارف شرح عوارف (عربی) ترجمہ عوارف (فارسی) الاسمار۔ شرح تعرف۔ شرح آداب مریدین (عربی) شرح آداب المریدین (فارسی) شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی۔ رسالہ عشقیہ۔ شرح فقہ اکبر۔ اسماء الاسرار۔ حدائق الانس۔ استقامت الشریعت۔ حواشی قوت القلوب۔ شرح الہامات حضرت غوث الاعظم وغیرہ۔

آپ کے دو صاحبزادے۔ حضرت سیّد حسین عرف سید محمد اکبر حسینی اور حضرت سیّد محمد یوسف عرف سید محمد اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہ تھے تین صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے بعد حضرت سید محمد اصغر حسین سجادہ نشین بنے۔ کیونکہ آپ کے برادر بزرگ انتقال کر چکے تھے آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے "سیر محمدی" مرتبہ محمد علی سامانی اور "جوامع الکلم" مرتبہ محمد اکبر حسینی شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت خواجہ حسین ناگوری

م ۱۴۹۶ء

آپ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت خواجہ خواجگان سیّد معین الدین چشتی اجمیری کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت وخلافت حضرت شیخ کبیر چشتی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی جن کی خدمت میں آپ ایک عرصہ رہے۔ پھر اپنے وطن ناگور واپس چلے آئے۔ پھر اجمیر شریف چلے گئے اور وہاں

ایک عرصہ تک حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ پھر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اپنے وطن ناگور چلے آئے۔ اور تلقین وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے اپنی جائداد از قسم مکان کنواں اور باغ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر وقف کر دیا تھا صرف ایک چھکڑا رہ گیا تھا۔ جو سواری کے کام آتا تھا۔ چھکڑے کو خود ہی ہانکتے اور بیلوں کو چارہ خود ہی چرانے لے جاتے تھے۔ آپ کی کئی ایک تصنیفات ہیں جن میں۔ شرح سوانحات حضرت شیخ احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ۔ نور النبی اور مکتوبات مشہور ہیں۔

فنا فی الرسول اور زہد وورع اور ذوق وشوق سے آراستہ تھے خلفا میں حضرت شیخ احمد شیبانی رحمتہ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں۔ آپ کی وفات ۹۰۱ھ مطابق ۱۴۹۶ء عہد سکندر لودھی ناگور میں ہوئی۔ اور وہیں مزار اقدس بنا۔

سلطان غیاث الدین خلجی بادشاہ مانڈو آپ کا بے حد معتقد تھا۔ اس نے کئی مرتبہ آپ کو بلایا۔ مگر آپ تشریف نہیں لے گئے۔ ایک دفعہ سلطان کے پاس رحمت عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک کہیں سے آیا۔ تو سلطان نے آپ کو خبر کرائی۔ آپ مانڈو تشریف لے گئے۔ تو موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سلطان نے آپ کی آمد اپنے لئے باعث سعادت سمجھی اور آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا۔ جہاں آپ نے اس کے کہنے پر دعائے مغفرت فرمائی۔ پھر آپ کو تحائف اور نذرانہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر یہ تحائف قبول کر لئے جائیں تو بہت اچھا ہو۔ آپ کو یہ بات بذریعہ کشف معلوم ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "یہ سانپ ہیں۔ بھلا سانپ کو بھی کسی نے پالا ہے" مگر جب آپ نے محسوس کیا کہ صاحبزادہ کی دلی خواہش ہے۔ کہ نذرانہ و تحائف قبول کر لئے جائیں تو آپ نے اپنے صاحبزادے کو تاکید فرمائی۔

" اگر اس نذرانہ میں سے کچھ لے کر حضرت خواجہ خواجگان رحمتہ اللہ علیہ

سیّد معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت صوفی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر وہ رقم خرچ کردی جائے۔ اور اُن کے روضے بنوا دو۔ تو لے لو کیونکہ میں نے پیر و مرشد سے سُنا ہے کہ تمہارے ہاتھ مال و منال آئے گا جس کو تم اپنے مشائخ روضوں پر خرچ کرو گے؟ چنانچہ تحائف و نذرانہ قبول کر لیا گیا۔ اور آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت صوفی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے روضے تعمیر کرا دیئے۔ "تذکرہ علمائے ہند" میں لکھا ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے اوپر عمارت روضہ کی بنیاد رکھی تھی۔

حضرت شیخ حسن طاہر

م ۱۵۰۳ء

آپ کے والد ماجد ملتان سے صوبہ بہار میں جاکر وہاں کے ایک مشہور عالم شیخ بڈھا حقانی کے شاگرد بنے۔ اور ان سے تحصیل علم کیا۔ حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ وہاں ہی تولد ہوئے۔ عنفوان شباب تک آپ نے تمام علوم مروجہ میں مہارت حاصل کرلی۔ سلسلہ عالیہ چشت میں بیعت حضرت راجی حامد شاہ خلیفہ حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ نیز حضرت راجی سیّد نور رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت راجی حامد شاہ سے بھی خلافت حاصل کی۔

آپ نے معرفت اور علمِ توحید پر کئی رسائل تصنیف "مفتاح الفیض" بھی آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۔ ربیع الاول سنہ ۹۰۹ھ مطابق سنہ ۱۵۰۳ء عہد سلطان سکندر لودھی میں ہوئی۔ آپ وہیں دفن کئے گئے۔

سلطان سکندر لودھی کا ایک بھائی آپ کا مرید تھا۔ اس کو سلطنت کی ہوس سمائی۔ تو اسی خیال سے ایک دن آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور

اور عرض کیا کہ یا حضرت فاتحہ پڑھیں۔ تاکہ مجھ کو دہلی کی سلطنت مل جائے آپ اس کو اس بات سے منع کیا۔ اللہ تعالیٰ حاکم ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے تم اس بات کا خیال چھوڑ دو۔ جب سلطان سکندر لودھی کو اس بات کا علم ہوا۔ تو اُس نے آپ کو بُلا بھیجا۔ پہلے آپ آگرہ آکر ایک مدت تک قیام پذیر رہے پھر دہلی چلے آئے۔ اور بجے منڈل میں جو سلطان محمد تغلق کا بُرج حصار ہے اپنے اہل و عیال سمیت مقیم ہوئے۔ قریبی قبرستان آپ کا اور آپ کی اولاد کا ہے۔ مزارِ اقدس حضرت شیخ ضیاءالدین خلیفہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سُہروردی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے قریب ہے۔

حضرت شیخ احمد مجد شیبانی چشتی ناگوری

م ۱۵۲۱ء

آپ قاضی مجدالدین شیبانی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ کے دادا قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی تھے۔ ولادت نارنول میں ہوئی جب علومِ دینیہ مروّجہ سے فراغت پائی۔ تو حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت فرمائی۔ اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے آپ عربی علوم کے متبحّر عالم تھے۔ اور تقریر کرنے کا عمدہ فن جانتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اجمیر شریف چلے گئے اور آستانہ عالیہ حضرت غریب نواز میں مقیم ہو گئے یہاں آپ ستر سال قیام پذیر رہے۔ زاں بعد حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی اشارہ پاکر آپ اجمیر شریف سے اپنے وطن نارنول چلے آئے کیونکہ اس شہر پر ایک مصیبت آنے والی تھی۔ پھر نارنول سے ناگور چلے گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ جامع علوم

شریعت و طریقت و ورع و تقویٰ و ذوق و حالت امر معروف اور نہی منکر میں جانباز تھے۔ آپ کی وفات ۲۵ صفر ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۱ء عہد ابراہیم لودھی میں ہوئی اور ناگور شریف میں مرقد بنا۔ سات فرزند تھے۔ جو سب عالم متقی اور متدین تھے۔

آپ کا دستور تھا۔ کہ بادشاہوں اور امرا کی مجلسوں میں جاتے اور بے تکلف بحث و مناظرہ کرتے۔ کیونکہ آپ کو مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ جب سلسلہ چشتیہ میں داخل ہوئے۔ تو بحث ترک کر دی۔ اور امرا اور بادشاہوں کی مجالس میں بھی شرکت سے اجتناب فرمایا۔

منڈو کے بادشاہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ جب لوگ ان کے سامنے جاتے تو جھک کر اور انگشت شہادت کو زمین پر رکھ کر سلام کرتے تھے۔ آپ تلاش معاش کے لیئے منڈو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر بہت کم تھی۔ جب دربار میں گئے تو بادشاہ کو اسلامی طریق پر اسلام علیکم کہا۔ اور فرمایا۔ کہ جس طرح عوام الناس آپ کو سلام کرتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ نیز یہ طریقہ بدعت ہے۔

قیام منڈو میں آپ نے دیکھا۔ کہ شیخ الاسلام محمود دہلوی نے نماز میں امام سے پہلے نیت باندھ لی۔ نماز ختم ہوئی۔ آپ نے شیخ محمود دہلوی سے کہا۔ کہ ان کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے امام سے پہلے نیت باندھی تھی۔

آپ نے منڈو میں رسومات بد کی بیخ کنی کے لیئے بہت کام کیا۔

حضرت میاں قاضی خان ظفر آبادی

م ۱۵۶۳ء

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے کامل تیس سال تک مجاہدات اور ریاضات کیئے۔

آپ کی وفات ۱۵ ماہ صفر المظفر ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۳ء عہد جلال الدین اکبر

میں ہوئی۔ اور ظفر آباد میں مدفون ہوئے۔

سلطان نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے ہرچند آپ سے درخواست کی۔ کہ نذرانہ قبول کر لیا کریں۔ مگر آپ نے کسی صورت قبول نہ فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اس نے سفید کاغذ پر مُہر لگا کر فرمان ارسال کیا کہ مواضعات اور جتنی مقدار میں اراضی چاہیں۔ وہ اس میں لکھ دیں۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ ہمکو ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کے شیوہ کے خلاف ہے۔ پھر ایک چوبدار کے ذریعے کہلا بھیجا۔ کہ اپنی اولاد ہی کے لئے قبول فرمائیں۔ فرمایا۔ ہمارا ان پر حکم نہیں ہے۔ جب یہ فرمان آپ کے بڑے فرزند شیخ عبداللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کی متابعت کرے۔ اگر یہ جاگیر والد نے قبول نہیں کی۔ تو ہم کو بھی وہی کرنا چاہیئے۔ جو انہوں نے کیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری

م ۱۵۳۸ء

آنجناب کے والد شیخ محمد اسماعیل بن شیخ صفی الدین ردولی میں رہتے تھے سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ولادت ۸۶۱ھ مطابق ۱۴۵۷ء عہد بہلول لودھی میں ردولی میں ہوئی۔ علوم ظاہری کی طرف آپ کی توجہ کم ہی تھی۔ کیونکہ آپ باطنی علوم کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔ اس لئے آپ نے حضرت شیخ احمد عبدالحق خلیفہ ارشد حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیا پانی پتی کے مرقد منور پر جھاڑو دینا شروع کیا۔ پھر ایک روز آپ نے غیبی اشارہ سے حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ اور پھر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ عمر خاں کاشی جو یکے از امرا سکندر لودھی تھا آپ کا مرید تھا۔ اس کی درخواست پر مع اہل و عیال شاہ آباد (یکے از مضافات دہلی)۔

تشریف لے گئے۔ جہاں تیس ۳۰ سال سے زائد عرصہ قیام کیا۔ حملۂ بابر کے بعد آپ معہ متعلقین گنگوہ چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کیں۔ جن میں "انوار العیون" بہت مشہور ہے۔ آپ کے مکتوبات تصوّف کا خزینہ ہیں۔ شعر و شاعری میں "قدوس" تخلص کرتے تھے آپ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ "تخلص مالک داس تھا"

آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ جن میں حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نہایت ممتاز ہوئے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری بھی آپ کے اعاظم خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ کی وفات ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ مطابق ۱۵۳۸ء عہد نصیر الدین ہمایوں گنگوہ میں ہوئی۔ سات صاحبزادے تھے۔

حالانکہ مشائخ چشت شاہانِ وقت سے ملنا یا اُن کی نذر نیاز قبول کرنا کے اصول پر قائم تھے۔ مگر آپ نے زمانہ کی سیاست سے متاثر ہو کر شاہان وقت کو بذریعہ مکتوبات شریعت کے احکام کی بجاآوری کی طرف توجہ دلائی۔

آپ کے کئی ایک مکتوبات شاہانِ وقت کے نام ہیں۔ سلطان سکندر لودھی کو لکھا۔ " کہ بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا غم خوار ہونا چاہیئے اور علمائے حق کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔"

بابر بادشاہ کو بھی تلقین کی۔ کہ " علماء و خلقت خدا کی طرف متوجہ ہو مزید تفصیل کے لئے " مکتوبات قدوسی " دیکھیں۔ بابر جب ہندوستان آیا تو اس نے دیکھا کہ ہندوستان میں تمام عامل۔ متاجر۔ تاجر اور کار گذار ہندو ہیں۔ اس پر حضرت مولانا گنگوہی نے اس کو ایک خط میں لکھا کہ " اس صورتِ حال کو ختم کیا جائے اور مسلمانوں کو بھی ملازمتوں میں حصتہ دیا جائے۔ اُمرائے دربار خواص خاں۔ ابراہیم خاں شیروانی۔ ہیبت خاں شیروانی۔ نردی بیگ وغیرہ کے نام بھی نہایت اہم مکتوبات ہیں۔ " مراۃ الاسرار " مصنفہ شیخ عبدالرحمٰن چشتی میں لکھا ہے کہ آپ سلطان بہلول لودھی

م ۱۴۸۹ء سے نصیر الدین ہمایوں بادشاہ م ۱۵۵۶ء تک مسند ارشاد و تلقین پر مامور رہے۔ اور سلاطین وقت نے آپ سے فیض پایا۔ علامہ ابوالفضل لکھتا ہے کہ۔
نصیر الدین ہمایوں کو علم حقائق و معارف آپ سے ہی حاصل ہوا۔

شیخ الہند حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوری

م ۱۵۷۲ء

آنجناب حضرت شیخ الاسلام بابا فریدالدین گنج شکر فاروقی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے آباؤاجداد اجودھن سے ترک سکونت کر کے لدھیانہ چلے آئے۔ پھر دہلی اقامت گزینی اختیار کی۔ آپ کے والد بہاؤالدین دہلی سے فتح پور سیکری چلے آئے۔ آپ کی ولادت بقول صاحب "اخبار الاخیار" ۸۹۷ھ مطابق ۱۴۹۲ء عہد سکندر لودھی ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۵۲۵ء میں آپ حج حرمین السعدین کے لئے تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں چندان قیام کے بعد آپ نے ممالک اسلامیہ عرب عجم خراسان عراق بصرہ اور شام کی سیر و سیاحت کی۔ پھر عرب ہوتے ہوئے ہندوستان واپس آئے اور فتح پور سیکری میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ یہاں آکر آپ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی باغ لگایا کنوئیں کھدوائے اور تلقین و ارشاد اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔
سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شیخ ابراہیم چشتی رحمۃ اللہ خاں سے بیعت کی۔ اور انہیں سے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جب ہیموں بقال کا فتنہ اٹھا۔ تو پھر آپ ۱۵۵۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ۱۵۶۸ء میں وطن واپس تشریف لائے۔ خافی خان اپنی تاریخ "منتخب اللباب" میں لکھتا ہے۔
" حضرت سلیم چشتی نے ۲۴ حج کئے تھے۔ اور اکبر نے شہر فتح پور بھی انہی کی عقیدت میں آباد کرایا تھا۔ صاحب "منتخب التواریخ" لکھتا ہے کہ آخری بار چار سال مکہ معظمہ

ہیں اور چار سال مدینہ منورہ میں اقامت گزیں رہے میلاد کا زمانہ مدینہ منورہ میں گزارتے اور حج کا موسم مکہ معظمہ میں۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے وصال آپ کا ۲۹ رمضان المبارک ۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۲ء عہد جلال الدین اکبر فتح پور سیکری میں ہوا۔ اور اپنی خانقاہ میں مزار بنا۔ جو کہ آج تک مرجع خواص وعوام ہے۔

اُمرا اور وزرار کے علاوہ سلاطین بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔ خواص خاں جو اُمرائے کبار میں سے تھا آپ کا ارادت مند تھا۔

شیر شاہ سوری سلیم شاہ سوری اور شہنشاہ جلال الدین اکبر آپ سے بعید عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ اور نہایت خلوص ومحبت اور تعظیم وتکریم سے پیش آتے تھے۔ اکبر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نرینہ اولاد کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا۔ " افسوس ہے کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے" بادشاہ نے کہا کہ " چونکہ میری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ اس لئے تو آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ آپ دعا کیجئے"۔ بادشاہ کے اس جواب سے خوش ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ " اس ملک میں راجپوتوں کا حکومت کافی عرصہ تک رہے گی"۔ اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔ دوسرے دن جب بادشاہ بیگم فتح پور سیکری میں آپ کے یہاں آئی۔ تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب اس نے ایسا کیا۔ تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی۔ پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا۔ کہ اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو۔

فتح پور سیکری میں جب سلیم چشتی رحمۃ اللہ کے گھر بادشاہ بیگم کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر "سلیم" رکھا۔ شہزادہ سلیم آپ کو "شیخو بابا" کہا کرتا تھا یہی لڑکا شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر کے لقب سے ہندوستان کے تخت پر بیٹھا۔ "منتخب اللباب" مصنفہ نظام الملک

خافی خان میں لکھا ہے۔ کہ اس موقعہ پر اکبر نے حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خادموں اور مستحق لوگوں کو مٹھی بھر بھر کر سونا تقسیم کیا۔

شہزادہ داراشکوہ نے اس واقعہ کو اپنی "تالیف" "سفینۃ الاولیا" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ "قصر عارفاں" مصنفہ مولوی علی احمد چشتی میں مصنف نے بعنوان "منزل سی و ہفتم در خلافت سلاطین آل تیمر ظہیر الدین محمد بابر۔ نصیر الدین محمد ہمایوں و جلال اکبر و صفای اعتقادی یا حضرت ہند الولی و مخدوم شیخ سلیم چشتی فتح پوری و بنای منازل رفیع در کوہ سنگری۔

آپ کی تعریف میں خوب لکھا ہے اکبر نے فتح پور سیکری میں ایک بلند دروازہ تعمیر کرایا۔ جو سڑک کی سطح سے ۱۷۶ فٹ بلند ہے۔ اور برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ بلند دروازہ ہے۔ اس پر چین کاری کے نمونہ پر قرآنی آیات اور نقش و نگار کندہ ہیں حضرت شیخ سلیم چشتی کا مقبرہ خالص سنگِ مرمر سے تعمیر کرایا۔ اس کے ستون اور بریکٹ نفاست اور کاریگری کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال ہیں اسی جگہ اکبر نے اپنی بیوی سلیمہ سلطان بیگم کا محل بھی یہیں بنوایا۔ جو سنگ سرخ پر مینت کاری کا ایک لاثانی نمونہ ہے۔

شہنشاہ نورالدین جہانگیر نے "تو زک جہانگیری" میں لکھا ہے کہ شیخ سلیم نام کے ایک درویش آگرہ کے نزدیک موضع سیکری سے متصل ایک پہاڑی پر مقیم تھے۔ اس علاقے کے لوگوں کو شیخ سے محبت تھی۔ پھر بادشاہ نے اپنی پیدائش کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکبر نے اس شہر کو میری جائے پیدائش سمجھ کر اس کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ اور چودہ پندرہ سال کی مدت میں درندوں اور جنگلی جانوروں سے بھرپور پہاڑ اور جنگل کو قسم قسم کے باغوں۔ عمارتوں تفریح گاہوں اور عالی شان مکانات سے بدل دیا۔ فتح گجرات کے بعد اس کا نام فتح پور رکھا۔ اس کے بعد بادشاہ (جہانگیر) نے آپ کی کرامات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

جہانگیر نے آنجناب کے روضہ اور مسجد کے متعلق جو تفصیل لکھی ہے وہ اس طرح

ہے۔ ٭ حضرت شیخ سلیم چشتی کا روضہ اور مسجد حضرت عرش آشیانی (اکبر) کے دورِ حکومت کی بہترین یادگاروں میں سے ہے۔ اور یہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ایک عظیم الشان عمارت ہے۔ اس جیسی عالی شان مسجد دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ہے۔ تمام کی تمام پتھر سے نہایت نفاست کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے شاہی خزانے سے پانچ لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ قطب الدین خان کوکلتاش نے جو حجرے۔ روضہ کے ارد گرد کے حصّے فرش۔ گنبد اور پیش طاق سنگِ مرمر سے بنوائے ہیں۔ اس کے مصارف اس پانچ لاکھ سے علاوہ ہیں۔ اس کے دو دروازے ہیں۔ بڑا اور دروازہ جنوب کی طرف ہے۔ بہت بلند اور خوشنما۔ اس کا پیش طاق طول میں ۱۶ اور عرض میں بارہ اور بلندی میں باون گز ہے۔ اور اس کے اوپر جانے کے لئے بتیس ۳۲ سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ دوسرا دروازہ اس سے چھوٹا ہے۔ اس کا رُخ جانبِ مشرق ہے۔ مسجد کا طول مشرقی جانب سے مغربی جانب تک دروازوں سمیت دو سو بارہ گز ہے جس میں سے مقصورہ ساڑھے پچیس گز ہے۔ درمیانی گنبد کا رقبہ پندرہ ضرب پندرہ گز ہے۔ اس کے پیش طاق کا عرض سات گز۔ طول چودہ گز اور بلندی پچیس گز ہے۔ گنبدوں میں درمیانی گنبد بڑا ہے جس کے دائیں اور بائیں دس ضرب دس گز کا ایک چھوٹا گنبد ہے۔ ایوان میں ستون تعمیر کئے گئے ہیں۔ مسجد کا عرض شمال سے جنوب کی طرف ہے۔ جو ایک سو بہتّر گز ہے۔ اطراف میں نوّے ایوان اور چوراسی حجرے بنائے گئے ہیں۔ ہر حجرے کا عرض چار اور طول پانچ گز ہے۔ ایوانوں کا عرض ساڑھے گز ہے۔ مسجد کا صحن مقصورہ۔ ایوان اور دروازوں کو چھوڑ کر طول میں ایک سو اُنہتر (۱۶۹) اور عرض سے ایک سو تنتالیس ۱۴۳ گز ہے۔ صحن کے نیچے ایک بڑا حوض بنا دیا گیا ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ تو یہ پانی روضہ کے خادموں اور درویشوں کے سال بھر کے استعمال کے لئے کافی ہوتا ہے۔ بڑے دروازے کے مقابل شمال مشرقی طرف حضرت شیخ کا روضہ ہے جس کے وسط میں سات گز کا گنبد ہے جس کے ارد گرد پتھر کی نہایت نفیس جالیاں بنائی گئیں ہیں۔ روضے کے مقابل جانب مغرب تھوڑے سے

فاصلے پر دوسرا گنبد ہے جس میں شیخ کے بیٹے اور خویش و اقربا مدفون ہیں مثلاً قطب الدین اسلام خاں اور معظم خاں وغیرہ۔ آجکل اسلام خاں کے بیٹے اور شیخ کے سجادہ نشین جسے اکرام خاں کا خطاب دیا گیا ہے۔ کی طرف میری خصوصی توجہ ہے۔

ہیموں بقال کے ہاتھوں آپ کو بہت پریشانیاں اٹھانی پڑیں اور اسی وجہ سے حرمین الشریفین کے بعد آپ ۱۵۵۵ء میں پھر حجاز مقدس چلے گئے تھے جب ۱۵۶۲ء میں واپس ہندوستان آئے تو اکبر نے سب تلافی کر دی۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری

چشتی صابری

م ۱۵۸۲ء

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی محمود فاروقی کے گھر ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۹ء عہد سکندر لودھی میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ دوم تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ سات سال کی عمر میں ہندوستان آئے۔ اور تھانیسر میں اقامت گزینی اختیار کی۔

قرآن مجید آپ نے بلخ ہی میں حفظ کر لیا تھا جب بڑے ہوئے تو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کافی عرصہ شاہ آباد میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ آپ قطب و غوث وقت تھے۔ ترک و تجرید میں یگانۂ آفاق و بے مثل تھے۔ اسی سال کی عمر تک ایک قرآن مجید روزانہ ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔

آپ کے بے شمار خلفاء تھے جن میں حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں اور وہی آپ کے سجادہ نشین بنے۔ یہ آپ کے داماد بھی تھے۔

آپ کا وصال ۲۴ ذی الحج ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۲ء عہد جلال الدین اکبر تھانیسر میں ہوا۔ اور وہیں آپ کا روضہ بنا۔

ملا عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" میں لکھتا ہے کہ اکثر اوقات قرآن پاک کے ختم۔ نوافل۔ دعا اور درود میں ہی صرف ہوتے تھے۔ جیسے ہی اذان کی آواز کان میں پڑتی بغیر کسی کی مدد کے جھٹ سے اُٹھ کھڑے ہوتے جوتیاں پہنتے۔ لاٹھی تھام کر اپنے آپ طہارت اور وضو کر کے نماز ادا کرتے۔ بدایونی دو دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر بروز شنبہ۔ بتاریخ ۲ محرم ۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۳ء کو میرزا محمد حکیم کی بغاوت کو فرد کرنے کے لئے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ تو راستے میں تھانیسر رکا۔ اور آپ کی خانقاہ پر حاضر ہو کر نذرانہ پیش کیا۔ نیز بادشاہ کے خاص خاص درباری بھی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ اس وقت ابوالفضل نے آپ سے دریافت کیا کہ درد عشق کی کیا دوا ہے۔ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کونسا چھوٹا راستہ ہے۔ یہ سنتے ہی آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور یہ شعر پڑھا۔

آہ از استغنائے دلبر آہ آہ   کز تعظیم بست بر کونین راہ

"توزک جہانگیری" سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے اپنے بیٹے خسرو کی حمایت کی وجہ سے گوروارجن دیو اور ایک مسلمان پیر سے مواخذہ کیا تھا۔ یہ مسلمان پیر حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالشکور بلخی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کو ہندوستان سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کئی ایک خلفا ر لاہور میں بھی تھے۔ ...... عہد اکبری میں اراضیات کے متعلق شاہی احکامات جاری ہوئے لوگوں نے آپ کو آگرہ چلنے کے لئے کہا۔ تاکہ بادشاہ سے بالمشافہ گفتگو ہو سکے اس مسئلہ پر آپ نے ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کا نام

"تحقیق اراضی الہند" تھا۔ بادشاہ کی نگاہ میں آپ کی بہت قدر و منزلت تھی۔ مگر آپ نے درس و تدریس اور تلقین و ارشاد کا مشغلہ نہ چھوڑا۔ بلکہ درباداری کی زندگی اختیار نہ کی۔

حضرت شیخ نظام نارنولی

م ۱۵۸۹ء

آپ کی ولادت ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۴ء میں ہوئی۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ حضرت شیخ خانو چشتی گوالیاری کے مرید تھے۔ جو قلعہ گوالیار میں رہتے تھے۔

ملا عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" میں لکھتا ہے۔ کہ تحصیل علم میں آپنے اپنے بڑے بھائی شیخ اسماعیل سے افادہ کیا تھا۔ نیز خلافت بھی حاصل کی۔ آپ بڑے صاحب ذوق و شوق بزرگ تھے۔

شہزادہ دارا شکوہ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے کہ آپ نارنول سے حضرت خواجہ قطب الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پا پیادہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ چالیس سال تک رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن رہے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مرقد منور پر پیدل دہلی جایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں ضعیفی اور بعض دوسرے موانعات کے سبب حضرت خواجہ موصوف کا عرس نارنول میں ہی مناتے تھے۔

حضرت شیخ نظام چالیس سال تک مریدوں کی اصلاح و ہدایت میں مشغول رہے۔ اور بے انتہا لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ آپ کی وفات ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۹ء میں عہد اکبر میں ہوئی۔ مادہ تاریخ وصال "آہ نظام" ہے۔

مصنف "گلزار ابرار" نے آپکو اپنے وقت کا قطب لکھتا ہے۔

۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۸ء میں جب اکبر نے آستانہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

پر اجمیر شریف میں حاضری دی۔ تو وہاں سے الور کا رُخ کیا۔ اور شیر کا شکار کیا۔ اس شکار میں شاہ محمد خاں قندہاری کے لڑکے عادل محمد خاں نے جو بہادری میں ایک دوسرا شیر تھا۔ شیر سے تنہا مقابلہ کیا۔ نتیجتہً دونوں شیر مارے گئے۔ پھر بادشاہ نارنول پہنچا اور وہاں حضرت شیخ نظام نارنولی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بادشاہ نے ان کی زیارت کی۔ ان سے دعا کرائی۔ اور پھر دار الخلافہ واپس آیا۔

حضرت میراں سید شاہ بھیکہ چشتی صابری

گھڑام شریف

م ۔ ۱۷۱۹ء

آپ کا نسب نامہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے آپ کی ولادت پاک، رجب المرجب ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۷ء عہد شہاب الدین شاہجہان سید یوسف بن سید قطب الدین کے گھر سیوانہ میں ہوئی۔ نام محمد سعید اور کنیت "میراں سید شاہ بھیکہ" مشہور ہوئی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد قصبہ گھڑام میں نقل مکانی کر لی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شاہ ابوالمعالی امبیٹھوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کر لی۔ اور پھر آپ کے پیر و مرشد نے گھڑام آ کر آپ کو خلافت سے سرفراز کیا اور پیراہن۔ کلاہ۔ جامہ اور چادر عنایت فرمائی۔

صاحب "حدیقتہ الاولیا" لکھتے ہیں کہ" ذوق وشوق وجد وسماع واستغراق وعشق ومحبت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشائخ متاخرین میں سے کسی بزرگ کو ایسے کشائش ظاہری و باطنی نصیب نہیں ہوئے۔ جیسے کہ ان کو ہوئے۔ ان کے مرید اکثر اقطاب و ابدال کے مراتب تک پہنچے"۔

لنگر نہایت وسیع تھا۔ ہر روز بے شمار لوگ آکر آپ کی خانقاہ سے کھانا

تناول کرتے۔ مجاہدات۔ ریاضات وعبادات میں آپ لاثانی تھے۔ آپ کے بے شمار خلفائے کرام تھے حضرت شاہ لطف اللہ جالندھری اور حضرت سید محمد سالم ترمذی روپڑی آپ کے محبوب خلیفہ تھے۔

آپ کی وفات ۵ رمضان المبارک ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء عہد محمد شاہ رنگیلا کھڑام میں ہوئی۔ اور وہیں آپ کا روضۂ اقدس آج تک مرجع خلائق ہے۔

محمد شاہ رنگیلا دہلی کا بادشاہ اور آپ کا عقیدت مند تھا۔ ایک سال بارش نہ ہوئی۔ مخلوق بیحد پریشان تھی۔ کسی نے بادشاہ سے کہا۔ کہ اگر آپ حضرت میراں سید بھیکہ سے باران رحمت کے لئے دعا کرائیں۔ تو یہ قحط سالی ختم ہو سکتی ہے۔ اس نے سرہند کے حاکم کے نام ایک فرمان جاری کیا جس میں بادشاہ نے حاکم سرہند کو دہلی آنے کی تاکید کی تھی کہ آپکو بھی ساتھ لائے نیز ایک عریضہ آپ کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ آپ نے معذرت کر دی۔ مگر جس وقت آپ کو خط ملا۔ وہاں خوب بارش ہوئی۔ محمد شاہ نے آپ کو نذرانہ بھیجا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔

ایک دفعہ محمد شاہ نے نواب روشن الدولہ وزیر سلطنت کو آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ اور نذرانہ وتحائف بھی ساتھ کئے۔ اور اس امر کی آپ سے دعا کی فرمائش کی گئی۔ کہ اس کی اولاد میں ہمیشہ سلطنت رہے۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ محمد شاہ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش سے سلطنت ملی ہے۔ اور حضرت نظام الدین اولیاء نے دو پشت کی سفارش کی تھی۔ اس میں کسی کی کیا مجال کہ دخل دے سکے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی

م ۱۷۲۹ء

حضرت شاہ کلیم اللہ بن شیخ نور اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا شیخ احمد معمار عہد شاہجہانی میں خجند (ترکستان) سے دہلی آئے۔ وہ علوم عمارات ہیئت۔ ریاضی اور نجوم میں مہارت رکھتے تھے۔ اسی لئے ان کو شاہجہان نے لال قلعہ دہلی کی تعمیر کے سلسلے میں بلایا تھا۔ تاج محل آگرہ بھی اسی کی بنا کردہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو "نادر العصر" کے خطاب سے نوازا تھا۔ ان کی وفات ۱۶۴۹ء میں ہوئی۔

حضرت شاہ کلیم اللہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تکمیل دہلی کے مختلف مدارس سے کی۔ اور حدیث کی سند حضرت شیخ ابو الرضا ہندی سے حاصل کی۔ جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تایا تھے۔ اور معروف محدّث تھے۔ تکمیل علم کے بعد آپ حجاز چلے گئے اور مدینہ منورہ میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ممتاز رہنما حضرت شیخ یحییٰ مدنی (گجراتی) سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اور عرصہ تک عبادات۔ ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہے۔ تکمیل سلوک کے بعد مُرشد نے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ تو آپ اپنے وطن مالوف دہلی چلے آئے اور اپنی خانقاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جو خانم بازار میں واقع تھی۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۵۶ء کے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ کی مرکز میں دورِ تجدید و احیار شروع ہوا۔ اور وہ مرکزی نظام جو ختم ہو چکا تھا۔ اس کو دوبارہ زندہ کیا اور یہ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مریدین ہزاروں کو تعداد میں تھے اور خلفا بیسیوں۔ اولاد میں چار صاحبزادے

اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کی وفات ۲۴۔ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۔ اکتوبر ۱۷۲۹ء عہد محمد شاہ رنگیلا میں ہوئی۔ اور اپنی خاص حویلی جولال قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان تھی۔ سپرد خاک کئے گئے۔ جو جنگ آزادی میں انگریزوں نے منہدم کر دی تھی۔

تصانیف میں تفسیر القرآن (عربی) سواء السبیل، کشکول مرقع کلیمی۔ عشرہ کاملہ۔ تسنیم کے علاوہ اور بھی کتب ہیں۔ مکتوبات سید محمد قاسم علی نے ترتیب دیئے۔ جو ۱۳۲ کی تعداد میں ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نہایت متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے اور مشائخ عالیہ چشتیہ کی طرح شاہان وقت کی پیش کش کو آپ نے قبول نہ فرمایا حضرت خواجہ گل محمد احمد پوری "تکملہ سیر الاولیا" میں لکھتے ہیں۔

" حضرت شیخ کی وجہ معاش یہ تھی۔ کہ آپ نے اپنی حویلی دو روپے آٹھ آنے کرایہ پر اٹھا رکھی تھی۔ آٹھ آنہ کرایہ پر رہائش کے لئے دوسرا مکان لے رکھا تھا۔ اور تمام وابستگان کے لئے دو روپیہ خرچ کرتے تھے فرخ سیر بادشاہ نے کئی دفعہ درخواست کی۔ کہ حضرت بیت المال میں سے کچھ قبول فرمالیں مگر آپ یہی جواب دیتے رہے۔ کہ اس کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے آخر کار یہ بھی کہا کہ رہائش کے لئے حویلی قبول فرمائیں۔ فرمایا۔ اس کی بھی ضرورت نہیں۔"

آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کرتے تھے اور بادشاہ بھی وہاں ہوتا تھا۔ مگر آپ کا اتنا رعب تھا۔ کہ بغیر اجازت کے وہ آپ سے بات نہ کر سکتا تھا۔

ایک دفعہ جب آپ کے خلیفہ رشید حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی نے اُمرا اور اغنیا کی شکایت کی۔ تو آپ نے لکھا۔

" بہ یقین شناسید کہ دولت منداں ہرگز در ہیچ عصر مرید ہیچ شیخ نشدہ اند، اگر شدہ دولت مند نماندہ ہمہ را گذاشتہ لنگ بستہ اند"

(اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔ کہ اُمرا کسی عہد میں بھی کسی شیخ کے مُرید نہیں

ہوتے ہیں۔ اگر ہوتے ہیں تو دولت مند نہیں ہوتے ۔بلکہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لنگوٹہ باندھ لیا ہے۔) مولانا خلیق احمد نظامی "فخر الطالبین" کے حوالے لکھتا ہے کہ آخر زمانے میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مالی حالت اچھی ہوگئی تھی۔ اور فتوحات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا تھا کہ انہوں نے قریب ایک لاکھ واملاک وغیرہ ورثہ چھوڑا تھا۔ لیکن آپ کے مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر زندگی بھی عسرت اور تنگی سے گزری

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۷۳۰ء

آپ بواسطہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کئی واسطوں سے امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے ۔آپ قصبہ نگراؤں (کاکوری) کے رہنے والے تھے ۔ولادت ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں ہوئی۔ تعلیم کے حصول کے لئے دہلی چلے آئے ۔اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔اور ان سے تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی دسترس حاصل کی۔ اور پھر انہیں سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کر کے خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ جب آپ کی تربیت مکمل ہوچکی تو آپ کے پیرومرشد نے آپ کو دکن میں برائے تبلیغ واشاعت اسلام روانہ فرمایا۔ اور اورنگ آباد آپ کے حوالے کیا جہاں آپ تاحیات تبلیغ وارشاد میں مصروف رہتے ۔ بیجاپور۔ برہان پور شولاپور وغیرہ مقامات سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد پہنچے تھے۔ اور وہیں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔جن میں "نظام القلوب" بہت مشہور ہے آپ کے حالات میں نظام الملک آصف جاہ اول نے "رشکِ گلستان ارم" خواجہ کامگار خاں نے "احسن المسائل" کے نام سے کتابیں لکھیں۔

آپ کی شادی حضرت سید محمد گیسو دراز گلبرگوی کے خاندان میں ہوئی جن سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت فخرالدین فخرجہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد کافی ہے جن میں حضرت خواجہ کامگار خاں بھی شامل ہیں۔ مریدین کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔

آپ کا وصال ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۳۰ء بعہد محمد شاہ رنگیلا اورنگ آباد (دکن) میں ہوئی جہاں آپ کا مقبرہ بنا جو آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

اورنگ آباد کا قدیم نام دہارنگری تھا۔ پھر دیوگڑھ ہوا۔ سلطان محمد تغلق نے اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اور اس کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے اورنگ آباد رکھا۔

نواب نظام الملک آصف جاہ کو ابھی سرزمین دکن میں پہنچے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ کہ مبارز خاں نے بغاوت کر دی۔ اور لشکر کھیڑا پر لشکر کشی کر دی۔ نواب آصف خاں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے نواب موصوف کو فتح کی خوش خبری دی۔ لیکن نواب آصف جاہ کو تسکین نہ ہوئی اور عرض کیا۔ کہ اگر کوئی علامت بتائیں تو اطمینان قلب حاصل ہو۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ کل صبح بروز پنج شنبہ ان کے ڈیروں پہ پنجہ عندل کا نشان ظاہر ہوگا۔ یہ اشارہ فتح کی علامت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نواب آصف جاہ فتح یاب ہوا۔

جب اورنگ آبادی کی خانقاہ میں اُمرا کثرت سے آنے لگے۔ تو ان کو تکلیف ہوئی۔ تو انہوں نے اس ماحول سے دل برداشتگی کا اظہار کیا۔ اور اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کو خط لکھ کر استفسار کیا۔ تو انہوں نے لکھا کہ ان لوگوں کو بھی نظر انداز نہ کرو۔ احیائے سنت اور ترویج سلسلہ کے لئے یہ کوشش بھی کارگر اور کارآمد ثابت ہو سکتی ہے لیکن ان دولت مندوں سے زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔

ایک دفعہ اورنگ زیب عالمگیر کے لڑکے اعظم شاہ نے آپ کی خدمت اقدس میں کھانا بھیجا گیا آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے دوسری مرتبہ پھر یہ کہہ کر کھانا

بھیجا کہ خدام کے لئے قبول کر لیجئے۔ مگر آپ نے پھر بھی قبول نہ فرمایا۔

دکن میں آپ نے خواجگان چشت کی اس روایت کو برقرار رکھا۔ کہ بادشاہوں اور اُمراء سے تعلقات استوار نہیں کرنے چاہئیں۔ کئی لوگوں نے بار بار اصرار کیا۔ کہ بادشاہ سے ملاقات فرمائیں لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ ایک صاحب نے یہاں تک کہا۔ کہ میں خود ملاقات کرا دوں گا۔ مگر آپ راضی نہ ہوئے۔

ایک دفعہ بادشاہ نے خود بلایا۔ مگر آپ تشریف نہ لے گئے حضرت شاہ کلیم اللہ کو معلوم ہوا۔ تو خط لکھا۔

"خوب کردید کہ قبول این معنی نہ کردید کہ ہمیں طلب سلاطین دلیل رعونیت وجبار(؟) است۔ اگر در طبیعت ایشاں شکستگی و فدویت فقرا باشد ابرام بر سلطانیت نکنند خود از سر قدم ساختہ بخدمت شتابند تا ممدوح جناب حمدیت کہ نعم الامیر علی باب الفقیر باشند" (مکتوبات کلیمی)

اس زمانہ میں خاندان آصفیہ کے نواب غازی الدین خاں دکن میں موجود تھے آپ کے تقدس کا شہرہ سُنا۔ انہوں نے آپ کو بُلایا۔ مگر آپ نے اپنے بزرگوں کے مسلک کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ جانے سے انکار کر دیا۔ پیر و مرشد کو معلوم ہوا۔ تو بہت خوش ہوئے۔

نظام الملک آصف جاہ اول (۱۱۶۱ھ تا ۱۱۴۸ھ) نہایت عالی ظرف اور صاحبِ اقبال حکمران تھے۔ انہوں نے ایک کتاب "رشک گلستانِ ارم" حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے احوال میں تصنیف فرمائی۔ کیونکہ وہ آپ کا مخلص مرید بن گیا تھا۔

جس زمانے میں نواب غازی الدین خاں نے آپ کو بُلایا تھا۔ اور آپ نہیں گئے تھے۔ جب آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے سُنا۔ تو لکھا۔

"مرقوم بود کہ غازی الدین خاں طلب ملاقات کرد۔ نرفتم۔ خوب کردید کہ نرفتید اگر او را فنا درخدمت۔ فقرا بودے خودمی آمد وخود آرائی نمی کرد۔"

(تم نے لکھا تھا کہ غازی الدین خاں نے تم کو ملاقات کے لئے بلایا۔ اور تم نہیں گئے تم نے بہت اچھا کیا۔ کہ نہ گئے۔ اگر اُسے فقراء میں سچی دلچسپی اور اعتقاد ہوتا۔ تو خود حاضر ہوتا۔ خود آرائی نہ کرتا)

لیکن اس انکار کے باوجود نواب غازی الدین خاں نے اصرار کیا حضرت شاہ کلیم اللہ کو معلوم ہوا۔ تو لکھا۔

"می دانند کہ پیش فقراء بادشاہاں رفتہ اند۔ سعادت دانستہ اند غازی الدین خاں نوکرایست از نوکراں بادشاہ اگر احیاناً او بہ فقیر ہم نوشت من اجازت نامہ نخواہم نوشت" (مکتوبات کلیمی)

ترجمہ۔ تمہیں معلوم ہو۔ کہ فقرا کی خدمت میں بادشاہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس کو اپنے لئے سعادت سمجھا ہے۔ غازی الدین خاں تو بادشاہ کے نوکروں میں سے ہے۔ اگر وہ مجھے لکھے گا۔ تو بھی میں اجازت نامہ نہیں لکھوں گا۔

حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی

م ۱۷۸۵ء

آپ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے صدیقی بزرگ تھے۔ ولادت اورنگ آباد میں ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء میں ہوئی۔ آپ کا نام حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے فخر الدین تجویز فرمایا تھا۔ محب النبی کا لقب آپ کو اجمیر شریف سے ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کر کے آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے والد مکرم سے بیعت فرمائی۔ اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر دہلی چلے آئے یہ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء کا زمانہ تھا۔ یہاں آپ نے تمام بزرگانِ چشت کے مزارات پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ دہلی آنے کے چھ ماہ بعد آپ پاک پٹن شریف

میں حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور پر زیارت کے واسطے حاضر پانی پت میں حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد منور پر حاضری دی۔

مصنفؒ "ہفت اقطاب" لکھتا ہے۔ کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمانہ تھے۔ آپ کے زہد و توکّل کی یہ کیفیت تھی کہ کسی اور میں کم ہوگی۔ دہلی میں مستقل قیام کے بعد آپ نے نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ کے مدرسہ میں جو اجمیری دروازہ سے باہر تھا۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جو تاحیات رہا۔ آپ کے ملفوظات و حالات سیّد نورالدین حسین فخری نے "فخر الطالبین" نظام الملک نواب غازی خاں نے "مناقب فخریہ" اور رحیم بخش فخری نے "شجرۃ الانوار کے نام سے مرتب کئے۔ نیز نظام الملک نے آپ کے اورنگ آباد سے دہلی تک کے سفر کے حالات "فخریۃ النظام" میں بڑی شرح و بسط سے لکھے ہیں۔

تصنیفات میں فخر الحسن۔ سیرت محمدیہ عین الیقین اور عقائد نظامیہ وغیرہ ہیں۔ آپ کے مکتوبات "رقعات مرشدی" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

آپ کے بے شمار مرید اور خلفاء تھے۔ خلفاء میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اہم مقام حاصل ہے جس نے سرزمین پنجاب میں حضرت فریدالدین گنج شکر کے بعد چشتی سلسلہ کو عوام الناس سے روشناس کرایا۔

آپ کا وصال ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء عہد شاہ عالم ثانی میں ہوا۔ آپ کا مرقد منور مہرولی میں مرجع خلائق ہے۔ جو کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خانقاہ میں مسجد کے متصل ہے

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خاں سپہ سالار کے ہمراہ شاہی لشکر میں ملازمت اختیار کر لی۔ اور انہیں کے ساتھ رہتے تھے۔ چونکہ آپ کی طبیعت صوفی منش تھی۔ اس لئے اگرچہ دن تیغ و سناں کی جھنکاروں میں کٹتا راتیں رکوع و سجود میں۔ "مناقب فخریہ" قلمی مصنفہ نظام الملک کے

حوالے سے مصنف "تذکرہ مشائخ چشت" لکھتا ہے۔ کہ آپ تمام تمام رات خیمہ میں عبادت کرتے رہتے تھے متواتر آٹھ سال تک شب و روز ریاضات و عبادات کی مشقتیں جھیلیں نواب نظام الملک لکھتے ہیں۔" میرے چچا نواب نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمّت یار خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ فوج کشی اور شمشیر زنی کرتے تھے اور اسی حالت میں ہمیشہ روزے بھی رکھتے تھے جو لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھتے تھے۔ وہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ اس اس قدر اعلیٰ روحانی مراتب طے کر چکے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کی شہرت بڑھنے لگی۔ تو آپ شاہی کی ملازمت چھوڑ کر اورنگ آباد چلے گئے۔ اور اپنے والد مکرم کے سجادہ نشین بنے۔ کچھ عرصہ بعد دہلی چلے آئے۔

آپ کے قیام میں ہی سکھوں کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچ گئی تھیں اور ملک کے علاوہ دین کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کا قتل عام جاری تھا۔ اور کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ تو آپ نے ایک دن بادشاہ سے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ " سلطان عصر تا بذات خود بہ امور ملک ستانی و ملک داری متوجہ نشود۔ و اختیار محنت و مشقت نکند بندوبست بہ ہیچ وجہ صورت نمیگیرد۔"

(سلطان وقت جب تک بذاتِ خود اُمورِ مملکت کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور محنت و مشقت اختیار نہ کرے گا۔ حالات کبھی ٹھیک نہ ہو سکیں گے۔")

"مناقب فخریہ" میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہ وقت اور امرا نے آپ کو چند دیہات قبول کرنے کی درخواست کی۔ مگر آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگان کی اقتدا میں ان کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

" ہر چند حضرت ظل سبحانی و امرائے مرید و معتقد تمنائے قبول دیہات نمودند قبول نہ فرمودند ارشاد کردند کہ اگر خواہند کہ ما دریں شہر باشیم بار دیگر ایں حرف تمنائے عیاں نیایدؔ"

(ہر چند حضرت ظلِ سبحانی اور اُن کے اُمرا نے جو آپ کے مرید و معتقد تھے۔ دیہات قبول کرنے کی درخواست کی لیکن قبول نہ کی۔ بلکہ فرمایا۔ کہ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسی شہر دہلی؛

میں رہیں۔ تو اس طرح کی بات پھر زبان پر نہ آئے"۔(۱)

سرسید احمد خاں اپنی تصنیف "آثار الصنادید" میں لکھتے ہیں کہ جتنے امراء ذوی الاقتدار اور سلطان عہد تھے۔ آپ کی بیعت سے مشرف ہو کر آپ ہی کی خاکِ در کو وسیلۂ آبرو اور آپ ہی کے غبارِ آستان کو تاج و عزت و اعتبار سمجھتے تھے"۔

شاہ عالم بادشاہ (۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء) آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ اور اکثر و بیشتر آپ سے ملاقات کے لئے آیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ بادشاہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ میں تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں مجبوراً کھانا کھانا پڑا جب واپس آئے تو اس کا تدارک اس طرح کیا۔ کہ فوراً فقراء، غربا اور درویشوں کے مکانات پر تشریف لے گئے اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔

امراء کے علاوہ شاہی خاندان کے بہت سے شاہزادے اور شاہزادیاں آپ کے مرید تھے جن کو آپ سے بیحد عقیدت و ارادت تھی۔ شاہ عالم بادشاہ کی بہن خیر النساء بیگم آپ کی مرید تھی۔ نواب زینت محل والدہ شاہ عالم بادشاہ نے ازراہِ عقیدت ایک رتھ آپ کی خدمت میں نذر گزاری تھی۔ نواب خیر النساء بیگم نے ایک دفعہ کچھ ظروف نقرئی اور بارہ سو روپے آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجے۔ ملازم نے اشیاء وصول کر کے آپ کو اطلاع نہ کی۔ اور اپنے پاس رکھ لئے۔ کچھ مدت بعد بیگم صاحبہ کو شبہ ہوا۔ تو اس نے رسید طلب کی۔ ملازم سخت گھبرایا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے سید احمد کو حکم دیا کہ جو کچھ سامان یہ شخص بیان کرے۔ وہ لکھ دو۔ اس کے بعد مہر لگا کر اس کو دے دی۔

"مناقب فخریہ" میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ بلند خاں صوبیدار کشمیر نے آپ کی خدمت اقدس میں ایک ہزار روپیہ بطور نذرانہ ارسال کیا۔ جو لانے والا اپنے صرفہ میں لے آیا۔ بلند خاں کو معلوم ہو گیا۔ پیشتر اس کے کہ بلند خاں اس کو سزا دے۔ آپ نے لکھ دیا۔ کہ اُس کی قسمت کے تھے۔ اس سے کچھ نہ کہنا۔

"قسمت او بود ہیچ نگوئید"

مجد الدولہ بہادر نے تین دن تک آپ کے لئے دعوت کا کھانا بھیجا۔ چوتھے دن فرما دیا۔ کہ دعوت صرف تین دن ہوسکتی ہے۔ اور پھر کھانا قبول نہ فرمایا۔

نواب ضابطہ خان بھی آپ کا خاص ارادت مند تھا۔ جب آپ غیاث گڑھ تشریف لے گئے۔ تو اُس نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اور کئی دیہات نذر کرنے چاہے مگر آپ نے قبول نہ فرمائے۔ اُس نے اصرار کیا۔ کہ درویشوں کے اخراجات کے لئے ہی قبول فرمائیں۔ قدموں میں گر گیا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمائے۔ جب آپ کا اصرار حد سے بڑھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ رقم حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ اجمیری اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہوں اور خدام کے مصارف میں دیدی جائے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر (۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۸ء) آپ کا بیحد عقیدت مند تھا۔ لکھا ہے کہ خود بھی پیری مریدی کرتا تھا۔ اور خاص مریدوں کو دو دو روپیہ مہینہ دیا کرتا تھا۔

اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کوچۂ فخر جہاں کی اے ظفر خاک کی چٹکی بھی اک اکسیر ہے

کیا خطر اس کو راہِ دیں میں ظفر رہنما جس کا فخر دیں ہو جائے

اے فخر جہاں، فخر زماں، فخر دو عالم ہے لطف تیرا حق میں دل ریش کے مرہم

کیوں نہ تو سر بفلک کھینچے کہ فخرالدین نے
دی ہے دستار زرے سر پہ ظفر کھینچ کے باندھ

اے ظفر کیا بتاؤں تجھ سے کہ جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخر دیں کے کفش بردار وں میں ہوں

جو سمجھے کفش پائے فخر دین کو تاجِ سر اپنا | پسند اسکو ظفر کب افسرِ شاہانہ آتا ہے

جو ہاتھ آئے ظفر خاک پائے فخر الدین | تو میں رکھوں اُسے آنکھوں کی توتیا کیلئے

جسکو حضرت نے کہا الفقر و فخری اے ظفر | فخرِ دیں، فخرِ جہاں۔ پر وہ فقیری ختم ہے

مرشدِ پاک رواں فخر الدین | قبلہ و کعبہ جہاں فخر الدین
ایک جہاں فخرِ جہاں کہتا ہے | پر ہے فخرِ دو جہاں فخر الدین
میں گدا ہوں تیرے دروازے کا | جاؤں اس در سے کہاں فخر الدین
موج زن ہے ترا دریائے کرم | از کراں تا بہ کراں فخر الدین
ہے مدد تیری توانائی بخش | میں ہوں بے تاب و تواں فخر الدین
کیا کروں عرض عیاں ہے تم پر | میرا سب رازِ نہاں فخر الدین

رکھ ظفر ہر نفس و ہر ساعت
شغلِ دل وردِ زباں فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی

م۔ ۱۷۹۱ء

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ترویج و اشاعت میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر المتوفی ۱۲۶۶ء کے بعد سرزمین پنجاب میں آپ نے سب سے زیادہ کام کیا۔ موجودہ سلاسل چشت پنجاب آپ سے ہی وابستگی کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ آپ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء کو موضع چوٹالہ (بہاولپور) میں پیدا ہوتے پھر آپ اپنے

بزرگان کے ہمراہ مہار شریف آ گئے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ نے تعلیم ڈیرہ غازی خاں۔ لاہور اور دہلی سے حاصل کی حضرت فخر الدین فخر جہاں ۱۱۵۱ھ؁ میں اورنگ آباد سے دہلی آئے۔ تو اس وقت آپ مدرسہ نواب غازی الدین دہلی میں تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے ان سے علم حدیث کی سند لی۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ان سے بیعت کی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ خلافت سے سرفراز کئے گئے اور مہار شریف میں قیام کا حکم دیا۔

مریدین ہزاروں کی تعداد میں تھے خلفا میں حضرت شاہ سلیمان تونسوی حضرت قاضی محمد عاقل حضرت حافظ محمد جمال ملتانی اور حضرت شیخ نور محمد نارووالہ نے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ کے ملفوظات مولوی محمد عمر شہید پوری نے "خلاصۃ الفوائد" کے نام سے مرتب کئے۔

صاحبزادگان میں حضرت خواجہ نور الصمد۔ حضرت خواجہ نور احمد۔ اور حضرت خواجہ نور الحسن رحمۃ اللہ علیہم تھے سجادہ نشین حضرت خواجہ نور الصمد بنے۔

آپ کا وصال ۱۱۹۹ھ؁ مطابق ۱۷۸۴ء؁ میں مہار شریف میں ہوا۔ اور وہاں ہی دفن ہوئے آپ کا عظیم الشان مقبرہ مرجع خلائق عوام و خواص ہے۔

نواب نظام الملک غازی الدین خاں وزیر شاہ دہلی کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ نواب صاحب نے آپ ہی سے خلافت پائی تھی۔ نواب موصوف نے مہار شریف میں ایک باغ بھی لگوایا تھا انہوں نے حضرت قبلہ عالم کے مناقب میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ مثنوی کا نام " اسماء الابرار " ہے۔

ہست امروز ا و مراد جہاں — مرجعِ خاص و عام شیخ زماں

پیکرِ او تمام پیکر جاں — ہست معنش زگوہر جاں

ذکر نور محمد آں ہمہ نور — گر نویسم جہاں شود پُر شور

دست نسبت عیاں کشید اورا — جذبِ دل سوئے کشید اورا

کارش از فخرِ دیں گرامی شُد — وارثِ نسبت نظامی شد
شیخ درحق او چنیں فرمود — "زماہرچہ بودہ است ربود"
ہم بگفتا کزیں جہاں آرا — شدہ اُمیدِ مغفرت مارا

نواب غازی الدین خاں نے مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالم کے مکان و حجرہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جو اب بھی موجود ہے۔

نواب بہاول خاں اول آپ کا مرید اور معتقد تھا۔ آپ کے وصال کے بعد نواب بہاول خاں نے صاحبزادگان مہار شریف اور متعلقین کی جاگیریں ضبط کرلیں۔ جو بعد ازاں بحال ہوگئیں۔ نواب بہاول خاں نے یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔

حضرت قاضی محمدؐ عاقل کوٹ مٹھن شریف

م۔ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء

حضرت قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ نسباً فاروقی الاصل تھے۔ والد ماجد کا مخدوم محمد شریف بن مخدوم محمد یعقوب بن مخدوم نور محمد کوریجہ تھا۔ ولادت کوٹ مٹھن میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت محبوب اللہ الصمد مخدوم نور محمد تھے۔ جن کو شاہ جہان بادشاہ نے پانچ ہزار بیگھہ اراضی خانقاہ کے اخراجات کے لئے عطا کی تھی۔ شاہجہان کے بعد اورنگ زیب عالمگیر اور شاہان مابعد نے بھی اس خاندان کے بزرگوں کو جاگیریں عطا کیں۔ مروجہ تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور انہیں سے خلافت پائی جب آپ اپنے مرشد کے ہمراہ دہلی گئے تو حضرت فخرالدین فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے درس

میں شامل ہوئے تھے۔ بعدازاں آپ نے کوٹ مٹھن شریف میں ایک نہایت اعلیٰ پایہ کا دارالعلوم قائم کیا جس میں ملک کے دُور دراز مقامات سے طلبا حصولِ تعلیم کیلئے آتے تھے مدرسہ کے ساتھ ایک بڑا لنگرخانہ تھا۔ جہاں سے علما اور طلبا کو دونو وقت کھانا ملتا تھا۔ بعد میں جب آپ کوٹ مٹھن شریف سے شیدانی شریف میں منتقل ہوئے۔ تو وہاں بھی ایک دارالعلوم اور لنگرخانہ جاری کیا۔

آپ اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وفات سے قبل آپ نے آنحضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپکے صاحبزادے حضرت میاں احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو قائم رکھا۔ حضرت خواجہ گل محمد احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ نے "تکملہ سیرالاولیاء" میں آپکے ملفوظات جمع کر دیئے ہیں۔

آپ کی وفات ۸ رجب ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء شیدانی شریف میں ہوئی۔ اور جسد مبارک کوٹ مٹھن شریف لاکر دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے بزرگان کے مزارات ہیں۔

"تکملہ سیرالاولیاء" مصنفہ حضرت خواجہ گل محمد احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تفصیل درج ہے

شاہانِ مغلیہ کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) نے شاہزادہ جہاں خسرو اور کاؤس شکوہ کو آپ کا مرید کرایا تھا۔ بہادر شاہ ظفرؔ کو بھی آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ لکھتا ہے۔

دل فدا کرتے ہیں نام فخرِ دین پر اے ظفرؔ
ہم ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

ایک دفعہ نواب بہاول خاں پوتہ کے چند مواضعات پیش کئے۔ تو فرمایا کہ۔

"ہمارے خواجگان نے کبھی ایسی چیز قبول نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ جب ریاست اور زمینداری ہوگی۔ تو مالگذاری وغیرہ اُمور پیش آئیں گے۔ اور کبھی نہ کبھی عدالت تک جانا پڑے گا۔ جب ان کاموں میں مصروف ہوئے تو پھر فقیری کہاں۔ اللہ تعالےٰ مسبب الاسباب ہے"

حضرت غلام قطب الدین دہلوی

م ۱۸۱۸ء

آپ حضرت مولانا فخرالدین فخرجہاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ دکن میں پیدا ہوئے۔ جب مولانا دہلی آئے۔ تو آپ کو اپنی ہمشیرہ کے سپرد کر دیا اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ وہ اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے مقبول تھے۔ سر سید احمد خاں اپنی "تالیف" "آثار الصنادید" میں لکھتے ہیں کہ۔

" آپ کی تعریف و توصیف لکھنے کی کچھ حالت نہیں۔ یہی کافی ہے۔ کہ ایسے چمن کے نونہال اور ایسے نونہال کے ثمر تھے۔"

آپ کی وفات ۱۸۔ محرم ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں دہلی میں ہوئی اور حضرت قطب الاقطاب کے جوار میں دفن ہوئے۔

شاہان دہلی میں محمد اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) اور بہادر شاہ ظفر (۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء) کو آپ سے بے حد عقیدت و ارادت تھی۔ یہ دونو حضرات آپ کے مرید تھے۔

بہادر شاہ ظفر لکھتا ہے۔

مرید قطب دیں ہوں خاکپائے فخر دیں ہوں میں
اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کم تریں ہوں میں
ان ہی کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں
وگرنہ یوں تو بالکل روسیہ مثل نگیں ہوں میں
نہ کعبہ سے غرض مجھ کو نہ بت خانے سے کچھ مطلب
ہمیشہ گھستا اُن کے آستانے پر جبیں ہوں میں

مجھے تو خانقاہ و مے کدہ دونوں برابر ہیں
و لیکن یہ تمنّا ہے کہ ان کا ہوں کہیں ہوں میں
یہی عقدہ کُشا میرے، یہی ہیں رہنما میرے
سمجھتا اُن کو اپنا حامیٔ دنیا و دیں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں
و لیکن اے ظفر اُن کا گدائے رہ نشیں ہوں میں

حضرت میر محمدی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۸۲۷ء

آپ کا نام سیّد محمد عماد الدین تھا اور عرف "میر محمدی" تھا۔ آپ حضرت فخرالدین فخرجہاں رحمۃ اللہ علیہ کے اعاظم خلفا میں شمار ہوتے تھے آپ نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق دہلی ہی میں اُن کے مشن کو جاری رکھا۔ صاحب شجرۃ الانوار" مولانا رحیم بخش فخری کے حوالے سے مصنف "تاریخ مشائخ چشت" لکھتا ہے کہ

" درارشاد و رہنمائی عباد دریں شہر بہ خوبیہا مصروف اند و باوصاف حمائد موصوف۔ بسیارے از اہلِ شہر و شاہزادہا مرید میر صاحب اند۔"

(اس شہر دہلی میں) بڑی خوبی کے ساتھ خلقِ خدا کی رہنمائی میں مصروف ہیں۔ بڑی خوبیوں کے مالک ہیں بہت سے اہلِ شہر اور شہزادے میر صاحب کے مرید ہیں۔

خاقانیٔ ہند محمد ابراہیم ذوقؔ اُستاد بادشاہ آپ کا مرید تھا۔

آپ کا وصال ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۶ء دہلی میں ہوا۔ اور مزار سلیم شہزادے کے مکان میں بنا۔ اور وصیت کے مطابق میرزا سلیم کا مزار بھی آپ کے پاس بنا۔

حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت سے مشرف فرماکر شاہی خاندان کی اصلاح و تربیت کے لئے متعین فرمایا تھا یعنی وہ "شاہ ولایت قلعہ معلیٰ" تھے نیز حضرت شاہ فخر الدین سے شاہی خاندان کے جو افراد بیعت یافتہ تھے ،اُن کی تعلیم و تربیت بھی آپ کے سپرد تھی ۔ ہر وقت ان کی خدمت میں شہزادوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا ۔ بہادر شاہ ظفر بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ۔ اور شاہی سواری نہایت دھوم دھام سے ان کی خانقاہ میں پہنچتی تھی ۔ مرزا سلیم خلف اکبر ثانی آپ کا مرید اور ارادت مند تھا جب حضرت میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ۔ تو شہزادہ مرزا سلیم نے اظہار عقیدت سے آپ کو اپنے مکان کے صحن میں ہی دفن کیا ۔ جو اب خانقاہ میر محمدی کہلاتی ہے اور ختلی قبر کے قریب واقع ہے ۔

شاہی خاندان میں آپ کے مریدین میں سے بہادر شاہ ظفر ۔ میراں شاہ محمد بن بہادر شاہ ظفر ۔ شہزادہ سلیم بن اکبر شاہ ثانی ۔ میرزا خجستہ بخت خلف شاہ عالم میرزا روشن بخت وغیرہ تھے ۔

سر سید احمد خاں لکھتا ہے کہ آپ کا نفس دم عیسےٰ تھا ۔ اور آپ کے ہاتھ کی چٹکی اکسیر کا کام رکھتی ہے ۔

حضرت مولوی جمال الدین رامپوری

م ۱۸۲۷ء

آپ کا وطن لاہور تھا ۔ مروجہ علوم دینیہ کے حصول کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا درس لیتے رہے ۔ پھر باطنی علوم کی تحصیل کے لئے حضرت شاہ ولی الدین فخر جہاں کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اُن کے اخلاق عالیہ سے

اس قدر متاثر ہوئے کہ ان سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت کر لی۔ آپ کو پیرومرشد کی ارادت بے پناہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت کالے صاحب رامپور تشریف لائے۔ تو آپ شہر کے دروازے سے ان کی پالکی کاندھے پر لائے۔

مصنف "انوار العارفین" کے مطابق آپ کی وفات ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۷ء بعمر ۱۰۲ سال رامپور میں ہوئی لیکن "تذکرہ کاملان رامپور" میں ۱۲۴۱ھ درج ہے۔

نواب سید احمد علی خاں والیٔ ریاست رام پور آپ کا بیحد عقیدت مند وارادت مند تھا۔ اور اکثر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔

حضرت نصیر الدین المعروف بہ کالے صاحب دھلوی

م ۱۸۴۶ء

آپ حضرت غلام قطب الدین ابن حضرت فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند تھے نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ دہلی کا ہر شخص امیر ہو یا غریب آپ کا صدق دل سے احترام کرتا تھا۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو ان سے دلی لگاؤ تھا۔ آپ کی رہائش حویلی گلی قاسم جان میں تھی۔ جو احاطہ کالے صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ حج کی سعادت حاصل ہوئی حضرات خواجگان چشت کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ جب پاک پٹن شریف گئے تو تونسہ شریف میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور وہ استقبال کے لئے پاپیادہ ایک کوس آئے۔

بہادر شاہ ظفر کے ان کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ کالے صاحب خود بھی بادشاہ کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ بادشاہ کی طرف سے ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ اور تقریبات کے مواقع پر تمام اخراجات بھی بادشاہ برداشت کرتا تھا آپ نے ایک شہزادی سے شادی کی تھی جس سے وجیہہ الدین امین الدین اور کمال الدین تولد ہوئے۔

دوسری بیوی جو سیدزادی تھی سے آپ کے دو فرزند تھے۔ نظام الدین اور غلام معین الدین پیدا ہوئے۔

جنگ آزادی میں کالے صاحب کی املاک بحق سرکار ضبط ہوگئیں۔

آپ کا وفات ۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء دہلی میں ہوئی۔ مہرولی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔

سرسید احمد خاں اپنی تصنیف "آثار الصنادید" میں لکھتے ہیں۔

"اس زمانے میں ایسا نامی گرامی شیخ نہیں ہے۔ حضور والا اور تمام سلاطین و جمیع اُمراءِ عظام آپ کے نہایت معتقد ہیں۔

بہادر شاہ ظفر اپنی عقیدت و ارادت کا اظہار یوں کرتا ہے۔

نظامِ خانہ فخرِ جہاں تمہیں تو ہو — قیامِ سلسلہ و خاندان تمہیں تو ہو
نہ کیونکر تم سے ہوں ظاہر صفا قطب الدین — خدا رکھے تمہیں اُنکا نشاں تمہیں تو ہو
تمہارے دَر پہ جھکا کر سرِ ارادتِ خلق — کہے ہے کعبۂ امن و اماں تمہیں تو ہو
نثار تم پہ ہیں پروانہ ساں ہزاروں دل — کہ شمعِ محفلِ صاحب دلاں تمہیں تو ہو
تمہاری توجہ باطن سے تقویت ہے مجھے — کہ میرے باعثِ تاب و تواں تمہیں تو ہو
بغیر آپ کے ہوں کیوں نہ جان و دل بے چین — کہ راحتِ دل و آرامِ جاں تمہیں تو ہو

ظفر کی چاہیئے تمہیں نصرت نصیر الدین
کہ اس کے یار و مددگار تمہیں تو ہو

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی

م ۱۸۵۱ء

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷۷۰ء میں گڑگوجی تحصیل بازار موسیٰ خیل ضلع لورا لائی (بلوچستان) میں ہوئی۔ یہ مقام تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خاں پنجاب) سے جانب شمال مغرب تیس کوس کے فاصلے پر اندرون کوہ واقع ہے۔ والد ماجد کا نام زکریا بن عبدالوہاب بن عمر بن خان محمد رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے کوٹ مٹھن میں حضرت قاضی محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اس مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاری اوچ شریف کی طرف تشریف لا رہے ہیں چنانچہ آپ وہاں پہنچے۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی اپنے پیر مرشد سے آپ نے فصوص الحکم۔ لوائح آداب الطالبین عشرہ کاملہ اور فقرات کا درس لیا پھر آپ کے مرشد نے آپ کو حضرت فخر الدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی جانے کے لئے کہا چنانچہ آپ دلاور جودھپور۔ اجمیر۔ جے پوری۔ ریواڑی ہوتے ہوئے ۱۷۸۵ء میں دہلی پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ دو روز قبل آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ چالیس روز اُن کے مزار پُر انوار پر معتکف رہے۔ پھر قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی۔ حضرت شیخ کمال الدین علامہ۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی حضرت امیر خسرو۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ خواجگان چشت کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی۔ دہلی سے آپ اجمیر شریف پہنچے۔ اور حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے روضۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اعتکاف کیا۔ اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اجمیر شریف سے بیکانیر و بھٹیر۔ فرخ نگر۔ سے ہوتے ہوئے واپس مہار شریف پہنچ گئے۔ اور حسب ارشاد مرشد ایک چھوٹی سی مسجد میں

ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ آپ ۱۱۹۰ھ تک یعنی چھ سال اپنے مرشد کی صحبت میں رہے۔ ان سے فیض باطنی حاصل کرتے رہے۔ اور ۱۱۹۰ھ میں شرفِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد آپ نوماہ تک اُن کے مرقد منور پر معتکف رہے۔ یہاں سے آپ اپنے وطن مالوف گڑگوجی چلے گئے۔ جہاں آپ کا قیام آٹھ سال رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے اصرار پر عمر خاں جعفر خاں کی صاحبزادی سے شادی کی۔ اور پھر اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق مستقلاً تونسہ شریف کو مرکز عرفان بنایا۔ اس وقت تونسہ ایک سو گھروں پر مشتمل تھا۔ مگر آپ کے یہاں آنے سے اس قدر رونق ہوئی کہ اندرون مُلک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی لوگ اور طلباء آنے لگے۔ آپ کے زائرین طلبا اور علمائ کے لئے ایک وسیع لنگر خانہ قائم کیا۔ مؤلف "مناقب سلیمان" لکھتا ہے کہ لنگر کا خرچہ بے حساب تھا۔ دونوں اوقات دو دو ہزار آدمیوں کے لئے کھانا پکتا تھا۔ تقریباً پچاس علماء اور ہزارہا کی تعداد میں طالب علم تھے۔ آپ کے مرید لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اور خلفا بے شمار۔ جنہوں نے مکھڈ شریف۔ سیال شریف۔ للہ شریف خیرآباد (اودھ) شنا وائی (راجپوتانہ) گڑھی افغاناں۔ دہلی۔ پاک پتن شریف۔ کلاچی میں خانقاہیں قائم کیں جنہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت و ترویج میں نمایاں حصہ لیا۔

اولاد میں حضرت خواجہ گل محمد حضرت خواجہ درویش محمد اور حضرت خواجہ عبداللہ تھے۔ حضرت خواجہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے خلافت حاصل تھی۔ اور ان کا انتقال ۱۸۴۴ء میں آپ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ اس لئے حضرت شاہ سلیمان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ اللہ بخش سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کا وصال ، صفر ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء کو تونسہ میں ہوا اور اپنے عبادت خانہ میں دفن کئے گئے۔ مزار اقدس پر نواب بہاول خاں ثالث (۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۲ء) نے سنگِ مرمر کا عالی شان مقبرہ تعمیر کیا۔

اگرچہ آپ کی اپنی کوئی تصنیف یادگار نہیں ہے۔ مگر آپ کے ملفوظات و سوانح پر تقریباً پندرہ کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اُمرا اور دنیادار لوگوں

کے پاس جانے سے مکمل طور پر اجتناب فرماتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے پیرانِ طریقت کی اقتدا میں ان کے پاس آنے جانے اور میل ملاقات کو رُوحانی ترقی میں ایک رکاوٹ خیال فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اہلِ دنیا "سفید چشم" اور "بے وفا" ہوتے ہیں جب یہ لوگ مصائب و آلام میں گرفتار ہوتے ہیں۔ تو درویشوں کی تلاش میں بھاگتے ہیں لیکن بغیر مطلب کے وہ کبھی ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں

نواب عبدالجبار خاں ڈیرہ غازی خاں نے ایک دفعہ درویشوں کے مصارف کیلئے جاگیر پیش کی۔ تو آپ نے جواباً فرمایا۔

" ما ایں جاگیر نہ گیریم کہ خلافِ سنتِ پیراں وشیخاں ماہرگز نہ خواہیم نمود کہ ایشاں قبول نہ کردہ اند۔"

" نافع السالکین" میں لکھا ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ صاحبزادہ گل محمد کے لئے ہی قبول فرمالیجئے۔ فرمایا

" گل محمد را نیز حاجت جاگیر نیست اگر نعلین درویشان راست کند برائے خدمت او مقربان خدمت گار شوند۔"

جس زمانہ میں نواب بہاول خاں عباسی ثانی ۱۸۰۹ء نے صاحبزادگان مہار شریف کی جاگیر ضبط کی تو حضرت خواجہ مہاروی رحمتہ اللہ کے عرس پر حضرت قاضی محمد عاقل اور حضرت حافظ محمد جمال ملتانی رحمتہ اللہ علیہ م ۱۸۱۲ء نے حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا۔ کہ جاگیر بحال ہونی چاہیئے۔ آپ نواب سے سفارش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ۔

" دیکھئے صاحبان! ہم تو پہاڑی آدمی ہیں منت اور خوشامد کرنی تو ہم جانتے ہی نہیں۔ مجھے تو ان کے پاس جانے سے گریز نہیں ہے کیونکہ اپنے مرشد زادوں کا کام ہے۔ مگر طریقہ لجاجت کی امید نہ رکھیئے۔" بہرحال آپ تشریف لے گئے۔ نواب نے چند کوس آگے آکر استقبال کیا اور قدم بوسی کی۔ اور عرض کیا کہ حضور خادم آپ کا پیر بھائی ہے۔ فرمایا آگ کی خبر دھوئیں سے ملتی ہے۔ اگر تو حضرت قبلۂ عالم کا مرید ہوتا۔ تو ہم اتنا سفر

کیوں کرتے۔ اور تم کو علم ہونا چاہیئے کہ حضرت قبلۂ عالم لاولد نہیں تھے۔ ان کی حسبی و نسبی اولاد موجود ہے۔ نواب نے خاموشی سے سُنا اور اپنی مہر والی انگوٹھی انگلی سے اتاری اور پیش کر کے کہا کہ اس ملک کے آپ مالک ہیں۔ پھر کہا کہ حضور دعا فرمائیں کہ گڑھی اختیار خاں کا قلعہ فتح ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

"نافع السالکین" مؤلفہ مولانا امام الدین میں لکھا کہ ایک دفعہ نواب صادق محمد خاں ثانی پسر نواب بہاول خاں نے صاحبزادگان مہارہ شریف سے کچھ جرمانہ وصول کیا۔ آپ کو پتہ چلا۔ تو سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اور نواب صادق خاں (۱۸۰۹ء تا ۱۸۲۵ء) سے خط و کتابت اور مراسلت بند کر دی۔ نواب سیّد غلام شاہ۔ صاحبزادہ نور احمد اور دیگر اشخاص کو آپ کی خدمت میں برائے عفو تقصیر بھیجا۔ اور ان سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی۔ پہلے تو خواجہ صاحب نے ٹالا۔ لیکن جب صاحبزادہ نور احمد نے اصرار کیا۔ تو فرمایا صاحبزادے آپ کو اس کام کے لئے یہاں آنا مناسب نہ تھا۔ آپ کی خاطر تو میں نواب سے ناراض ہوا تھا۔ اب آپ خود ہی تشریف لے آئے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا قبلہ کیا کریں۔ مجبوراً آئے ہیں۔ ہماری گزران اس ملک میں ہے۔ فرمایا نہیں نہیں۔ وہ تمہارے ملک میں ہے۔ اور اس کی گزران تمہارے ملک میں ہے۔ خداوند کریم کا بھی لحاظ چاہیئے آپ کے والد صاحب (حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی) رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب تھے۔ آپ خدا کا دروازہ چھوڑ کر اہلِ دنیا کے پاس لے جاتے ہیں۔"

مجبوراً حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سلطان پور تشریف لے گئے۔ نواب گلے میں کپڑا ڈالے برہنہ پا حاضر ہوا۔ تو آپ نے اس کو سخت سُست کہا نہ اس کی طرف دیکھا۔ اور نہ ہی بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اس نے نذر پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو دیوار کے باہر پھینک دو۔ کہ اس بلا کے واسطے ہم ساری رات پہرہ چوکی کیوں دیں۔" نواب قدموں میں گر پڑا۔ اور زار و قطار رونے لگا کہ مجھے معاف کر دیں۔ آپ کا مرید ہوں۔ اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ نہ تو میرا مرید ہے اور نہ ہی سلسلہ میں داخل ہے تم نے دیکھا نہیں کہ کشتی صدہا من لوہا لے کر دریا میں تیرتی

ہے۔ مگر کسی کی ایک میخ جدا ہو جائے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے چنانچہ بڑی مشکل سے۔ بعد ازاں آپ نے پیرزادوں کے کہنے پر معاف کیا۔

نواب بہاول خاں ثانی جب تخت نشین ہوا۔ تو اس نے حضرت خواجہ تونسوی کو آٹھ ہزار روپیہ نہایت عقیدت سے بھیجا۔ جو آپ نے غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیئے۔

۱۸۲۵ء میں نواب بہاول خاں ثالث م ۱۸۵۲ء نے ایک مسجد اور آپ کا روضہ تعمیر کرایا۔ مسٹر ایچ الف فارس ڈسٹرکٹ جج ملتان نے ایک فیصلہ میں لکھا کہ بہاول پور کا ہر نواب ثانی پیران تونسہ کا مرید ہوتا ہے۔

"مقالاتِ دینی و علمی" حصہ اول میں خان بہادر ڈاکٹر محمد شفیع لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۶ء میں نواب صاحب بہاول پور نے ۸۵ ہزار کے صرف سے ان کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ سارے ضلع ڈیرہ غازی خاں میں اس سے زیادہ خوبصورت مقبرہ نہیں ہے۔ بعد میں خواجہ صاحب کے پوتے حضرت میاں اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے مقبرہ کی زیبائش اور خوبی میں بہت سا اضافہ کیا۔ گنبد پر جو کئی میل سے نظر آتا ہے۔ سر بسر سنگ مرمر کی ٹائلیں لگائی گئی تھیں۔ گرد نواح کے بے آب و گیاہ دشت سے اُٹھ کر جب نگاہ ان ٹائلوں پر پڑتی ہے تو آنکھوں میں نُور اور دل میں سرور آتا ہے قبر مبارک بھی سنگ مرمر کی ہے اور اندرونی دیواروں کی استر کاری پر سیاہ و سفید کاشیکاری ہوتی ہے۔ جو ملتانی صنعت کا عمدہ نمونہ ہے۔"

نواب صادق محمد خاں عباسی کے انتقال کے بعد نواب رحیم یار خاں۔ نواب بہاول خاں ثالث (۱۸۲۵ء سے ۱۸۵۲ء) کے نام سے تخت نشین ہوا۔ تو حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ احمد پور تشریف لے گئے اور نواب کو اپنے دستِ مبارک سے دستار باندھی۔ نواب نے بہت نذر نیاز آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے اس میں سے تمام قیمتی سامان اپنے مرشد زادگان مہاروی کو دے دیا۔ اور نقدی غربا مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔

ایک دفعہ نواب بہاول خاں خود آپ کی زیارت کے لئے مہار شریف آیا۔ آپ

اسے حضرت قبلۂ عالم کے مقبرہ پر لے گئے اور اس کی دینی و دنیاوی مرادوں کے لئے دعا فرمائی سبز دستار بھی عطا فرمائی۔ اور اس کو بہت سی نصیحتیں کیں۔

لعل خاں تکانی حاکم سنگھڑ نے ایک بلوچ لڑکی سے جبراً نکاح کر لیا۔ آپ کو علم ہوا۔ تو اس کو کہلا بھیجا۔ "مسلمانوں پر اس قدر ظلم نہ کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔" لعل خاں نے جواب لکھا۔ تو آپ نے وہ عریضہ پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا۔ "ملک بدست درویش است۔ ہر کرا خواہد مے دہد" (ملک درویش کے ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہے عطا کرتا ہے)

چنانچہ خراسانیوں نے لعل خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو اپنے علاقہ میں لے گئے جہاں وہ بارہ سال تک ان کی قید میں رہا۔ واپس ملک آنے کے بعد وہ قتل ہو گیا۔

لعل خاں کے بعد اسد خاں حاکم سنگھڑ ہوا۔ تو اس نے بھی عدل و انصاف سے رعایا سے سلوک نہ کیا۔ جس پر آپ نے اس کو تنبیہ کی "کہ اسد خاں ظلم ترک کر دے تیری حکومت میں اگر ہمیں فائدہ ہے تو یہ کہ اذان سننے میں آتی ہے۔ ورنہ ہم دیکھتا ہیں کہ تھوڑے دنوں میں ہی اس شمالی ریگھ (تودۂ ریگ) پر سکھوں کی فوج پہنچنے والی ہے۔

ایک دفعہ نواب عبد الصمد والئ ڈیرہ غازی خاں نے قلعہ اختیار خاں کا محاصرہ کیا۔ اہالیان شہر گڑھی کے خالی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ نواب قلعہ نے اپنے برادر خورد کو حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برائے دعا بھیجا۔ چنانچہ وہ معاملہ آپ کے تصرّفِ باطنی سے ختم ہو گیا۔

والئ افغانستان شاہ شجاع بن تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی (۱۸۰۳ء سے ۱۸۱۰ء اور دوبارہ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء) کو امیر دوست محمد خاں نے کابل سے نکال دیا۔ اور خود حکومت پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں تونسہ شریف حاضر ہوا۔ اور دعا کے لئے ملتجی ہوا۔ مگر تختِ افغانستان اس کے نصیب میں نہ تھا.... دوسری مرتبہ وہ پھر انگریزوں کی امداد لے کر تونسہ شریف آپ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ رات کو وہیں قیام کیا۔ صبح حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ افغانستان کس کی پناہ میں جارہے ہو۔ شاہ شجاع نے فوراً کہا۔ کہن دل خاں اور پردل خاں کی حمایت میں جارہا ہوں۔ چنانچہ شاہ شجاع چلا گیا۔ چنانچہ آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا۔

"اس کا بخت برگشتہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے بجائے کہن دل خاں اور پردل خاں پر اعتماد رکھتا ہے"

حالانکہ اس کی امداد پہ انگریز اور سکھ حکمران تھے۔ وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

دوسرا سبب یہ ہوا کہ نواب اسد خاں والئ ملک سنگھڑ نے اپنے وزیر شیخ محمد کو آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ کہ آپ شاہ شجاع سے تخفیف اجارہ کا ایک عہد نامہ لکھوادیں۔ تاکہ جب شاہ شجاع برسرِ اقتدار آئے۔ تو کام آئے۔ آپ نے اس کام کے لئے ایک معتبر آدمی کو شاہ شجاع کے پاس روانہ کیا۔ تو اُس نے حیل وحجت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ اُسے ایک رات قیام کرنے کے لئے مکان ملے گا اور یہ سلطنت کا ارادہ رکھتا ہے"۔ آخر وہی ہوا۔ جو آپ نے فرمایا تھا۔ اور وہ مقابلہ میں پسپا ہو کر لدھیانہ چلا آیا۔

امیر دوست محمد خاں بارک زئی والئ افغانستان (۱۸۳۵ء تا ۱۸۳۹ء دوبارہ ۱۸۴۲ء تا ۱۸۶۳ء) نے آپ کے زہد واتقا کی شہرت سُنی۔ تو اس نے آپ سے روحانی امداد کی درخواست کی۔ اور لکھا۔ کہ " میں نے صرف اللہ کی خاطر جہاد پر کمر باندھی ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کافروں پر فتح دے"۔ حضرت شاہ صاحب نے منشی محمد واصل کو فرمایا۔ کہ دوست محمد خاں کی درخواست کے جواب میں یہ لکھو۔

ہر آں کا ستعانت بدرویش بُرد
اگر بر فریدوں رود پیش بُرد

(جو شخص درویش سے امداد چاہتا ہے۔ اگر وہ فریدوں کے سامنے بھی جائے تو کامیاب ہو)

چنانچہ امیر دوست محمد خاں جس کو انگریز گرفتار کر کے کلکتہ لے گئے۔ اس کے لڑکے علی اکبر خاں نے انگریزوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ ان کو شکست ہوئی۔ بہت سے انگریز مارے گئے۔ شاہ شجاع خراسانیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور جو انگریز گرفتار ہوئے تھے۔ ان کو علی اکبر خاں نے اس وقت نہ چھوڑا۔ جب تک کہ امیر دوست محمد خاں افغانستان نہیں پہنچ گیا۔

یہ حضرت صاحب کی دعا کا نتیجہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امیر دوست محمد خاں کو فتح و نصرت سے نوازا۔ اور ۱۸۴۲ء میں افغانستان کی حکومت اس کے قبضہ میں آگئی۔ اور درانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی

م ۱۸۵۰ء

آپ مولوی شمس الدین کے گھر ۱۷۹۰ء خیر آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت شیخ سعد خیر آبادی حضرت شاہ لکھنوی .... کے خلفائے کرام میں سے تھے۔ آپ ایک نہایت علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور ان کا خاندان نہایت عزت و تکریم کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ قرآن مجید حفظ کیا اور دہلی چلے آئے۔ اور مشکوٰۃ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی نیز فصوص الحکم پڑھی۔ حرمین الشریفین میں صحیح بخاری کی سماعت فرمائی۔ اور جب حضرت شاہ سلیمان تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو صحیح مسلم کی سماعت کی۔ مثنوی مولانا روم پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ اور اس کا درس بھی دیتے تھے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ نے بیعت و خلافت حضرت شاہ سلیمان تونسوی سے حاصل کی۔ پھر ہندوستان کے تمام خواجگان چشت کے مقابر اور مزارات پر حاضری

دی۔ اور فیوض و برکات حاصل کئے جب آپ نے بیعت لینی شروع کی۔ تو پنجاب اودھ اور حیدرآباد کے ہزاروں لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جب حج کے لئے گئے۔ تو وہاں دس سال قیام رہا۔ اور وہاں کچھ لوگوں کو مرید کیا۔

آپ کی مجالس میں مسائل شریعت اور سنت کے علاوہ اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا۔ اتباع سنت پر بہت زور دیتے تھے۔ "مناقب حافظیہ" مصنفہ محمد ہادی علی خاں میں اس کی تفصیل دی گئی ہے۔

درس و تدریس کا سلسلہ اپنی خانقاہ میں جاری کیا۔ تو بے شمار لوگ حاضر ہوئے یہاں تک کہ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ "فصوص الحکم" کا درس لینے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ کو "شبلی وقت" کہا جاتا تھا۔ آپ کے مریدین کی تعداد حیدرآباد دکن میں بہت زیادہ ہے۔

آپ کی وفات ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں ہوئی۔ اور کھیری میں دفن ہوئے گئے۔ جہاں آپ کا مرقدِ منور آج تک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

بہادر شاہ ظفر کو آپ سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا۔ اور اس نے کئی دفعہ پیغام بھی بھیجے۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمائے۔ ایک دفعہ جب وہ حاضر ہوا۔ تو آپ دیوار پھاند کر باہر چلے گئے۔

حالانکہ نواب بہادل خاں ثانی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ مگر دل میں حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا متمنی تھا۔ اور اس کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دِن نواب نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے حافظ صاحب کو طلب کیا۔ آپ حاضر ہوئے۔ تو تسلیمات کے بعد شیخ کے رُوبرُو بیٹھ گئے اور نواب کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد پیر و مرشد کی اجازت سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔

(مناقب حافظیہ)

حاجی نجم الدین سلیمانی اپنی تصنیف "مناقب المحبوبین" میں لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ احمد پور تشریف لے گئے۔ نواب بہاول خاں کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔ تو ملاقات کا ارادہ کیا۔ آپ کو خبر ہوئی تو فوراً تونسہ شریف روانہ ہو گئے۔

قیام حیدرآباد میں ایک مرتبہ محی الدولہ احمد یار خاں نے عرض کیا کہ یہاں کے رئیس آپ سے ملنے کے مشتاق ہیں۔ مگر آپ نہ مانے۔ حیدرآباد کے راجہ چندر لال کو آپ سے بےحد عقیدت تھی اور وہ اکثر حاضر خدمت ہوتا۔ انگریزوں کے اقتدار اور اُن کی تہذیب سے سخت متنفر تھے۔

نواب واجد علی شاہ لکھنوی کے طرز عمل سے آپ سخت نفرت کرتے تھے اور آپ نے متعدد بار اس سے اس امر کی شکایت کی اور اس کو اپنے فرائض کی بجاآوری کے لئے کہا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

م ۱۹۰۱ء

حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۲۵ء میں تونسہ شریف میں پیدا ہوئے واجد ماجد کا نام حضرت خواجہ گل محمد ابن حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ابتدائی تعلیم تونسہ سے ہی حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ نہایت شان و شوکت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھا لباس پہنتے۔ اور اعلیٰ قسم کی گھوڑیاں سواری میں رکھتے تھے۔ جب بڑے ہوئے تو ان سب چیزوں سے منہ پھیر لیا اور درویشانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ نے بیعتُ خلافت اپنے دادا اکرم حضرت محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ اور پھر ریاضت و مجاہدات میں مشغول

رہے۔ اور اُن کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین تونسہ شریف ہوئے۔

حاجی نجم الدین اپنی تالیف "مناقب المحبوبین" میں لکھتے ہیں کہ "لنگر عام تھا جس میں آپ کے دادا کے زمانے سے زائد لوگ رہتے تھے۔ کوئی علم پڑھتا تھا۔ کوئی ذکر و شغل میں مشغول تھا۔ ہر درویش کو روٹی اور کپڑا ملتا تھا۔ خراسان۔ ہندوستان اور دوسرے مقامات سے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت کرتے اور منزل مقصود کو پہنچ کر واپس جاتے۔ حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر سینکڑوں درویشوں کو لے کر جاتے ہیں۔ اور لنگر جاری کرتے ہیں۔ اور پھر ہر دوسرے سال پاک پٹن شریف جاتے ہیں۔ اور عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ ان ہر دو اعراس میں ہزارہا لوگ آپ کے مرید ہوتے ہیں۔"

آپ نے تونسہ شریف میں متعدد عمارات تعمیر کیں۔ عالی شان مسجد۔ مہمان سرائے کنواں۔ مسافر خانے۔ لنگر خانے۔ حوض۔ گھنٹہ گھر۔ شیش محل آپ کے ہی تعمیر کردہ ہیں۔

آپ کے تین صاحبزادے۔ خواجہ حافظ محمد موسیٰ۔ میاں احمد اور خواجہ محمود تھے جن میں نمبر ایک اور نمبر دو کو خلافت حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۲۹ جمادی الاوّل ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء بعمر ۸۰ سال تونسہ میں ہوئی۔ اور روضۂ انور حضرت محمد سلیمان تونسوی میں مدفون ہوئے۔

آپ کے ملفوظات "تنویر القلوب فی لطائف المحبوب" کے نام سے مولوی بختیار نے لکھے۔ کچھ ملفوظات گل محمد خاں نے فارسی میں لکھے۔ جو "خاتم سلیمانی" جلد ثانی میں شائع ہو چکے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر سفر دہلی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ ۱۸۵۳ء کا واقعہ ہے۔ امراء اور درباریوں نے کثیر التعداد میں اظہار عقیدت کیا۔ نیز محلات کی بیگمات بھی مرید ہوئیں۔ بادشاہ نے نذر بھی پیش کی۔

نواب بہاول خاں ثالث (۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۲ء) بمقام مہار شریف حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔ مگر جتنا عرصہ وہاں بیٹھے آنکھیں

نیچی تھیں۔ اور اتنی بات نہ تھی۔ کہ گردن اٹھا کر کلام کر سکیں۔ یہی نواب آپ کا اس قدر گرویدہ تھا کہ ایک دفعہ اپنی ریاست میں آپ کو دعوت دے کر بلایا۔ اور آپ کو فٹن (گھوڑوں کی گاڑی) میں سوار کر کے خود بہ نفس نفیس اُس فٹن کو کچھ فاصلہ تک بجائے اسپ تازی کے کھینچا۔ "مقدمہ تونسہ شریف" میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ خان نظام الدین خاں نواب آف ممدوٹ آپ کے مرید تھے۔

سفرِ ہندوستان

۱۸۵۳ء میں آپ اپنے پیرانِ عظام و خواجگانِ چشت کے مقابر و مزارات کی زیارت کے لئے تونسہ شریف سے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں سینکڑوں درویش آپ کے ہمراہ تھے۔ سب سے پہلے چشتیاں شریف میں حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی کے اللہ علیہ کے مرقد منور پر حاضر ہوئے۔ صاحبزادگان مہار شریف سے ملاقات کی۔ اور صاحبزادہ غلام فخرالدین مہاروی کو ساتھ لے کر قصبہ ولہڑ اور بیکانیر کے راستے ناگور شریف پہنچے۔ جہاں حضرت سلطان التارکین خواجہ حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر حاضری دی۔ چند دن وہاں قیام کر کے ۲۸۔ مارچ ۱۸۵۴ء کو اجمیر شریف پہنچے۔ جہاں حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے۔ اور دس دن قیام فرمایا۔ اجمیر شریف میں ہزارہا بندگانِ خدا نے آپ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ یہاں تک، خود خدام درگاہ شریف اور اولادِ حضرت سلطان الہند میں سے بھی بہت سے افراد نے آپ سے بیعت کی۔ اجمیر شریف سے جے پور پہنچے۔ جہاں حضرت مولانا ضیاالدین رحمۃ اللہ علیہ جے پوری خلیفہ حضرت فخرالدین فخرجہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچے۔ یہاں بھی بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں آئے۔ تین چار روز قیام کے بعد آپ بمعہ درویشاں دہلی تشریف لائے۔ سب سے پہلے قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ

میں حاضری دی۔ پھر حضرت سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مزارات منورہ پر پُرخلوص حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ اور نذر و نیاز تقسیم کی۔ پھر حضرت شیخ علامہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پہ حاضر ہوئے جب ابوالمظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفرؔ تاجدار ہندوستان کو آپ کے آنے کی اطلاع ملی۔ تو ہاتھی پر سوار ہوکر نہایت اشتیاق سے زیارت و قدمبوسی کے لئے آیا جب آپ کو بادشاہ کے آنے کی خبر ملی۔ تو آپ دوسرے راستہ سے صحرا کی طرف نکل گئے۔ آخر لوگ آپ کی منت سماجت کر کے واپس لائے۔ تب بادشاہ نے قدم بوسی کی۔ زاں بعد شاہجہاں آباد تشریف لائے۔ اور صاحبزادہ غلام نظام الدین نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے مکان پر قیام کیا۔ قیام دہلی میں ہزار ہا کی تعداد میں لوگ مرید ہوئے۔ نیز شاہی خاندان کے بے شمار افراد (مرد اور عورتیں) بیعت سے مشرف ہوتے۔ دہلی سے آپ بہادر گڑھ اور سے ہوتے ہوئے ہانسی میں حضرت قطب جمال الدین ہانسوی خلیفہ ارشد حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوتے۔ وہاں کے سجادہ نشین اور اُن کی اولاد آپ کی مرید بنی۔ وہاں سے روانہ ہوکر سرسہ تشریف لائے۔ اور حضرت خواجہ ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر واپس مہار شریف پہنچے۔ جہاں سے آپ تونسہ شریف آئے۔

۱۸۵۱ء میں ایک بہت بڑے قافلہ کے ہمراہ تونسہ شریف سے حج حرمین الشریفین کے لئے گئے۔ اس سفر میں اکابر مشائخ وعلمائے حجاز سے آپکی ملاقات رہی۔ "ملفوظات طیبہ" میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ "حضرت خواجہ اللہ بخش کی نگاہ میں دنیا داروں کی ذرہ برابر بھی وقعت اور قدر نہیں تھی۔ نہایت غریب پرور تھے۔ دُنیا داروں کو حقیر سمجھنے میں حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اور فقیر دیکھا اور سُنا نہیں گیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی

آپ کے والدین نے آپ کا نام مہر شاہ رکھا تھا مگر آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مہر علی شاہ کر دیا۔ اور اسی نام سے آپ نے شہرت پائی۔ آپ کے والد مکرم کا نام سید نذر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی ولادت گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ یہ قصبہ راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے ماموں پیر فضل الدین شاہ کی سرپرستی میں مولوی غلام محی الدین سے حاصل کی از اں بعد کئی ایک مقامات سے تعلیم حاصل کر کے جانب ہندوستان برائے حصول مزید تعلیم روانہ ہوئے۔ اور علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی م ۱۹۱۵ء کے حلقہ درس میں شامل ہو کر منطق و فلسفہ۔ علم معقول اور اقلیدس وغیرہ کی آخری مروّجہ کتابیں پڑھیں۔ علم حدیث کی سند فضیلت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری م ۱۸۷۹ء سے حاصل کی۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور پھر ۱۸۸۲ء میں خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے ۱۸۸۲ء میں آپ نے اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق گولڑہ شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۵ء تک آپ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول رہے۔ اور اضلاع لاہور۔ ڈیرہ غازی خاں۔ ملتان۔ مظفر گڑھ۔ ہزارہ اور ریاست مالیر کوٹلہ وغیرہ کے مقامات پر رہ کر مجاہدات شاقہ میں مشغول رہے۔ پھر خواجگانِ چشت کے مزاراتِ عالیہ پر حاضری دی۔ اور اجمیر شریف حاضری

دے کر واپس اپنے وطن مالوف کو لوٹے۔

۱۸۶۹ء میں آپ حرمین الشریفین کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے اور اور وہاں حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی م ۱۸۹۹ء کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں خرقہء خلافت حاصل کیا جنہوں نے آپ کو واپس وطن جانے کی تلقین کی۔ گولڑہ شریف واپس آکر آپ نے درس و تدریس اور تلقین وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ طالبان علم اور طالبانِ خدا دُور دراز مقامات سے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرنے لگے۔

گولڑہ شریف میں آپ کا لنگر ایک مثالی لنگر تھا۔ جہاں سے ہزارہا کی تعداد میں طلبا ء مدرسہ اور عوام الناس کو کھانا ملتا تھا۔ حضرت علامہ اقبال ۱۹۳۸ء سے آپ کی مسئلہ وحدت الوجود پر خط و کتابت تھی۔

آپ کے مکتوبات محمد عبد الحی ابن مولانا غلام محمد گھوٹوی نے "مہر چشتیہ المعروف مکتوبات طیبات" کے نام سے اور "فتاویٰ مہریہ" مولوی فیض احمد نے جمع کئے ہیں۔ جو شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے حالات پر مولوی فیض احمد فیض نے "مہر منیر" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

آپ کے ملفوظات "ملفوظاتِ طیبہ" کے نام سے فارسی میں مولوی فقیر محمد اور مولوی عبد الحق نے مرتب کئے۔ اوران کا اردو ترجمہ "مقالات مرضیہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

تصنیفات میں شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح۔ سیف چشتیائی در رد عقائد مرزا غلام احمد قادیانی۔ اعلاء کلمۃ اللہ فی ما اہل بہ لغیر اللہ۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔ فتوحاتِ صمدیہ رسالہ در جواب غیر مقلدین۔ عجالہ بر دو سالہ۔ در وضاحت مسلکِ خود وغیرہ کے علاوہ آپ کا مجموعۂ کلام "مہر گنج عرفان" بھی ہے۔

آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت پیر غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۴ء

ہیں انتقال فرما گئے ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے۔ صاحبزادہ سید معین الدین شاہ
اور

۲۹۔ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو آپ کا وصال گولڑہ شریف میں ہوا۔
جہاں کا آپ کا عالی شان مقبرہ زیارت گاہِ خلائق ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے خواجگانِ چشت کی تقلید میں حکومتِ وقت اور اُمرا سے بے نیاز و مستغنی رہے۔ حالانکہ حکومتِ برطانیہ کا آپ کے زمانہ حیات میں مکمل تسلط تھا۔ مگر آپ نے اپنے مریدین کو ہدایت دے رکھی تھی۔ کہ حکومت کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنا۔ اور اُن کی فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا ناجائز ہے۔ اس کی مکمل تفصیل آپ کے تصنیف کردہ رسالہ "رسالہ امرِ معروف" میں ملتی ہے۔

"مقدمہ تحقیق الحق" میں لکھا ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کا ایک نمائندہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور جاگیر قبول کرنے کی پیش کی لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ اور ٹھکرا دیا۔

۱۹۱۱ء میں جارج پنجم شہنشاہ برطانیہ کے ہندوستان آنے پر دہلی میں ایک دربارِ عام منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان کے مشاہیر اور مشائخ کو مدعو کیا گیا۔ آپ کی خدمت میں بھی دعوت نامہ آیا۔ مگر آپ نے اس دربار میں شمولیت نہیں کی۔

ماخذ

۱- اخبار الاخیار مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اُردو ترجمہ محمد لطیف ملک ایم اے۔ لاہور ۱۹۶۲ء

۲- الدرالمکنون فی ترجمہ انوارالعیون مصنفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اُردو ترجمہ محمد نظام الدین عشق کیرانوی بہاول پور ۱۹۷۸ء۔

۳- تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا ضیاء الدین برنی جلد اول و دوم۔ کلکتہ ۱۸۶۲ء۔ علی گڑھ ۱۹۵۷ء

۴ تاریخ فرشتہ مصنفہ ابوالقاسم محمد شاہ فرشتہ حصہ اول و دوم۔ ترجمہ خواجہ عبدالحی ایم اے لاہور ۱۹۶۲ء

۵- تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی اُردو ترجمہ محمد ایوب قادری کراچی ۱۹۶۱ء۔

۶- تکملہ سیرالاولیا از خواجہ گل محمد احمد پوری۔ اُردو ترجمہ مسعود حسن شہاب۔ بہاول پور ۱۹۷۸ء۔

۷- حدائق الحنفیہ از مولوی فقیر محمد جہلمی۔

۸- خزینۃ الاصفیا مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری۔ لکھنو ۱۸۷۳ء

۹- روضۃ الاقطاب از سید محمد بلاق چشتی خواہرزادہ حضرت نظام الدین اولیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور ۱۹۸۴ء

۱۰- سبع سنابل مصنفہ میر عبدالواحد بلگرامی۔ (فارسی) لاہور ۱۹۸۲ء۔

۱۱- سفینۃ الاولیا مصنفہ شہزادہ محمد داراشکوہ قادری۔ اُردو ترجمہ محمد علی لطفی۔ کراچی ۱۹۷۵ء۔

۱۲ - سیر الاقطاب از شیخ اللہ دیا چشتی بن شیخ عبدالرحیم - اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۹ء۔

۱۳ - سیر العارفین تالیف حسامدین فضل اللہ جمالی - اردو ترجمہ لاہور ۱۹۷۶ء

۱۴ - سیر الاولیا از سید محمد بن مبارک کرمانی "میر خورد" اردو ترجمہ غلام احمد بریاں - لاہور ۱۹۷۸ء۔

۱۵ - طبقات ناصری جلد اول منہاج سراج جوریانی - اُردو ترجمہ غلام رسول مہر - لاہور ۱۹۷۵ء

۱۶ - فوائد الفواد از خواجہ میر حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ملفوظات محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمہ - لاہور ۱۹۸۰ء۔

۱۷ - گلزار ابرار مصنفہ محمد غوثی شطاری مانڈوی - اُردو ترجمہ فضل احمد جے پوری - لاہور ۱۹۷۶ء۔

۱۸ - ملہمات از حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ - اردو ترجمہ سردار علی احمد خان - لاہور ۱۹۸۵ء۔

۱۹ - منتخب اللباب حصہ اول مصنفہ ہاشم علی خاں خافی خان نظام الملک اُردو ترجمہ محمود احمد فاروقی - کراچی ۱۹۶۳ء

۲۰ - منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی - تین حصے - اُردو ترجمہ محمود احمد فاروقی - لاہور ۱۹۶۲ء۔

۲۱ - مناقب المحبوبین از حاجی نجم الدین سلیمانی - ترجمہ اردو پروفیسر افتخار احمد چشتی - لاہور ۱۹۷۷ء۔

۲۲ - مراۃ الاسرار از عبدالرحمان چشتی حصہ اول و دوم ترجمہ اُردو و تحقیق کپتان واحد بخش سیال - لاہور ۱۹۸۲ء

۲۳ - نافع السالکین از مولانا امام الدین - اُردو ترجمہ صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی - لاہور ۱۹۸۲ء

۲۴ - نفحات الانس از مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ لاہور ۱۹۵۷ء

۲۵۔ صاحبیہ از شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں۔ ترجمہ اُردو پروفیسر محمد اسلم (فارسی متن و اُردو ترجمہ) لاہور سنہ ۱۹۸ء

۲۶۔ لاہور کے اولیائے چشت مؤلفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری لاہور سنہ ۱۹۶۸ء

۲۷۔ مقابیس المجالس جمع و ترتیب مولانا رکن دین اُردو ترجمہ لاہور سنہ ۱۹۷۹ء

۲۸۔ شعاع نور مرتبہ محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاول پوری۔ بہاول پور سنہ ۱۹۶۳ء

۲۹۔ تذکرہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مؤلفہ حضرت مولانا معین الدین خطیب مسجد شاہجہانی اجمیر شریف۔ لاہور سنہ ۱۹۷۷ء

۳۰۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلفاء تحقیق و تصنیف ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی۔ لاہور سنہ ۱۹۷۹ء

۳۱۔ تذکرہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی لاہور۔ ۱۹۸۰ء

۳۲۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ حیات و تعلیمات از پروفیسر محمد حبیب۔ لاہور سنہ ۱۹۸۳ء۔

۳۳۔ احوال و آثار حضرت شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ از قاضی محمد حفیظ اللہ۔ لاہور سنہ ۱۹۸۳ء۔

۳۴۔ سلطان الہند تحقیق و تالیف سید عبدالباری

۳۵۔ مرقع کلیمی از حضرت شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ جہان آبادی۔ اُردو ترجمہ گنج شکر اکیڈمی۔ لاہور سنہ ۱۹۷۸ء

۳۶۔ لمعاتِ خواجہ از معین الدین احمد چشتی قادری اور شمس الحق شمس بریلوی کراچی ۱۹۷۸ء

۳۷۔ مہرِ مُنیر از فیض احمد فیضؔ۔ گولڑہ شریف۔ سنہ ۱۹۶۹ء

۳۸۔ ملفوظات حیدری مؤلفہ صوفی نور عالم شمس پوری اُردو ترجمہ ڈاکٹر عبدالغنی ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ لاہور سنہ ۱۹۸۴ء۔

۳۹۔ معین الارواح مرتبہ محمد خادم حسین زبیری معینی گدڑی شاہی مراد آبادی ثم اجمیری۔ مطبوعہ آگرہ سنہ ۱۹۵۳ء

۴۰ - سبع سنابل مصنفہ میر عبدالواحد بلگرامی اُردو ترجمہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی ۔ لاہور ۱۹۸۲ء

۴۱ - حضرت بابا فریدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ از جعفر قاسمی ۔ لاہور ۱۹۷۸ء

۴۲ - سِتر العارفین تصنیف حضرت شیخ بہاء الدین محمود ناگوری چشتی ۔ لاہور ۱۹۷۵ء

۴۳ - خواجگان چشت موسوم بہ رشک ہشت بہشت مؤلفہ مولوی محمد منیر صاحب منیر لکھنوی ۔ کراچی ۱۹۸۰ء

۴۴ - تذکرہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ وحید احمد مسعود ۔ لاہور ۱۹۸۱ء

۴۵ - معین الہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ۔ لاہور ۱۹۸۲ء

۴۶ - دِلّی کے بائیس خواجہ از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ایم اے پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ لاہور ۱۹۸۳ء

۴۷ - تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی ۔ دہلی ۱۹۲۸ء

۴۸ - ہند کے راجہ یعنی سوانح خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ علامہ مشتاق احمد نظامی ساہی وال ۱۹۷۶ء

۴۹ - ذکر حبیب مؤلفہ ملک محمد دین ایڈیٹر صوفی ۔ لاہور ۱۹۸۴ء

۵۰ - اخبار الصالحین مؤلفہ نواب معشوق یار جنگ بہادر ۔ لاہور ۱۹۸۲ء

۵۱ - راحت القلوب مؤلفہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اُردو ترجمہ لاہور ۱۹۸۵ء

۵۲ - اسرار الاولیاء مؤلفہ حضرت بدرالدین اسحاق ۔ اردو ترجمہ ۔ ساہیوال ۱۹۷۸ء

۵۳ - سیر الاولیاء مصنفہ سیّد محمد بن مبارک علوی کرمانی (فارسی) لاہور ۱۹۷۸ء

۵۴ - اولیائے بہاول پور مصنفہ مسعود حسن شہاب ۔ بہاول پور ۱۹۸۳ء

۵۵ - ہفت اقطاب مؤلفہ غلام جہانیاں معینی قریشی ۔ ڈیرہ غازی خاں ۱۹۵۲ء

۵۶ - تذکرہ مشائخ کرام (تاریخ فرشتہ) حکیم محمد قاسم فرشتہ ۔ لاہور ۱۹۶۵ء

۵۷ - تذکرہ حضرت امام سیدنا علی الحق سیالکوٹی مؤلفہ میاں اخلاق احمد ایم اے ۔ لاہور ۱۹۷۸ء

۵۸ - جذب کامل تالیف ڈاکٹر محمد عبداللطیف ایم اے پی ایچ ڈی ۔ لاہور ۱۹۷۵ء

۵۹۔ مقالات دینی و علمی حصہ اول از خان بہادر پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ایم اے (کینٹ) پی ایچ ڈی ۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۶۰۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ شمس سراج عفیف اُردو ترجمہ فدا علی طالب کراچی ۱۹۶۲ء

۶۱۔ شاہجہان نامہ (عمل صالح) حصہ اول و دوم و سوم مصنفہ محمد صالح کنبوہ۔ اُردو ترجمہ ڈاکٹر ناظر حسن زیدی ۔ لاہور

۶۲۔ شاہجہان نامہ (عمل صالح) جلد اول، دوم، سوم (فارسی) مصنفہ محمد صالح کنبوہ ۔ لاہور ۱۹۶۰ء

۶۳۔ خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے بٹالوی اُردو ترجمہ ڈاکٹر ناظر حسن زیدی ۔ لاہور ۱۹۶۶ء

۶۴۔ بزم مملوکیہ مرتبہ صباح الدین عبدالرحمان ایم اے ۔ اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء۔

۶۵۔ سفرنامہ ابن بطوطہ اُردو ترجمہ رئیس احمد جعفری ۔ کراچی ۱۹۶۱ء

۶۶۔ توزک جہانگیری مصنفہ شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر اُردو ترجمہ سلیم واحد سلیم ۔ لاہور ۱۹۶۰ء۔

۶۷۔ نزہتہ الخواطر حصہ دوم مؤلفہ سید عبدالحی بریلوی لکھنوی اُردو ترجمہ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی ۔ لاہور ۱۹۶۵ء۔

۶۸۔ خزینتہ الاصفیا مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری ۔ جلد اول و دوم (فارسی) ۱۹۰۲ء

۶۹۔ حدیقۃ الاولیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری ۔ لاہور ۱۹۷۶ء

۷۰۔ تذکرہ فریدیہ مصنفہ مولانا محمد مشتاق احمد محدث ۔ لاہور ۱۹۶۶ء

۷۱۔ فتوحات فیروز شاہی از سلطان فیروز شاہ تغلق مع مقدمہ و حواشی ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ۔ لاہور ۱۹۵۴ء

۷۲۔ طبقات ناصری مصنفہ منہاج الدین عثمانی جوزجانی مطبوعہ کتب خانہ اعظم ۔ اُردو بازار ۔ لاہور ۔ صفحات ۴۸۳ (فارسی)۔

۷۳ ۔ تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ خلیق احمد نظامی ۔ دہلی ۱۹۵۳ء
۷۴ ۔ طبقات الاولیا (الطبقات الکبریٰ) مصنفہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی ۔
اُردو ترجمہ سید عبدالغنی وارثی ۔ کراچی ۱۹۶۵ء
۷۵ ۔ آثار الصنادید مصنفہ جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں
بہادر ۔ دہلی ۱۹۶۵ء
۷۶ ۔ قصرِ عارفاں مصنفہ مولوی احمد علی مرید حضرت شاہ سلیمان تونسوی (فارسی)
اورینٹیل کالج میگزین لاہور ۔ اگست ۱۹۶۵ء اور نومبر ۱۹۶۵ء ۔
۷۷ ۔ مقالات مولوی محمد شفیع جلد چہارم مرتبہ احمد ربانی ایم اے ۔ لاہور ۱۹۷۲ء
۷۸ ۔ عبرت نامہ حصہ اول و دوم فارسی مصنفہ مفتی علی الدین خلف مفتی
خیر الدین لاہوری ۔ لاہور ۱۹۶۱ء
۷۹ ۔ خزینۃ الاصفیا مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری ۔ ترتیب و ترجمہ اُردو
علامہ اقبال احمد فاروقی ۔ لاہور ۱۹۸۳ء
۸۰ ۔ منتخب اللباب حصہ دوم مصنفہ خافی خان (نظام الملک) اُردو ترجمہ
محمود احمد فاروقی ۔ کراچی ۱۹۶۳ء
۸۱ ۔ منتخب اللباب حصہ سوم و حصہ چہارم مصنفہ خافی خان (نظام الملک)
اُردو ترجمہ محمود احمد فاروقی کراچی ۔ ۱۹۶۳ء
۸۲ ۔ اقبال نامہ جہانگیری مصنفہ محمد عرف معتمد خان بخش ۔ اُردو ترجمہ محمد زکریا
مائل ۔ کراچی ۱۹۶۳ء
۸۳ ۔ جوامع الکلم ملفوظات سید محمد گیسو دراز مرتبہ سید محمد اکبر
۸۴ ۔ سیر العارفین مصنفہ شیخ بہاء الدین محمود ناگوری چشتی ۔ اللہ والے کی قومی دکان
لاہور ۱۹۷۵ء
۸۵ ۔ خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے بٹالوی ۔ اُردو ترجمہ ڈاکٹر ناظر حسن
زیدی لاہور ۱۹۶۶ء

۸۶۔ سبع سنابل (فارسی) مصنفہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی۔ لاہور ۱۹۸۲ء

۸۷۔ مفتاح العاشقین ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہ دہلی۔ مرتبہ حضرت محب اللہ۔ اُردو ترجمہ معین نظامی۔ معظم آباد ۱۹۸۳ء

۸۸۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ علامہ اخلاق حسین دہلوی۔ لاہور ۱۹۸۵ء

۸۹۔ جواہر فریدی مصنفہ علی اصغر چشتی۔ فارسی۔ لاہور اُردو ترجمہ لاہور ۱۹۸۴ء

۹۰۔ بزم تیموریہ مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء۔

۹۱۔ تذکرہ اولیائے ہند و پاک مصنفہ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب۔ ایم۔ اے حامد اینڈ کمپنی۔ لاہور ۱۹۸۲ء

۹۲۔ آب کوثر مصنفہ شیخ محمد اکرم۔ ایم اے۔ لاہور ۱۹۵۲ء

۹۳۔ سرمایۂ عمر از پروفیسر محمد اسلم۔ ندوۃ المصنفین۔ لاہور ۱۹۷۶ء۔

۹۴۔ رودِ کوثر از شیخ محمد اکرم۔ ایم اے۔ ایم۔ آر۔ سی۔ اے۔ ایس۔ سی۔ ایس پی لاہور ۱۹۵۸ء

۹۵۔ سراج النسب مصنفہ حضرت مولانا محمد سراج الحق چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ضیائے اسلام پریس قادیان ۱۸۹۶ء

۹۶۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ شمس سراج عفیف۔ کلکتہ ۱۸۹۰ء۔

۹۷۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار۔ فارسی۔ مصنفہ امام بخش ولد پیر بخش ولد قاضی احمد یار۔ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں۔

۹۸۔ سوانح حیات حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ پروفیسر محمد حبیب الہ آباد ۱۹۴۳ء۔

۹۹۔ بزم صوفیاء مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء

۱۰۰۔ خسرو شیریں بیان مؤلفہ اقبال صلاح الدین۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۱۰۱۔ امیر خسرو مؤلفہ ڈاکٹر محمد وحید مرزا۔ الہ آباد ۱۹۴۹ء

۱۰۲۔ حضرت امیر خسرو مؤلفہ خان بہادر محمد تقی خاں۔ خورجوی۔ کراچی۔

۱۰۳۔ تذکرہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ مؤلفہ قدسی نظامی۔ دہلی ۱۹۵۲ء
۱۰۴۔ افضل الفوائد ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۵۔ حیات امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ مولانا سعید احمد مارہروی۔ لاہور ۱۹۰۹ء
۱۰۶۔ سفینۃ الاولیا (اُردو ترجمہ) پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور ۱۹۶۱ء
۱۰۷۔ سوانح حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ ڈاکٹر
ظہور الحسن شارب۔ ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لاہور ۱۹۸۵ء۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی   چراغ چشتیاں را روشنائی